

## نہرست

### (۱) حقوق و آداب!

- 01 ..... حقوق کا بیان!
- 01 ..... حقوق کے معنی و مطلب!
- 01 ..... اللہ تعالیٰ کے حقوق!

### (۲) قرآن مجید کے حقوق!

- 02 ..... تلاوت قرآن مجید کے آداب!

### (۳) مساجد کا بیان!

- 04 ..... مساجد کی عظمت و اہمیت اور آداب کے بارے میں احادیث رسول اللہ ﷺ!
- 06 ..... مسجد کے حقوق!

### (۴) مسجد کے آداب!

- 07 ..... مسجد کے آداب یہ ہیں!
- 08 ..... حقوق اللہ اور حقوق العباد میں فرق!
- 08 ..... بندوں کے حقوق کیوں مقدم ہیں!
- 09 ..... حقوق العباد کی اہمیت!
- 09 ..... حقوق العباد میں چوتھائی دین ہے!
- 10 ..... حقوق العباد میں امتحان کی ختنی اور ان کی اہمیت!
- 10 ..... حقوق العباد میں کوتاہی پر عیدیں!
- 11 ..... سورت لمطففین کی ابتدائی آیات!
- 11 ..... حقوق انسانی کے متعلق سورہ نساء کی پہلی آیت!
- 14 ..... حقوق کے متعلق احادیث!
- 16 ..... رسولوں اور انبیاء علیہم السلام کے حقوق!

(۵) صحابہ کرام ﷺ کے حقوق!

- اساتذہ علماء اور مشائخ کے حقوق و آداب! ..... 18  
 علماء و مشائخ کے فرائض و ذمہ داریاں! ..... 19  
 طالب و شاگرد کے فرائض اور حصول علم کے آداب ..... 23

(۶) والدین کے فرائض اور اولاد کے حقوق و آداب!

- دینی تربیت اور حسن ادب کا طریقہ! ..... 28  
 لڑکیوں اور بچوں کی اچھی پرورش کا اجر و ثواب اور اہمیت! ..... 30  
 اولاد میں برابری کا سلوک کیجئے! ..... 32  
 اولاد کا نکاح اور شادی کا بنڈ و بست! ..... 33  
 والدین کے فرائض اور اولاد کی پرورش کے آداب کا خلاصہ! ..... 35

(۷) والدین کے حقوق اولاد پر!

- والدین کی خدمت نفلی جہاد سے بھی بہتر ہے! ..... 37  
 ماں باپ اولاد کی جنت اور دوزخ ہیں! ..... 37  
 بوڑھے ماں باپ کی خدمت میں کوتا ہی کرنے والا بد بخت اور محروم ہے! ..... 38  
 والدین اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کی دنیوی برکات! ..... 38  
 خدمت اور حسن سلوک کا فرادر مشرک والدین کا بھی حق ہے! ..... 39  
 والدین کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور ان کی نافرمانی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے! ..... 39  
 والدین کی نافرمانی کا وبا! ..... 40  
 والدین کی بے ادبی اور ان کی ایذ انسانی حرام ہے اور ان کا ادب و احترام منہض ہے! ..... 41  
 ماں باپ کو محبت و احترام کی نظر سے دیکھنے کی فضیلت! ..... 43  
 ماں باپ کے لئے دعا کی فضیلت! ..... 43  
 والدین کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک کی اہمیت! ..... 44

ماں کا حق باپ سے بھی زیادہ ہے! .....	45
والدین کو گالی دینا تو کجا ان کو گالی دلوانا بھی گناہ کبیرہ ہے! .....	45
والدین کے حقوق کا خلاصہ! .....	45
رضائی ماں کے حقوق! .....	46
والدین کے علاوہ دوسرے رشتہ داروں کے حقوق! .....	47
دوسرے رشتہ داروں کے حقوق اور صدر حجی کی فضیلت اور اہمیت! .....	47
صدر حجی کرنے والا اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت کا مستحق ہوتا ہے! .....	47
صدر حجی فراغی رزق اور درازی عمر کا ذریعہ ہے! .....	48
قطع رحی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا! .....	48
صدر حجی کرنا کمال ایمان کی علامت ہے! .....	48
قطع رحی کرنے والوں کے ساتھ بھی صدر حجی کرنے کا حکم! .....	49
دادا دادی ننانانی پچھا اور بڑے بہن بھائی وغیرہ کے حقوق! .....	49
بڑا بھائی باپ کی طرح ہے! .....	49
خالہ کا اکرام و احترام! .....	50
چچا باپ کی مانند ہے! .....	50
ماں باپ کے علاوہ رشتہ داروں کے حقوق کا خلاصہ! .....	50
<b>(۸) ازدواجی زندگی کے حقوق و آداب!</b>	
بیوی کے حقوق شوہر پر! .....	52
بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا کمال ایمان ہے! .....	53
عورت کی کوئی عادت پسندیدہ بھی ہوگی! .....	53
عورتوں سے زیادتی کرنے والوں کے لئے وعید! .....	54
کوئی عورت اپنی باری اپنی سوکن کو دے سکتی ہے! .....	54
سفر میں ساتھ یوں کے لئے کسی بیوی کا انتخاب قرعہ کے ذریعہ کیا جائے گا! ..	55

سُلْطَانِيَّةِ اللَّهِ عَزَّ ذَلِكَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

- یوی پر خواہ تواہ بدگانی کرنا بھی ظلم ہے! ..... 55
- شوہر کے حقوق یوی پر! ..... 56
- جتنی عورت! ..... 57
- یوی سخت حالت میں بھی شوہر کی اطاعت کرے! ..... 57
- یوی شوہر کی اجازت کے بغیر نفل روزہ نہ رکھ! ..... 57
- اماندار و فادر فرمابردار یوی کے لیے جنت کی آسان بشارت! ..... 58
- جس عورت سے اس کا شوہر نا راض ہواں کی نماز پوری طرح قبول نہیں ہوتی! ..... 58
- میاں یوی کے لئے چند ضروری ہدایات! ..... 58
- عورتوں کو چاہیے کہ اپنے خاوند کے سامنے دوسرا عورتوں کا نقشہ نہ کھینچیں اور نہ مردا پی یوی کے سامنے دوسرا مرد کا نقشہ کھینچے! ..... 58
- نافرمان یوی کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے؟ ..... 59
- مرد عورت پر حاکم اور نگران ہے! ..... 60
- قوام اور شوہر کی فضیلت کس قدر ہے۔؟ ..... 61
- مرد کو عورت پر جو فضیلت حاصل ہے اس فضیلت کی رو سے اس کی ذمہ داریاں! ..... 62
- نیک یویاں! ..... 62
- سرکش یوی کا بیان! ..... 62
- میاں یوی کے درمیان پھوٹ ڈالنے والوں کے لئے دردناک عذاب ہے! ..... 63

(۹) ہمسایہ اور پڑوئی کا بیان!

- اللہ تعالیٰ کے حکم سے جبراًیل علیہ السلام کی وصیت اور تاکید! ..... 65
- ہمسایہ اور پڑوئی کو ایذا نہ پہنچاو! ..... 65
- پڑوئی کی خبر گیری ضروری ہے! ..... 66
- اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین پڑوئی! ..... 66
- پڑوئی کے ستانے سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سخت نا راض ہوتے ہیں! ..... 67

## ۱۰۔ مکانیزیزیشنگری کا انتہا

ہائٹسی کی مہک اور پھلوں سے بھی پڑوی کو ایڈ اور تکلیف نہ پہنچاو! ..... 67

پڑوی کے حقوق و آداب کا خلاصہ! ..... 67

(۱۰) بے کسوں، کمزوروں، یتیموں اور مسکینوں کے حقوق و آداب!

کمزوروں کا حق دبنا! پہنچتے میں انگارے بھرنا ہے! ..... 69

مسکینوں یتیموں اور بے کسوں کی کفالت اور سرپرستی کرنے والے کا اجر و ثواب! ..... 70

بے کسوں حاجتمندوں مسکینوں اور یتیموں کے حقوق و آداب کا خلاصہ! ..... 71

(۱۱) عام مسلمانوں کے حقوق!

تمام مسلمان ایک جسم کی طرح ہیں! ..... 73

مسلمان سب بھائی بھائی ہیں! ..... 73

مسلمان مسلمان کا خیرخواہ ہوتا ہے! ..... 73

بڑوں کا احترام اور چھوٹوں پر شفقت! ..... 74

مسلمان کو ایڈ اپنچانے والا بے دین اور فاسق ہے! ..... 74

کسی مسلمان کو مصیبت میں دلکھ کر خوشی کا اظہار مت کرو! ..... 75

مسلمانوں کے حقوق کا خلاصہ!

(۱۲) دوستی کے حقوق و آداب!

اب دوستی کے حقوق و آداب کو ملاحظہ کیجئے! ..... 77

(۱۳) ماتحتوں اور خادموں کے حقوق و آداب!

ماتحتوں اور خادموں کے ذمہ حقوق اور فرائض! ..... 80

رعایی کے ذمہ حکمرانوں کے حقوق! ..... 81

حکام کے حقوق کا خلاصہ!

(۱۴) حکام کے ذمہ رعایی کے حقوق!

(۱۵) مہمان کے حقوق و آداب!

میزبان کے حقوق! ..... 86	(۱۶) عام انسانوں اور غیر مسلموں کے حقوق و آداب!
کسی کے یہاں کھانا کھا کر کھلانے والے کے لئے دعا کرنا! ..... 86	(۱۷) ذمیوں کے حقوق و آداب!
عام غیر مسلموں کے ساتھ رویہ! ..... 89	(۱۸) جانوروں کے حقوق و آداب!
92 ..... حیوانات کے حقوق و آداب کا خلاصہ!	(۱۹) تجارت اور کاروبار کے آداب!
94 ..... حرام کمائی سے بچو!	(۲۰) خریداروں کے حقوق و آداب!
94 ..... کاروبار میں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہ ہنو!	(۲۱) بیچنے والے کے حقوق و آداب!
95 ..... کاروبار کے آداب کا خلاصہ!	خریدار اور بیچنے والے کے مشترک حقوق و آداب! ..... 99
100 ..... ملاقات کے آداب!	(۲۳) ملاقات کا بیان!
101 ..... اجازت حاصل کرنے کا بیان اور اس کا طریقہ!	سلام کا بیان! ..... 105
105 ..... سلام میں پہل کرنے کی فضیلت!	(۲۴) سلام کے ثواب میں اضافے کا باعث بننے والے الفاظ! ..... 105
105 ..... گھروالوں کو بھی سلام کرو!	سلام کے ثواب میں اضافے کا باعث بننے والے الفاظ! ..... 105

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

106 .....	سلام کے احکام و آداب!.....
	(۲۵) یوم جمعہ کے آداب!
108 .....	جمعہ کے دن کے چند آداب!.....
	(۲۶) مشورہ کا بیان!
114 .....	انفرادی اور ذاتی معاملہ میں مشورہ لینا!
115 .....	اجتمائی اور مشترک معاملات میں مشورہ!
115 .....	مشورہ کن امور میں کیا جاتا ہے!
116 .....	مشورہ کی ضرورت اور اہمیت!
116 .....	اہم اجتماعی امور میں مشورہ نہ کرنے والا زیادتی کرتا ہے!
117 .....	مشورہ کے فوائد اور برکات!
118 .....	مشورہ لینے والے کے فرائض و آداب!
119 .....	مشورہ دینے والے (یعنی مشیر) کے فرائض و آداب!
120 .....	مشورہ لینے والا فیصلہ کس طرح کرے!
	(۲۷) مجلس کے آداب کا بیان!
	(۲۸) بات چیت کے آداب!
	(۲۹) چلنے پھرنے کے آداب!
	(۳۰) کھانے پینے کے آداب!
144 .....	پانی وغیرہ پینے کے آداب!
145 .....	کھانے پینے میں برکت کے معنی!
146 .....	قضاۓ حاجت کے آداب!
146 .....	ستر پوشی کا خیال رکھنا!
146 .....	ایذا رسانی سے اجتناب!

پا کی اور صفائی کا خیال رکھنا!

(٣١) تعظيم شعائر الله!

147 ..... پا کی اور صفائی کا خیال رکھنا!

(٣١) تَعْظِيمُ شَعَارِ اللَّهِ!

149 ..... نعمت کی ناقد ری اور پشاور مال سے بچنا!

(۳۲) یادا ہی!

151 ..... مونے اور حاگنے کے آداب!

157 ..... نہ چند کے فضائل!

158 ..... نوٹیشی کے آداب!

(۳۳) مسکنے اور مسکرائے کا بیان!

..... 162 ..... اور کھل کھلا کر ہنسنا اور ہنسنے میں حد سے تجاوز درست نہیں!

..... 164 ..... عبادت اور بماری کا بیان!

165 ..... عبادت اور بماری کے آداب!

166 ..... رنگ و غم اور خوف و ہر اس کے آداب!

<sup>171</sup> میت رگرہ فطری سے اور نوحہ و ماتم نا شکری اور نقصان دہ ہے!

حضرت یونس علیہ السلام کی دعا! ..... 172

..... 173 ..... غم و فکر کے وقت کی دعا!

173 ..... ننانوے بھارلوں اور غمزوں کی دوا!

173 ..... اور یہ غم سے نجات کا علاج چاہیے!

خوف وہ اس کے وقت کا کہا جائے؟ 174

175 مصطفی زده سرگفتاری در روزهای اخیر

۱ آن کے سو

(۳۲) سفر کے آداب!

180 ..... اگر کسی قوم سے خوف ہو تو دعا رکھئے!

رات میں ضرر سے حفاظت کی دعا! ..... 180

## عرض اشراف

اللہ رب العزت نے ہم مسلمانوں کو ایک ایسا کامل اور کامل دین عنایت فرمایا ہے جس میں ہماری زندگی کے ہر شعبے کے متعلق کامل احکام موجود ہیں۔ ایمانیات، عبادات، معاملات سے لے کر اخلاقی آداب اور طرز معاشرت تک ہر عمل کی الحمد للہ تفصیلی راہنمائی اس دین میں موجود ہے۔

زیرِ نظر کتاب ”حقوق و آداب“ حضرت اقدس حضرت مفتی سید مختار الدین شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی زیرِ نظر کتاب ”جوہر اسلام“ کا ایک حصہ ہے جس میں معاشرے کے اندر زندگی کے تمام شعبوں سے متعلق حقوق و آداب کا ذکر ہے جو کہ تمام کے تمام قرآن و حدیث کی روشنی میں قارئین کرام کے لئے پیش خدمت ہیں۔

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ موجودہ دور میں زوجین، والدین، اولاد، مالک، ملازم، بازاروں اور محلوں میں الغرض معاشرے میں ہر طرف بگاڑی بگاڑنے آتا ہے، اس کی اہم وجہ یہ ہے کہ آج ہر شخص اپنے حقوق کا مطالبه تو کرتا ہے کہ مجھے میرے حقوق ملنے چاہیں مگر دوسروں کے حقوق ادا کرنے سے بے خبر اور غافل ہے۔

قرآن و حدیث کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت نے حقوق ادا کرنے کا حکم فرمایا ہے نہ کہ اپنے حقوق کا مطالبہ کرنے کا۔ اس لیے کہ اگر ان میں سے ہر ایک حقوق ادا کرنے والا بن جائے، مثلاً والدین اپنے حقوق ادا کریں، جو اس پر اولاد کے ہیں اور اولاد اپنے حقوق ادا کریں جو ان پر والدین کے ہیں۔ اسی طرح مالک اپنے حقوق، ملازم اپنے حقوق، زوجین اپنے حقوق، غرض ہر شخص اپنے اپنے ذمے کے حقوق ادا کرے تو کسی کو بھی اپنے حقوق کا مطالبہ کرنے کی نوبت ہی نہیں آئے گی اور سب کے حقوق ادا ہوتے چلے جائیں گے۔ چونکہ حقوق العباد کا شعبہ لوگوں کی نظر سے او جمل ہو چکا ہے لہذا امید ہے کہ زیرِ نظر کتاب کا مطالعہ اور اس پر عمل ان شاء اللہ ایک مفید معاشرے کی تشکیل اور اس کی کوپورا کرنے میں معاون و مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔

هر امکانی کوشش کے باوجود طباعت کے دوران کوئی غلطی رہ گئی ہوا وہ دوران مطالعہ آپ کے علم میں آئے تو آپ سے گزر اسی ہے کہ اس کی نشاندہی کر دیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس غلطی کو دور کیا جاسکے۔ آپ کا یہ تعاوون انشاء اللہ باعث اجر ہوگا۔

اور اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب کا لکھنا، مطالعہ اور اس پر عمل ہمارے لئے دونوں جہانوں میں کامیابی کا ذریعہ بنائے اور اس کی طباعت میں ”حضرت والا“ اور تمام معاونین کی خدمت کا یہ سلسلہ تا قیامت صدقہ جاریہ کی صورت میں برقرار رہے اور ان کاوشوں میں ترقی عطا فرمائے۔ آمين

والسلام

دعاۓ کا طالب عبدالسلام عفی عنہ

۲۵-۰۲-۱۲۳۳

۱۹-۰۳-۱۰۱۲

برائے اطلاع # ۰۳۲۱-۳۰۳۰۶۶۶

۰۳۲۱-۲۳۳۰۰۰۱

مکتبہ مذکورہ

نام کتاب.....	حقوق و آداب
مصنف.....	حضرت مولانا مفتی سید مختار الدین شاہ صاحب مدظلہ
طبع اول.....	2011ء
طبع دوم.....	2012ء
تعداد.....	1100
طبع.....	ال قادر پرنگ پریس 021-32722272

### ملنے کے پتے

جامعہ زکریا دارالایمان، کربونغمہ شریف کوہاٹ۔

فون نمبر: 0925-662313

دارالایمان، ایمان منزل، مکان نمبر 5-B، بلاک 10، فیڈرل بی ایریا کراچی۔

فون نمبر: 0321-3040666

مکتبہ انوار القرآن، محلہ جنگی، قصہ خوانی بازار، پشاور۔

ضیاء الرحمن فون نمبر: 0300-5722681

جامعہ زکریا للعلوم الاسلامیہ، ولی آباد، پروون کوہاٹ گیٹ، پشاور۔

شیر احمد خان فون نمبر: 03005902003

دارالایمان والتحقی، سورانی، بنوں - مولانا ذیح اللہ۔

فون نمبر: 0928630062، 0331-2441353

دارالایمان



## حقوق و آداب!

دین اسلام سلامتی اور حقوق کی ادائیگی کا نام ہے۔ اور حقوق کو بنیادی طور پر دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ایک وہ جن کا تعلق براہ راست بندوں کے حقوق سے ہے جس میں یہ بتلایا گیا ہے کہ بندوں پر اللہ تعالیٰ کے کیا حقوق ہیں؟ اور ان حقوق کی ادائیگی کے طریقے کیا ہیں؟ دین اسلام کے اس حصے کو ”حقوق اللہ“ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور دوسرے حصے کا تعلق اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور اس کے بندوں سے ہے حقوق کے اس حصہ کو ”حقوق العباد“ کہا جاتا ہے۔

### حقوق کے معنی و مطلب!

حقوق ”حق“ کی جمع ہے اور عربی میں ”حَقَّ“ کا خاصہ ثبوت، قیام اور لزوم ہے (یعنی جو چیز ثابت اور اصل ہو) نہ مٹنے والی ہو اور اس کا ہونا لازم اور ضروری ہو۔

﴿حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ﴾ یہ حکم لازم ہے پرہیز گاروں پر۔ (بقرہ: ۱۸۰)

جب یہ کہا جاتا ہے کہ یہ چیز فلاں کا حق ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ چیز فلاں کے لئے ثابت ہے اور اس فلاں کو دینا اس کے لئے لازم اور ضروری ہے۔ خلاصہ یہ کہ حقوق وہ امور اور وہ ذمہ داریاں ہیں جن کو پورا کرنا ضروری ہے۔

### اللہ تعالیٰ کے حقوق!

اللہ تعالیٰ کے حقوق سب سے اہم اور سب سے زیادہ ضروری ہیں کیونکہ وہی ہمارا خلق و ماں اک اور ہمارے سب کام بنانے والا، ہم سب کی پرورش کرنے والا، رزق دینے والا وہی ہے، وہی نفع و نقصان کاماںک، عزت و ذلت اور ہر چیز کا مالک ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق کی عظمت بہت بڑی ہے اور حقوق العباد بھی دراصل اللہ تعالیٰ ہی کے عائد کردہ حقوق ہیں لہذا حقوق العباد کی ادائیگی بھی اللہ تعالیٰ کے حق اطاعت کی ادائیگی اور اس کی فرمانبرداری ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بڑے بڑے حقوق یہ ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ کو ایک اور یکتا مانا اور اس کی ذات و صفات اس کے اختیارات اور اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرنا۔

(۲) تمام مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی رضا و محبت کو مقدم کرنا (یعنی مخلوق اور ہر چیز یہاں تک کہ اپنی جان سے بھی زیادہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت رکھنا اور اس کی رضا کا طالب رہنا)۔

(۳) اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرنا اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے بعض رکھنا، اسی کے لئے جینا اور اسی کے لئے مرنا۔

(۴) انتہائی محبت و تعظیم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو ہر چیز پر مقدم رکھنا (یعنی مخلوق کی اطاعت میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرنا) بلکہ جہاں بھی اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کا حکم متصadem ہو جائے تو مخلوق کے حکم کو خقیر اور باطل جان کر چھوڑنا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کو اختیار کرنا۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق کی پوری تفصیل اسی کتاب (یعنی جواہر الاسلام) کے کتاب العقاد میں موجود ہے۔

## قرآن مجید کے حقوق!

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام اور اس کی آخری کامل و مکمل کتاب ہے اور یہ کلام الہی قیامت تک انسانوں اور جنات کے لئے بھیجی گئی ہے اور یہ سید المرسلین خاتم النبیین سیدنا محمد ﷺ پر آپ ﷺ کی تینیسیں

(۲۳) سالہ زندگی میں بذرخ نازل ہوا ہے اس عظیم کتاب کے بڑے بڑے حقوق یہ ہیں۔

(۱) قرآن مجید کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کامل و مکمل کتاب اور اس کا کلام ہے نہ اس میں کسی قسم کی تحریف و تبدیلی ہوئی ہے اور نہ ہو سکتی ہے۔

(۲) قرآن مجید کے احکام معلوم کرنے اور اس کے سیکھنے کی کوشش کرنا اور اس کی تلاوت کرنا۔

(۳) قرآن مجید کا ادب و احترام کرنا اور بغیر غلاف کے اس کو بے وضو ہاتھ نہ لگانا۔

(۴) قرآن مجید کے احکامات اور اس کی ہدایات پر عمل کرنا۔

## تلاوت قرآن مجید کے آداب!

قرآن مجید کی تلاوت بہت اہم عبادت ہے اور اس کے ہر حرفت پر دس نیکیاں ملتی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

”جس نے قرآن مجید کا ایک حرف پڑھا اس نے ایک نیکی کمالی اور یہ ایک نیکی دس نیکیوں کے برابر ہے میں نہیں کہتا کہ ﴿الۤم﴾ ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے (یعنی اس طرح ﴿الۤم﴾ پڑھنے والا تمیں نیکیوں کے برابر ثواب حاصل کرتا ہے)۔“ (ترمذی)  
تلاءت قرآن مجید کے فضائل میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مفصل رسالہ ”فضائل قرآن مجید“ لکھا ہے اس کو پڑھ لیجئے۔

اس عظیم کتاب کی تلاءت کے آداب یہ ہیں۔

(۱) قرآن مجید کو طہارت اور پاکیزگی کی حالت میں باوضو ہو کر پڑھے اور قبلہ کی طرف رخ کر کے بڑے ادب و احترام اور ذوق و شوق کے ساتھ تلاءت کرے۔

(۲) تلاءت کے وقت اپنے اوپر خشون و خصوص کی کیفیت طاری کرنی چاہئے اور گرگٹ اکر تلاءت کرنی چاہئے۔

(۳) قرآن مجید کو تریل کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا چاہئے۔

(۴) تلاءت شروع کرنے سے پہلے ”اعوذ باللہ مِنَ الشَّيْطَنِ الرَّجِيمِ“ اور بسم اللہ الرحمن الرحیم، ضرور پڑھنا چاہئے۔

(۵) اگر مسجد میں نمازی، نماز میں مشغول ہوں یاد یعنی تعلیم ہو رہی ہو یا کوئی پاس سورہ ہوتا س وقت اپنی آواز سے تلاءت نہیں کرنی چاہئے۔

(۶) تلاءت کے وقت لوگوں سے باتیں نہیں کرنی چاہئیں اگر ضروری بات ہو تو قرآن مجید بند کر کے بات کریں۔

(۷) قرآن مجید کی تلاءت ہر روز بلا نامہ کرنے کی کوشش کریں۔

(۸) قرآن مجید کو صحیح تلفظ، صحیح اعراب اور صحیح آواز سے پڑھنا چاہئے۔

(۹) اگر کوئی قرآن مجید کے معنی سمجھتا ہے تو اسے آتیوں میں غور، فکر اور تدبیر کے ساتھ تلاءت کرنی چاہئے۔ جب رحمت، مغفرت اور جنت کی لازوال نعمتوں کے تذکرے آئیں تو خوشی و سرسرت کی کیفیت اپنے اوپر طاری کرے اور جب اللہ تعالیٰ کے قہر و جلال اور عذاب جہنم کی ہولناکیوں کا بیان ہو تو بدن پر یہ کیفیت ہو کہ کاپنے

گے اور دل میں توبہ و ندامت کی کیفیت کی بنی پر آنکھوں سے آنسو ام پڑیں اگر یہ کیفیت طاری نہ ہو تو کم از کم رونے کی آواز اور صورت ہی بنالے۔

(۱۰) قرآن مجید کی تلاوت کے دوران اگر یہ تصور کر لے کہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے بیٹھا ہوں اور اس کے سامنے اس کے عظیم کلام کی تلاوت کر رہا ہوں اور وہ میری تلاوت کو سن رہا ہے اور میرے دل کو دیکھ رہا ہے تو اس تصور سے دل میں ایک خاص کیفیت پیدا ہوگی جس سے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید اس کے قہر و غصب کا خوف اور اس کی یاد پیدا ہوگی۔

## مساجد کا بیان!

مسجد کی عظمت و اہمیت اور آداب کے بارے میں احادیث رسول اللہ ﷺ!

حضور ﷺ نے مساجد کی اہمیت پر زور دیا ہے اور امت کو ترغیب دی ہے کہ تم اگر جسم کے اعتبار سے مسجد سے باہر بھی ہو لیکن تمہارے دلوں کا رخ ہر وقت مسجد کی طرف ہونا چاہئے اور اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ نے مساجد کے حقوق و آداب اور ان کے فضائل بھی تعلیم فرمائے ہیں اور مساجد کے بنانے پر اجر و ثواب سے بھی امت کو آگاہ کیا۔ چنانچہ صحیحین کی حدیث میں ہے کہ:

(۱) (عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : مَنْ غَدَ إِلَى الْمَسْجِدِ أَوْ رَاحَ أَعْدَ اللَّهُ لَهُ مِنَ الْجَنَّةِ كُلَّمَا غَدَ أَوْ رَاحَ .)

”حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص صحیح و شام جس وقت بھی مسجد میں حاضر ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کی مہمانی تیار کرتا ہے (یعنی اس کا درجہ بڑھاتا ہے) وہ جتنی دفعہ بھی صحیح و شام کو جائے۔“ (اس کے درجات بلند ہوتے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ جنت میں اس کی مہمانی کے سامان کو بڑھاتا رہے گا) (بخاری و مسلم)  
مسجد اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں اور ان میں حاضر ہونے والا مومن اللہ تعالیٰ کا مہمان ہے اور میزبان پر حق ہے کہ مہمان کا اکرام اور اس کی خاطرداری کرے۔

صحیحین کی ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے قیامت کے دن جس میں اللہ تعالیٰ کے سایہ

رحمت کے سوا کوئی دوسرا سایہ نہیں ہو گا سات قسم کے لوگوں کو واللہ تعالیٰ کے سایہ رحمت کی بشارت دی ہے، اور ترمذی نے حضرت ابوسعید خدری رض سے ایک روایت نقل کی ہے اس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ مسجد سے تعلق رکھتا ہے اور اس کی خدمت و دیکھ بھال کرتا ہے تو اس کے لئے ایمان کی گواہی دو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ کی مسجدوں کو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو واللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ (ترمذی و ابن ماجہ، داری کذافی المنشکوۃ)

(۲) (عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسِاجِدَ فَلَيْرَكُعْ رَكْعَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَجْلِسَ.)

”حضرت ابو قتادہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو اس کو چاہئے کہ بیٹھنے سے پہلے دور کعت نماز (تحیۃ المسجد) پڑھے۔“ (بخاری و مسلم)

(۳) (عَنْ جَابِرٍ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَكَلَ مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ الْمُتِنَّةِ فَلَا يَقْرُبَنَ مَسِيْجَدَنَا فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَأَذَّى مِمَّا يَتَأَذَّى مِنْهُ إِلَانْسُ.)

”حضرت جابر رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اس بد بودار درخت سے کھائے وہ ہماری مسجد میں نہ آئے کیونکہ جس چیز سے آدمیوں کو تکلیف ہوتی ہے اس سے فرشتوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے۔“ (بخاری و مسلم)

ایک دوسری حدیث میں اس بد بودار درخت کا نام لے کر وضاحت کی ہے کہ اس سے مراد ”ابصل والثوم“ (یعنی پیاز و ہسن ہے) اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ اگر کسی کو یہ چیزیں کھانی ہو تو وہ پکا کر ان کی بد بوزائل کر لیا کرے۔ اس حدیث میں اور اسی طرح دوسری حدیثوں میں یہ بتایا گیا ہے کہ مساجد کا ایک حق یہ بھی ہے کہ ہر قسم کی بد بودار ہر قسم کی گندی چیزوں سے ان کی حفاظت کی جائے۔ ہر وہ چیز جس سے سلیم اطعی آدمیوں کو تکلیف ہوتی ہے اس سے اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے اس لئے ضروری ہے کہ بد بوجیسی کسی بھی چیز کو مسجد کے اندر نہ لایا جائے خواہ وہ ہسن ہو پیاز ہو یا مٹی کا تیل بہر حال غرض یہ کہ بد بودار چیزوں اسی طرح عام گندی چیزوں جیسے کوڑا کرکٹ سے مسجدوں کی حفاظت ضروری ہے بلکہ مسجدوں

کو پاک، صاف اور خوبصوردار کھا جائے بعض حدیثوں میں رسول اللہ ﷺ کا یہ حکم بھی موجود ہے کہ مسجدوں کو پاک و صاف اور خوبصوردار کھا جائے۔ (دیکھئے ابو داؤد، ترمذی و ابن ماجہ)

اسی طرح بعض حدیثوں میں رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں خرید و فروخت لڑائی اور جھگڑے کی باتوں اور چھوٹے بچوں کو مسجد کے اندر لانے اور مساجد میں شور و غل اور دنیوی باتیں کرنے سے منع فرمایا ہے بلکہ ایک حدیث میں جسے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ نے مرسلاً روایت کیا ہے اس میں رسول اللہ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ:

”ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ مسجدوں میں لوگوں کی بات چیت دنیوی معاملات کے متعلق ہوا کرے گی پس تمہیں چاہئے کہ ان لوگوں کے پاس نہ بیٹھو اللہ تعالیٰ کو ان لوگوں سے کوئی سروکار نہیں۔“ (مشکوٰۃ)

(۲) (عَنْ عُثْمَانَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ مَنْ بَنَى لِلَّهِ مَسْجِدًا بَنَى اللَّهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ.)

”حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے مسجد بنائی تو اللہ تعالیٰ اُس کے لئے جنت میں ایک محل تیار کرے گا۔“ (بخاری و مسلم)  
مسجدوں کا بنانا مسلمانوں کی مذہبی ضرورت کا بھم پہنانا ہے اور ضرورت کے موقع پر مسجد بنانے کا بہت بڑا ثواب ہے جیسا کہ مذکورہ بالاحدیث سے واضح ہے بلکہ مسجد کے بنانے والے یا اس میں کسی طرح کی امداد کرنے کا اجر و ثواب اس کے مرنے کے بعد بھی اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک مسجد کی نہ مدد باقی رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں مسجدوں کی تعمیر میں حصہ لینے، ان کو پاک و صاف رکھنے اور ان کو ذکر و اذکار، تلاوت قرآن پاک اور نمازوں سے آباد کرنے کی زیادہ توفیق عطا فرمائے۔ آمین

## مسجد کے حقوق!

مذکورہ بالاحدیثوں کی روشنی میں مسجد کے حقوق کا خلاصہ یہ ہوا کہ:

(۱) مسجد کو جاندار چیزوں کی تصاویر اور کوڑا کرکٹ سے پاک رکھنا اور اس میں کسی طرح کی گندگی نہ پھیلانا اور نہ رہنے دینا اور نہ اس میں بد بودار چیز کو لانا اور نہ بد بودار چیز کو رہنے دینا۔

(۲) مسجد کو خوبصوردار رکھنا، اس کا ادب و احترام کرنا، اس کی خدمت کرنا، اس میں شور نہ مچانا اور نہ اس میں دنیوی باتوں کے لئے بیٹھنا، نہ اس میں لین دین، تجارت، خرید و فروخت کرنا، نہ اس میں بھاگنا، نہ دوڑنا،

نہ کھیل کو دکرنا، نہ اس کو گز رگاہ بنانا اور نہ ایسے چھوٹے بچوں کو لے جانا جو مسجد میں پیشاب یا پا خانہ کریں یا کھلیں کو دیں۔ غرض مسجد کا خوب ادب و احترام کرنا۔

(۳) مسجد کو پہنچ وقت نمازوں اور ذکر الٰہی جیسے نیک اعمال سے آباد رکھنا اور ہر قسم کی فضولیات اور بیہودہ باتوں سے محفوظ رکھنا۔

مسجد کے آداب!

## مسجد کے آداب یہ ہیں!

(۱) مسجد میں دائیں پاؤں سے داخل ہونا اور بائیں پاؤں سے باہر آنا۔

(۲) داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھیں۔

”بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ الْكَلِمَةُ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ“

”شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے اور درود وسلام ہو اللہ کے رسول ﷺ پر، اے اللہ! میرے لئے اینی رحمت کے دروازے کھول دیجئے۔“

اور مسجد سے باہر آتے وقت یہ دعا پڑھیں۔

**”بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ الْكَاهِمِ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ“**

”شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے اور درود وسلام ہو اللہ کے رسول ﷺ پر اے اللہ! میں تجوہ سے تیرفضل مانگتا ہوں۔“

(۳) مسجد میں جب بھی داخل ہو تو بہتر یہ ہے کہ نفلی اعتکاف کی نیت کر لے (یعنی دل میں یہ نیت کرے کہ جتنی دری مسجد میں رہوں گا) یہ ایک آسان عمل ہے اس میں نہ وقت لگتا ہے نہ محنت بلکہ صرف نیت وار ارادہ کا استحضار رکھنا ہوتا ہے اور اعتکاف کا ثواب مفت مل جاتا ہے۔

(۲) مسجد میں داخل ہونے کے بعد دور کعت نفل پڑھنا البتہ اگر مکروہ وقت ہو (مثلاً استواء کا وقت ہو) تو مکروہ اوقات میں نیفل نہ پڑھیں بلکہ مسجد میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کے ذکر و تلاوت میں مشغول ہو جائیں اسی طرح اگر جماعت کے وقت میں گنجائش نہ ہو (یعنی جماعت کھڑی ہونے میں اتنی درپنیہیں کہ اس میں دو

رکعت نفل پڑھے جاسکیں تو پھر ان نوافل کو نہ پڑھیں) بلکہ یہ دور کعت نفل اس وقت پڑھیں کہ جب سنتوں اور جماعت کی نماز میں خلل نہ آئے اور ان دور کعت نوافل کو تجیہ المسجد کہا جاتا ہے۔

(۵) مسجد میں جاتے ہوئے یہ احساس ہو کہ اللہ تعالیٰ کے گھر میں جا رہا ہوں اور وہاں اس طرح رہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال آپ کے دل پر چھایا ہوا ہو۔ اور مسجد میں نہایت سکون اور خاموشی کے ساتھ بیٹھنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو مساجد کا ادب و احترام نصیب فرمائے۔

### حقوق اللہ اور حقوق العباد میں فرق!

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ حقوق سارے اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں اور تمام کے تمام حقوق اللہ تعالیٰ کے حق بندگی اور اطاعت کے تحت آ جاتے ہیں ان دونوں حقوق، حقوق اللہ اور حقوق العباد میں فرق یہ ہے کہ جن حقوق کی ادائیگی کا تمام فائدہ خود ادا کرنے والے کو پہنچے تو ان کو حقوق اللہ کا نام دیا جاتا ہے اور جن حقوق کے فوائد و طرفہ ہوں کہ ان کے فوائد ادا کرنے والے کو بھی پہنچیں اور دوسری مخلوق کو بھی تو ان کو حقوق العباد کہا جاتا ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو حقوق اپنے بندوں پر لازم کئے ہیں ان سے نہ اللہ تعالیٰ کا اپنا کوئی فائدہ ہے اور نہ اللہ تعالیٰ کو ان کی حاجت اور ان کے ادانہ کرنے سے اللہ تعالیٰ کا کوئی نقصان ہے، اللہ کی ذات اس سے بہت بلند و بالا اور بے نیاز ہے بلکہ بندہ جب اللہ تعالیٰ کے حقوق کو ادا کرتا ہے اور اس کی عبادت کرتا ہے تو اس کا فائدہ خود بندے کو پہنچتا ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کی بندگی اور پرستش کرتا ہے تو تزکیہ نفس، حسن اخلاق، تکمیل انسانیت اور روحانی تربیتوں کی صورت میں خود ہی مستفید ہوتا رہتا ہے۔ اور جب وہ حقوق العباد کو ادا کرتا ہے تو یہ فائدہ دو طرفہ ہو جاتا ہے ایک طرف حق ادا کرنے والا بندہ دنیا میں بھی بہترین سیرت و کردار اور حسن اخلاق کا حامل ہونے کی وجہ سے عزت و احترام حاصل کرتا ہے اور پھر آخرت کی دائیٰ زندگی میں بھی سرخروئی اور کامیابی سے ہمکنار ہوتا ہے، اور دوسری طرف حق وصول کرنے والا اپنا حق وصول کر کے مطمئن ہو جاتا ہے اور وہ خوشی سے زندگی بس کرتا ہے اور حقوق العباد کی ادائیگی کی وجہ سے

پورا انسانی معاشرہ امن و سکون اور سلامتی کا گھوارہ بن جاتا ہے۔

## بندوں کے حقوق کیوں مقدم ہیں؟

مذکورہ بالابیان سے یہ سوال بھی حل ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حقوق پر اپنے بندوں کے حقوق کو کیوں مقدم فرمایا ہے؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کا حق ادا نہ کر کے اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتا بلکہ خود اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے اور خود نقصان اٹھاتا ہے لیکن جب وہ حقوق العباد کو ادا نہیں کرتا تو اس کی وجہ سے وہ ایک طرف اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے اور دوسرا طرف اسے نقصان پہنچاتا ہے جس کے حق کو وہ ادا نہیں کرتا اور یہی وہ ظلم ہے جو اللہ تعالیٰ کے یہاں ناقابل معافی ہے لالا یہ کہ خود صاحب حق اسے معاف کر دینے پر رضا مند ہو جائے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ حقوق تمام اللہ تعالیٰ کے ہیں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی تقسیم صرف ان حقوق کی  
ادائیگی کا رخص متعین کرنے کے لئے کی گئی ہے جو حقوق بندوں کو ادا کئے جاتے ہیں یا جن حقوق کا وصول  
کنندہ خود انسان ہے وہ حقوق العباد ہیں اور جن حقوق کا تعلق بندوں سے نہیں جیسا کہ نماز، روزہ تو وہ  
اللہ تعالیٰ کے حقوق میں داخل ہوتے ہیں۔

حقوق العباد کی اہمیت!

حقوق العباد کی اہمیت مذکورہ بالا بیان سے بھی واضح ہے لیکن چونکہ یہ دین کا بہت اہم اور ضروری حصہ ہے اور عام مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ وہ دین کے اس اہم حصے سے ایسے غافل ہیں کہ گویا یہ دین کا حصہ ہے ہی نہیں، اس لئے ضروری سمجھا کر اس اہم شعبے کے متعلق اخخار کے ساتھ کچھ ذکر کرو۔

## حقوق العباد تین چوتھائی دن ہے!

اسلامی فقہ جس میں شریعت کے احکام بیان ہوئے ہیں اس کو اگرچار برابر حصوں میں تقسیم کیا جائے تو اس کا ایک حصہ عبادات کے بیان پر مشتمل ہے اور بقیہ تین حصے حقوق العباد کے بیان میں ہیں (یعنی ان تین حصوں میں معاملات اور معاشرت کا بیان ہے۔) مثلاً ہدایہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہے اس کی چار جلدیں ہیں اس کی پہلی جلد میں عبادات (یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج) کے احکام بیان ہوئے ہیں

اور باقی تین جملہ میں بندوں کے حقوق یعنی معاملات اور معاشرت سے متعلق ہیں) معاملات سے مراد دین دین کے معاملات ہیں جیسے قرض، امانت، خرید و فروخت اور نوکری اور معاشرت سے مراد ہیں سہن کا وہ برداشت جو ان لوگوں کے ساتھ کیا جاتا ہے کہ جن سے کسی قسم کا تعلق اور واسطہ پڑتا ہو جیسے ماں، باپ، اولاد، استاد، شاگرد اور سفر کے رفیق وغیرہ۔

بہر حال جب یہ معلوم ہوا کہ حقوق العباد دین کا تین چوتھائی حصہ ہے تو اس سے خود اندازہ لگائے کہ جب مسلمانوں کے دیندار طبقے کی اکثریت بھی ایسی ہے جنہوں نے دین کے تین چوتھائی کو نظر انداز کیا ہے تو ایسی صورت میں مسلمانوں کو کفار پر غلبہ کیسے حاصل ہو گا؟ اور مسلمان دنیا و آخرت کی زندگی میں کس طرح فلاح و کامیابی پا سکتے ہیں؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تو کامل و مکمل دین کے اختیار کرنے پر ہے نہ کہ ناقص دین پر۔

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے اسی فعل بد پر تنبیہ فرمائی ہے چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿أَفَفُوْمُنُونَ بِيَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِيَعْضِ فَمَا جَرَأَهُ مَنْ يَفْعَلُ ذَلِكَ مِنْكُمْ إِلَّا خِرْبُ ﴾

فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيُومَ الْقِيَمَةِ يُرْثُونَ إِلَى أَشَدِ الْعَذَابِ﴾

”کیا تم کتاب کے بعض حصہ پر ایمان رکھتے ہو اور بعض حصے سے انکار کرتے ہو پس جو تم میں ایسا کرے اس کی یہی سزا ہے کہ دنیا میں (زوال پذیر اور) ذلیل اور قیامت کے دن ان کو سخت عذاب میں دھکیلایا جائے گا۔“ (قرہ ۸۵:)

بنی اسرائیل تورات پر ایمان رکھتے تھے اور اس کو اللہ تعالیٰ کی کتاب مانتے تھے لیکن انہوں نے عملًا تورات کے بعض احکامات کو چھوڑ دیا تھا جیسا کہ خود اس آیت کے قبل مضمون سے یہ واضح ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا و آخرت میں ذلت، رسولی اور عذاب کی وعدہ سنائی۔

### حقوق العباد میں امتحان کی سختی اور ان کی اہمیت!

حقوق العباد مثلاً معاملات اور معاشرت اس لحاظ سے بھی شریعت کے نہایت اہم ابواب ہیں کہ ان میں اپنی دنیوی منفعت و مصلحت اور اپنی خواہشات نفسانی اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی کشمکش اور مجاہدہ نفس

دوسرے تمام شعبوں عبادات سے زیادہ رہتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور اس کے رسول ﷺ کی تابعDarی کا سب سے زیادہ سخت امتحان معاملات اور معاشرت کے احکام (یعنی حقوق العباد کی ادائیگی میں ہے)۔ شیطان بھی حقوق العباد کے امتحان میں فیل ہو گیا کیونکہ شیطان نے اللہ تعالیٰ کی پرسش اور اس کے سامنے جھکنے سے انکار نہیں کیا تھا بلکہ اس نے آدم علیہ السلام کے حق کی ادائیگی سے انکار کیا تھا جس کا خود اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا، لیکن شیطان نے بتکبر کر کے آدم علیہ السلام کے حق کا اعتراض نہیں کیا اور اس کی ادائیگی سے انکار کیا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہو گیا۔ مذکورہ بالا بیان سے حقوق العباد کی اہمیت واضح ہے اور ان میں گڑبرٹ کرنے والا سخت محرومی کا شکار ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو محرومی سے بچائے۔ آمین

### حقوق العباد میں کوتا ہی پر وعید یں!

ملکوں پر ظلم کے بارے میں جس قدر وعید یں آئی ہیں (مثلاً ناقہ قتل، کسی کو سب و شتم، چغلی، غیبت اور حسد پر جو وعید یں آئی ہیں) ان سب کا تعلق حقوق العباد میں کوتا ہی سے ہے اور ان کا بیان ان کے اپنے اپنے ابواب میں موجود ہے البتہ یہاں صرف دو تین آیتوں اور حدیثوں کو نقل کرتا ہوں کہ جن سے حقوق العباد کی اہمیت اور ان میں کوتا ہی کی سزا معلوم ہو جائے۔

### سورہ المطففين کی ابتدائی آیات!

(۱) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَيُؤْلِلُ لِلْمُطَفَّفِينَ ۝۵ إِذَا أَكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ۝۵ وَإِذَا كَالُوا هُمْ أَوْزَأُونُهُمْ  
يُخْسِرُونَ ۝۶ إِلَّا يَظْنُنَ أُولَئِكَ أَنَّهُمْ مُبَعْثُونَ ۝۶ لِيَوْمٍ عَظِيمٍ ۝۶ يَوْمٌ يَقُومُ النَّاسُ لَرَبِّ الْعَالَمِينَ ۝۶﴾  
”بڑی تباہی ہے ناپ توں میں کی کرنے والوں کے لئے۔ جو لوگوں سے (اپنا حق) ناپ کر لیں تو پورا لے لیں۔ اور جب لوگوں کو ناپ کریا توں کر دیں تو گھٹا کر دیں۔ کیا یہ لوگ خیال نہیں کرتے کہ وہ ایک بڑے سخت دن میں زندہ کر کے اٹھائے جانے والے ہیں۔ جس دن تمام لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔“ (سورہ المطففين: آیات ۶۴-۶۶)

ان آیتوں میں ان لوگوں کی سخت تباہی کا بیان ہے کہ جو اپنا حق تو پرواصلوں کرتے ہیں گویا وہ اس

بات کو خوب جانتے ہیں کہ آدمی کو اس کا پورا حق ملنا چاہئے اس لئے تو وہ اپنا حق پورا پورا اوصول کرتا ہے لیکن جب دوسروں کو حق دینے کا وقت آتا ہے تو وہ ان کے حقوق کی ادائیگی میں کوتا ہی اور نقصان کرتے ہیں ایسے لوگ آخرت میں اس حال میں پہنچیں گے کہ وہ وہاں تباہ و بر باد ہو جائیں گے۔

نیز مذکورہ آیتوں کے بعد والی آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ دوسروں کے حقوق میں کوتا ہی کرتے رہتے ہیں ان پر بالآخر ایسا وقت آ جاتا ہے کہ ان کے دلوں پر زنگ لگ جاتا ہے اور دوسروں کے حقوق کے بارے میں وہ بالکل بے حس ہو کر رہ جاتے ہیں جس کے نتیجے میں وہ سخت محرومی کا شکار ہو کر ہمیشہ کے لئے جہنم کا ایندھن بن جاتے ہیں۔

### حقوقِ انسانی کے متعلق سورہ نساء کی پہلی آیت!

(۲) اللہ تعالیٰ سورہ نساء کی ابتداء میں ارشاد فرماتے ہیں:

**﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِّنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجًا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً حٰ وَتَقُوَّ اللَّهُ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَّقِيبًا﴾**

”اے لوگو! اپنے رب سے ڈر جس نے تم کو ایک ہی جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کی بیوی کو پیدا کیا اور ان دونوں سے بہت سارے مرد اور عورتوں کو (پیدا کر کے زمین پر) پھیلایا اور ڈر واں اللہ تعالیٰ سے جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے سوال (اور اپنے حق کا مطالبہ) کرتے ہو رہتوں (قطع کرنے اور بگاڑنے) سے بچوں بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری نگرانی کر رہا ہے۔“ (سورہ نساء: ۱)

یہ سورہ نساء کا آغاز اور اس کی پہلی آیت ہے اس آیت کے بعد آگے چل کر انسانوں کے باہمی حقوق بیان ہوئے ہیں اور خصوصیت کے ساتھ خاندانی نظام اور ازدواجی زندگی کے لئے ضروری ہدایات دی گئی ہیں اور یہ آیت کریمہ بعد میں آنے والی آیتوں کے لئے ایک تہذید کی حیثیت رکھتی ہے اس آیت کریمہ میں چند باتوں کی طرف رہنمائی اور اشارہ کیا گیا ہے۔

(۱) یہاں ﴿الْأَرْحَام﴾ کا اسم جلالہ ﴿اللَّه﴾ پر عطف کیا گیا اور اس میں بندوں کے حقوق کی اہمیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور بندوں خصوصاً رشتہ داروں کے حقوق کا مقام اور اس کی اہمیت کو واضح کر دیا جوان

کو دین اسلام میں حاصل ہے۔

(۲) اس آیت کریمہ کی ابتداء میں فرمایا گیا کہ:

”انسانوں، عورتوں، مردوں کا پیدا کرنے والا نہ اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک ہے۔“

اس میں اس حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا کہ انسانوں، مردوں اور عورتوں کو زمین میں پھیلا دیا گیا جبکہ وہ پہلے موجود نہیں تھے بلکہ معدوم تھے اب سوال یہ ہے کہ اس دنیا میں ان لوگوں کو کون لا یا؟ یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ خود بخود اپنے ارادے سے آئے ہیں کیونکہ دنیا میں آنے سے پہلے وہ موجود نہیں بلکہ معدوم تھے اور معدوم کے لئے ارادہ کرنا ہی ناممکن ہے۔ معدوم تو اس جہاں میں آنے اور نہ آنے کا فصلہ کر رہی نہیں سکتا اس لئے لازماً انسان کو ایسی ذات اس دنیا میں لائی ہے جو انسان کے وجود، اس کے ارادوں، اس کی خاصیتوں اور صلاحیتوں کی خالق اور مالک ہے، وہ عظیم ذات علیم و خبیر، مہربان و حکیم بھی ہے جو انسانوں اور اپنی تمام مخلوق کی ضرورتوں کو خوب جانتی ہے اس لئے اس نے انسان کی پیدائش سے پہلے اس کے لئے وہ انتظامات کئے جو اس کے لئے ضروری اور انسانی فطرت کے تقاضے اور مطالبے تھے۔ (اس کی پوری تفصیل کو رقم الحروف کی ”دھریت سے اسلام تک“ نامی کتاب میں پڑھ لجئے۔)

وہ عظیم ذات اللہ ہے اگر لوگ اس حقیقت کو ذہن نشین کر لیں تو وہ راہ راست کو پالیں گے۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ انسانوں کی اکثریت کائنات اور آسمان و زمین میں بکھرے ہوئے لاکھوں عظیم الشان دلائل اور نشانیوں سے غافل ہیں اس لئے انہوں نے اپنے رب کو بھلا دیا ہے جس کی وجہ سے وہ اپنی دنیا و آخرت کو تباہ و بر باد کرتے ہیں۔

(۳) تیسری حقیقت یہاں یہ بیان ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے تمام نسل انسانی کو ایک ہی ماں باپ حضرت آدم علیہ السلام و حوا کا گھرانہ بنایا ہے اللہ تعالیٰ اگرچا ہتے تو وہ ابتداء ہی سے بہت سے مرد اور عورتوں کے جوڑے پیدا فرمادیتے اور ابتداء ہی سے بہت سارے خاندان وجود میں آ جاتے لیکن اللہ تعالیٰ نے تمام انسانیت کو ایک ہی جان اور ایک ہی نسل سے پیدا کیا تاکہ تمام نسل انسانی کو ایک ہی گھرانہ بنایا جائے اور تمام انسان نسل آدم ہونے کے اعتبار سے برابر ہوں۔ عربی، عجمی، کالے گورے میں کوئی فرق نہ ہو۔ اسی طرح

انسانوں کے درمیان مضبوط رابطہ اور رشتہ داری قائم ہوئی کیونکہ سب کے سب ایک اللہ تعالیٰ کی مخلوق بھی ہیں اور ایک ہی ماں، باپ کی اولاد بھی ہیں اور تمام انسانوں کا نسب بھی ایک ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ تمام لوگ ایک ہی اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک کی بندگی کرنے والے بن جائیں اور اسی سے ڈریں اور یہ کہ ہر انسان دوسرے انسان کو اپنا سمجھے اور سب کے سب مشترک گھرانے کے افراد کی طرح آپس میں مل جل کر حق و انصاف اور خیر خواہی سے زندگی برقرار نے والے بنے رہیں۔

(۲) اس آیت کریمہ میں چوتھی حقیقت یہ بیان ہوئی کہ جس طرح حضرت آدم علیہ السلام تمام نسل انسانی کے باپ ہیں اسی طرح حوا نسل انسانی کی ماں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ”حوا“ کو حضرت آدم علیہ السلام ہی کی جان سے پیدا فرمایا اور دونوں ایک ہی جان اور جنس ہیں اور دونوں کی ایک ہی فطرت ہے لہذا عورت ذلیل، حقیر اور فطری گنہگار مخلوق نہیں ہے بلکہ وہ شرف انسانیت میں مرد کے ساتھ برابر کی شریک ہے۔ مرد اور عورت دونوں کی فطرت میں کوئی فرق نہیں البتہ دونوں کی استعداد اور ان کے صنفی فرائض اور ذمہ داریوں میں فرق ہے۔ اس لئے عورت کو حقیر، ذلیل اور کمزور مخلوق سمجھ کر نہ تو دورِ جاہلیتِ قدیمہ کی طرح اس کو ظلم و ستم کا نشانہ بنایا جاسکتا ہے اور نہ دورِ جدید کی جاہلیت کی طرح اس کو گھر کی چار دیواری سے ہوٹلوں میں مزدوریوں اور نوکریوں کا بارگراں ڈال کر اس کو ذلیل اور رسوا کیا جائے گا اور نہ اس صنف نازک کو اس کے اپنے صنفی فرائض اور ذمہ داریوں سے ہٹا کر اس کی زندگی کو برباد کیا جائے گا۔ عورت کو جو مقام اسلام نے دیا ہے اور اس کے لئے جو حقوق متعین کئے ہیں اگر عورت کو وہ ہی مقام اور حقوق دے دیئے جائیں تو وہ دورِ قدیم و جدید دونوں قسم کے ظلم و زیادتیوں سے نجات پائے گی اور خاندانی نظام قائم رہے گا۔ خاندان مربوط جڑے رہیں گے اور لوگوں کی ازدواجی زندگی خوشگوار ہوگی اور عورت عزت والی زندگی گزارے گی۔ اگر عورت پر ظالمانہ سلوک کو روک رکھا جائے خواہ جاہلیتِ قدیمہ کی صورت میں ہو یا دورِ جدید کی جاہلیت کی شکل میں ہو دونوں صورتوں میں عورت کی حق تلفی ہوگی اور وہ ذلیل خوار ہو کے رہ جائے گی۔

اس ظلم کی وجہ سے لوگوں کی صرف آخرت بتاہے ہوگی بلکہ دنیا میں بھی خاندانی زندگی کا شیرازہ بھر جائے گا  
اس فرق کی تفصیل اور دونوں کے فرائض اور ذمہ داریوں کا بیان ان شاء اللہ تعالیٰ مرد اور عورت کے حقوق میں بھی آئے گا اور ”اسلامی طرز حکومت“ کے بیان میں بھی اس کا ذکر ہو گا۔

ଶ୍ରୀ କୃତ୍ୟାନ୍ତିକ ପାଦମଣି ପାଦମଣି 15 ଶ୍ରୀ କୃତ୍ୟାନ୍ତିକ ପାଦମଣି ପାଦମଣି

اور ازدواجی زندگی در ہم براہم ہو جائے گی جیسا کہ اس کا تجربہ اور مشاہدہ یورپ اور مغربی ممالک میں ہو رہا ہے۔

(۵) اس آیت کریمہ میں یا نچویں بات پر بیان ہوتی کہ:

”ڈرواس اللہ تعالیٰ سے جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور ڈرور شتوں کے قطع کرنے اور بگاڑنے) سے۔“

اس میں اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا واسطہ اور "رحم" اور رشتہ داری کا واسطہ ہمیشہ سے باہمی ہمدردی پر بھارتار ہا ہے لوگ اللہ تعالیٰ کے نام پر ایک دوسرے کے ساتھ معاہدے کرتے ہیں، اس کی فہمیں کھاتے ہیں اور ایک دوسرے کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر اپنے حقوق کا مطالبہ کرتے ہیں۔ یہی حال رحم اور رشتہ داری کا ہے کہ لوگ ایک دوسرے کو رشتہ داری کا واسطہ دے کر اپنا حق مانگتے ہیں لہذا لوگوں کو بھی چاہئے کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے حقوق کا پوری طرح احساس کریں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے حقوق ان پر عائد ہوتے ہیں ان کی ادائیگی کے لئے چوکس رہیں ان کی پامالی اور ان میں کمی کوتا ہی کرنے سے برہینز کریں۔

(۶) اس آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے حقوق کی پامالی اور ان میں کوتاہی پر سخت تنبیہ فرمائی ہے اور فرمایا کہ ”بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری نگرانی کر رہا ہے۔“

بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی نگرانی بہت سخت ہے، وہ عظیم اور برتر ذات سب سے حساب لینے والی ہے، وہ علیم و خیر ذات اپنی مخلوق کی ہر ادا اور ہر قول فعل اور ہر خیال واردے سے پوری طرح باخبر ہے تو جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے حقوق میں کوتاہی اور دھاندی کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی گرفت اور پکڑ سے بچ نہیں سکے گا۔

## حقوق کے متعلق احادیث!

(۱) حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس آدمی پر بھی اپنے (دوسرا مسلمان) بھائی کا اس کی عزت و آبرو سے متعلق یا کسی اور چیز سے متعلق کوئی حق ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ اس حق کو آج ہی (یعنی دنپاہیں) اس دن کے آنے سے پہلے معاف کرائے جس دن نہ دینار ہوں گے اور نہ درہم

(اس دن سارا حساب نیکیوں اور گناہوں سے ہو گا لہذا اگر آج دنیا میں اس نے اپنے حق کو معاف کرا لیا تو بہتر ورنہ کل قیامت کے روز) ظالم (اور حقوق العباد میں کوتاہی کرنے والے) کے پاس جو کچھ نیک اعمال ہوں گے ان میں سے اس کے ظلم کے بقدر نیکیاں لے کر مظلوم کو دے دی جائیں گی اگر اس کے پاس نیکیاں نہیں ہوں گی تو مظلوم کے گناہوں میں سے (اس کے حق کے بقدر) گناہ لے کر ظالم پر ڈال دئے جائیں گے۔ (بخاری، متنکوہ)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (صحابہ کرام رض) سے ارشاد فرمایا: ”کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ صحابہ کرام رض نے عرض کیا کہ مفلس شخص وہ ہے جس کے پاس کوئی درہم (روپیہ پیسہ) اور (دنیا کا) کوئی سامان نہ ہو۔ آپ رض نے ارشاد فرمایا میری امت کا مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن بہت سی نمازیں، روزے اور زکوٰۃ (دوسری مقبول عبادتیں) لے کر آئے گا (لیکن اس کے معاملات اور اس کی معاشرت خراب ہو گی) اور اس کا حال یہ ہو گا اس نے کسی کو گالی دی ہو گی، کسی پر تہمت لگائی ہو گی، کسی کا ناحق مال کھایا ہو گا، کسی کا ناحق خون بھایا ہو گا اور کسی کو مارا پیٹا ہو گا تو اس کی نیکیوں میں سے ایک حق والے کو (اس کے حق کے بقدر) نیکیاں دی جائیں گی، ایسے ہی دوسرے حق والے کو اس کی نیکیوں میں سے (اس کے بقدر) نیکیاں دی جائیں گی (اسی طرح ہر حقدار کو اس کی نیکیوں میں سے اس کے بقدر نیکیاں دی جائیں گی) پھر اگر دوسروں کے حقوق چکائے جانے سے پہلے اس کی ساری نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو ان حقداروں اور مظلوموں کے گناہ (جو انہوں نے دنیا میں کئے ہوں گے) ان سے لے کر اس (ظالم) شخص پر ڈال دیئے جائیں گے اور پھر اس کو دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔ (مسلم، متنکوہ)

(۳) حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ ایک دن مجلس نبوی میں کسی شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! فلاں عورت کی زیادہ نماز، روزے اور کثرت صدقہ و خیرات کا بڑا چرچا ہے لیکن وہ اپنی زبان سے اپنے پڑوسیوں کو تکلیف پہنچاتی ہے آپ رض نے جواب میں فرمایا وہ دوزخ کی آگ میں ڈالی جائی گی (پھر اس شخص نے دوبارہ) عرض کیا کہ یا رسول اللہ! فلاں عورت کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ روزے کم رکھتی ہے اور صدقہ و خیرات بھی کم کرتی ہے اور نماز میں بھی کم پڑھتی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس کا صدقہ و خیرات

چند کلکڑوں سے آگئیں بڑھتا لیکن وہ اپنی زبان کے ذریعہ اپنے پڑوسیوں کو تکلیف نہیں پہنچاتی تو آپ نے فرمایا کہ یہ عورت جنت میں جائے گی۔ (احمد، بیہقی، مشکوہ)

اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اگر کوئی شخص نفلی عبادت کرتا ہے تو بڑی اچھی بات ہے لیکن اگر نفلی اعمال نہ کرے تو آخرت میں سوال نہیں ہوگا کہ تم نے فلاں نفلی عبادت نماز، روزہ یا خیرات کیوں نہیں کی؟ لیکن فرائض، واجبات اور حقوق العباد وہ چیز ہے کہ اس بارے میں قیامت کے روز سوال ہوگا اور ان پر جنت و جہنم کا فیصلہ موقوف ہوگا۔ اس حدیث میں پہلی عورت کے متعلق فرمایا کہ وہ جہنمی ہے حالانکہ وہ نفلی روزے، نماز یا اور صدقات و خیرات میں زیادہ تیز تھی لیکن فرائض زندگی اور حقوق العباد کی ادائیگی میں وہ کوتاہی کرتی تھی اور اپنی زبان کے ذریعہ پڑوسیوں کو تکلیف پہنچاتی تھی اس عورت کی نفلی عبادات و خیرات اگرچہ افضل ترین اور بہترین عبادات ہیں لیکن اس کی یہ عبادتیں بھی اس کے حقوق العباد میں کوتاہی اور ظلم کا کفارہ نہیں ہوئیں۔ اس کے برعکس دوسری عورت جو فرائض، واجبات اور حقوق العباد کو ادا کرتی تھی لیکن نفلی نمازوں، نفلی روزوں اور نفلی صدقات و خیرات میں کمزور تھی تو وہ فرائض اور حقوق العباد کی وجہ سے جنت میں ہوگی۔ بہر حال حقوق العباد کی ادائیگی دین اسلام میں بہت اونچا مقام رکھتی ہے۔ اس کے برعکس حقوق العباد کے بارے میں کوتاہی اور ظلم بندے کو جہنم میں پہنچا دیتا ہے۔ الہذا مسلمانوں کو چاہئے کہ گناہوں سے بچتے رہیں اور اسلام کے فرائض، واجبات اور سننوں پر عمل کرتے رہیں اور حقوق العباد کے بارے میں سخت محتاط رہیں کہ دنیا میں کسی کا ذرہ برابر حق اس کے ذمہ نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین اسلام کی ہدایات، تعلیمات اور احکامات پر پورا پورا عمل نصیب فرمائے آمین۔

### رسولوں اور انبیاء علیہم السلام کے حقوق!

اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے بڑا درجہ رسولوں اور انبیاء علیہم السلام کا ہے۔ انسان کہاں سے آیا ہے؟ اور اس دنیا میں کس مقصد کے لئے آیا ہے؟ اور وہ کہاں جا رہا ہے؟ اور اس کے آگے کیا کیا مرحل اور مقامات آنے والے ہیں؟ ان مرحل اور مقامات کو بہتر سے بہتر بنانے کے لئے انسان کو کیا کرنا چاہئے اور کتنے چیزوں سے پر ہیز کرنا چاہئے ہم ان تمام باتوں کو صرف ان حضرات کے ذریعے معلوم کر سکتے ہیں اور

ان کے ہم پر بہت زیادہ احسانات ہیں اس لئے ان کے حقوق بھی ہم پر بہت زیادہ اور تمام مخلوق سے بڑھ کر ہیں خصوصاً نبی کریم ﷺ کے احسانات تو اس قدر ہیں کہ ہم ان کا شمار بھی نہیں کر سکتے اور آپ ﷺ کے دنیا میں تشریف لانے کے بعد نجات صرف اور صرف آپ پر اتری ہوئی تعلیمات اور ہدایات کے مانے اور ان پر عمل کرنے میں مختصر ہے اور آپ ﷺ قیامت تک انس و جن کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد نہ کوئی رسول و نبی آئے گا اور نہ آپ کے بعد کسی نبی و رسول کی ضرورت ہے۔ (اس کی پوری تفصیل ختم نبوت کے باب میں پڑھ لیجئے۔)

آپ ﷺ کے بڑے بڑے حقوق یہ ہیں۔

(۱) آپ ﷺ کی نبوت اور رسالت پر ایمان و یقین رکھنا (یعنی یہ پہنچتے یقین و ایمان ہو کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں۔ انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانے کی تفصیل باب العقادہ میں موجود ہے۔)

(۲) آپ ﷺ کی محبت و احترام کو تمام مخلوقات کی محبت و احترام پر مقدم رکھنا یہاں تک کہ اپنی جان، اولاد اور والدین سے بھی بڑھ کر آپ ﷺ سے محبت رکھنا۔

(۳) آپ ﷺ کا ادب و احترام دل میں رکھنا اور آپ کی سنت کی عزت کرنا اور ہر ایسی بات سے پر ہیز کرنا جس سے آپ ﷺ کی شان یا اس کی سنت میں نقص یا بے ادبی کا شائنبہ ہو۔ (آپ ﷺ سے محبت کی فرضیت اور آپ کے احترام اور ادب کی پوری تفصیل راقم الحروف کی کتاب العقادہ اور باب محبت الہی میں دیکھ لیجئے۔)

(۴) زندگی کے ہر شعبہ خواہ وہ عبادات ہوں اخلاقیات ہوں معاملات یا معاشرت ہو تمام کے تمام میں آپ ﷺ کی اطاعت اور پیروی کرنا۔

(۵) آپ ﷺ پر کثرت سے درود و شریف بھیجنा۔

(۶) ہر حال میں آپ ﷺ کی شریعت اور تعلیمات کا دفاع کرنا (یعنی دشمن اسلام جب اسلام میں شبہات پیدا کرنے کی کوشش کرے یا وہ تھیاروں سے حملہ آور ہو یا آپ کی ذات یا شریعت پر حملہ آور ہو تو اس کا مضبوط دفاع مسلمانوں پر فرض ہے)۔

## صحابہ کرام ﷺ کے حقوق!

اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد سب سے بڑا درجہ صحابہ کرام و اہل بیت ﷺ کا ہے انہی کے واسطے ہمیں قرآن مجید اور آپ ﷺ کی تعلیمات پہنچی ہیں اور انہی کے ذریعہ فلاح و کامیابی والا دین ہم تک پہنچا ہے اور یہ حضرات آپ ﷺ کے بلا واسطہ شاگرد اور آپ کے بلا واسطہ فیض یافہ ہیں اور امت مسلمہ پر ان کے عظیم احسانات ہیں اس لئے ان حضرات کے حقوق بھی بہت زیادہ ہیں۔  
یہاں ان کے بڑے بڑے حقوق بیان کئے جاتے ہیں۔

- (۱) ان کا ادب و احترام کرنا اور ان سے محبت رکھنا۔
  - (۲) ان کو برا بھلا کرنے ان پر تنقید اور ان کی تنقیص کرنے سے پرہیز کرنا۔
  - (۳) ان کا دفاع کرنا (یعنی جو لوگ ان پر کچھڑا چھالتے ہیں اور ان کے متعلق شکوٰہ و شبہات پیدا کرتے ہیں) ان شکوٰہ و شبہات کا ازالہ کرنا اور صحابہ کرام ﷺ کے ناموں کی حفاظت کرنا۔
  - (۴) ان حضرات کی اقتداء اور اتباع کرنا اور اس مبارک جماعت کو معیارِ حق مانتا۔
  - (۵) تمام صحابہ کرام ﷺ کے عادل ہونے کا اعتقاد رکھنا۔
- (صحابہ کرام ﷺ کے ادب و احترام سے متعلق پوری تفصیل راقم الحروف کی ”كتاب العقاد“ اور ”باب حب الله“ میں پڑھ لیجئے۔)

## اساتذہ، علماء اور مشائخ کے حقوق و آداب!

اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام ﷺ کے بعد سب سے زیادہ محترم و کرم مشائخ اور علماء کرام ہیں یہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وارث ہیں، ان کے حقوق و آداب یہ ہیں۔

- (۱) علمائے اسلام اور مشائخ کا دل و جان سے احترام کریں۔
- (۲) ان کے لئے دعائے خیر کرنا۔
- (۳) اگر وہ زندہ ہیں تو ادب و احترام سے ان کے سامنے پیش آنا۔

(۴) ان سے علم حاصل کرنے کی کوشش کرنا۔

(۵) اگر کوئی کسی عالم دین سے مسئلہ معلوم کرنا چاہے تو بحث کے انداز میں مسئلہ معلوم نہ کرے بلکہ ادب کے ساتھ پست آواز سے بات کرے۔

(۶) اگر مسئلہ بھی میں نہ آئے تو کسی دوسرے عالم سے معلوم کر لیں مگر پہلے عالم کی تحریر، تذلیل اور توہین سے پرہیز کریں۔

(۷) ان سے بغض و مخالفت کارویہ نہ رکھیں۔

(۸) جو شرپسند عناصر علمائے اسلام اور مشائخ کی جان، مال یا عزت کے درپے ہوں تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ ان کا دفاع کریں اور شرپسند عناصر کو توہین سے روکیں اگر قدرت ہو تو توہین کرنے والوں کو مناسب سزا بھی دے دیں۔

(۹) حسب ضرورت ان کے ساتھ مالی تعاون بھی کریں اور ان کی خدمت بھی کریں۔

(۱۰) شیخ اور پیر تو باعتبار تربیت و اصلاح ظاہری و باطنی کے روحانی باپ کی طرح ہے ان کے حقوق تو اور زیادہ ہیں ان کے ساتھ اور ان کے اقارب کے ساتھ وہی معاملہ کرنا چاہئے جو حسن سلوک والدین کے ساتھ اور والدین کے اقارب و متعلقین کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

علماء و مشائخ کے فرائض و ذمہ داریاں!

علماء و مشائخ انبیاء علیہم السلام کے علوم کے وارث ہوتے ہیں ان کی اصلاح و بگاڑ پر امت مسلمہ کی اصلاح و بگاڑ کا دار و مدار ہوتا ہے اس لئے ان حضرات کے فرائض اور ذمہ داریاں بھی بہت زیادہ ہیں ان کی چند ذمہ داریاں یہ ہیں۔

(۱) علماء و مشائخ کا کردار، اعمال اور اخلاق اسلامی تعلیمات کے عین مطابق ہوں۔

یاد رہے کہ صرف دینی امور کو سیکھنے کا نام علم نہیں اور نہ وہ شخص عالم کھلانے کا حقدار ہے جو علم کے مطابق عمل نہیں کرتا ہذا علم کے مطابق عمل ضروری ہے۔

جب بنی اسرائیل کی اکثریت بے عمل بن گئی تو ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿مَثُلُ الَّذِينَ حُمِلُوا التَّوْرَأَ إِنَّمَا كُمْ يُحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا﴾

”ان لوگوں کی مثال جن کو تورات کا حامل بنایا گیا پھر انہوں نے اس کو نہ اٹھایا گدھے کی سی ہے

جو کتابوں کا بوجھا ٹھائے ہوئے ہوں۔“ (سورہ جمعہ: ۵)

اللہ تعالیٰ کی کتاب جس قوم کو دی جاتی ہے اس لئے دی جاتی ہے تاکہ وہ اس کو اپنی زندگیوں میں لا کئیں اور اس کے احکامات کی تعلیم کریں۔ جو قوم اور جو امت کتاب اللہ کا حق ادا نہ کرے اس کی مثال اس گدھے کی سی ہو گی جس کے اوپر علمی کتابیں لدی ہوئی ہوں اور وہ ان سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا اگر گدھا محض اس بات پر فخر کرنے لگے کہ دیکھو میرے اوپر کیسی کیسی پر حکمت اور علمی کتابیں لدی ہوئی ہیں لہذا میں بڑا عالم اور معزز ہوں تو یہ بات اس کی حماقت میں اور اضافہ کر دے گی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ (تمہارے نزدیک) صاحب علم کون ہیں انہوں نے جواب میں عرض کیا کہ:

(الَّذِينَ يَعْمَلُونَ بِمَا يَعْلَمُونَ) (دارمی، مشکوہ)

”وہ لوگ جو اپنے علم کے موافق عمل کریں۔“ (اس کی پوری تفصیل باب اعلم میں پڑھ لجئے)

اگرچہ ایمان، عمل اور تقویٰ ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کیونکہ انہی امور پر فلاح ونجات کا دار و مدار ہے لیکن علماء کے لئے ان چیزوں کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ انہوں نے عوام الناس کی رہنمائی کرنی ہوتی ہے اگر علماء کا عمل ان کے علم کے خلاف ہو تو اس سے عوام میں بے عملی اور گناہوں پر جرأت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ زبانی تبلیغ و نصیحت کا اثر بھی ہوتا ہے لیکن زبان کے پند و نصیحت کا اثر اتنا نہیں ہوتا جتنا عملی مثال کا اثر ہوتا ہے لہذا علماء کے لئے ضروری ہے کہ وہ عام مسلمانوں کے لئے نبی کریم ﷺ کے اخلاق، طریقوں اور دین اسلام کا عملی نمونہ بنیں۔

(۲) تفکر و تدبر کے عادی ہوں۔

(یعنی قرآن مجید کے معنی و مطلب میں غور فکر کریں) دین کے مختلف احکام کی مصلحت اور علت پر

غور کر کے نئے پیدا شدہ مسائل کا حل تجویز کریں اور ایک عالم کو چاہئے کہ وہ اپنے نفس میں خوب تفکر کر کے

اپنی خامیوں پر نظر کرے اور ان کی اصلاح میں لگا رہے تاکہ وہ اخلاق حسنہ اور اعلیٰ کردار کا نمونہ بن جائے نیز عالم کو چاہئے کہ وہ عام مسلمانوں سے زیادہ کثرت ذکر، آسمانوں اور زمین میں غور و فکر کا عادی ہو۔

(۳) لوگوں کو خیر اور نیکیوں کی طرف بلائے اور برا نیوں سے منع کرے اور پورے دین کو پوری دنیا میں پھیلانے کی فکر اور کوشش کرے۔

(۴) مخلوق سے طمع و خوف نہ رکھیں اور علم صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کی غرض سے اختیار کریں چنانچہ حضرت کعب بن مالک رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”جس نے اس لئے علم حاصل کیا کہ اس کے ذریعے علماء پر فخر کرے (اور ان سے مقابلہ کرے) یا بے وقوف سے جدال (اور بحث و مباحثہ) کرے یا لوگوں کا رخ اپنی طرف پھیرے (تاکہ ان سے مال یا عزت حاصل کرے) تو اللہ تعالیٰ اس کو آگ میں ڈال دے گا۔“ (ترمذی، مشکوہ: کتاب العلم) نیز علماء حضرات انبیاء علیہم السلام کے علوم کے وارث ہیں اور انبیاء علیہم السلام اپنی دعوت و تبلیغ، وعظ و نصیحت سے کسی قسم کے عوض، بدله یادا د حاصل کرنے کے طالب نہیں تھے۔ (اس کی پوری تفصیل اسرار العروف باب التبلیغ میں دیکھ لیجئے۔)

چنانچہ ہمیشہ انبیاء علیہم السلام نے اپنی قوموں سے یہ فرمایا:

﴿وَمَا أَسْتَلِكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ جِئْنَاهُ إِنْ أَجْرَى إِلَّا عَلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾<sup>۵</sup>

”اور میں تم سے اس (دعوت و تبلیغ اور وعظ) پر کوئی اجر نہیں مانگتا میرا اجر تو بس (صرف) اللہ رب العالمین کے ذمہ ہے۔“ (سورۃ الشراء: ۱۰۹)

نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد کا خلاصہ یہ ہے کہ:

”جو کوئی علم دین محض اس لئے حاصل کرے کہ اس کے ذریعے دنیا کا سامان (دولت یا عزت) حاصل کرے تو قیامت کے روز اسے جنت کی خوبیوں کی میسر نہ ہوگی۔“ (ابوداؤد، مشکوہ)

خلاصہ یہ کہ علماء کو چاہئے کہ وہ لوگوں سے کسی قسم کے مال اور عزت کا حصول اور مفاد وابستہ نہ کریں اور نہ ان سے کسی دنیوی فائدے کی طمع اور لائق کریں، نہ کسی کے سامنے جھکیں، نہ دین فروش اور ضمیر فروش

بنیں بلکہ صبر و استقامت اور قناعت اختیار کریں اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے راہ ق پر بھر رہیں۔

(۵) علماء کو چاہئے کو وہ طلبہ کو معزز زمہان سمجھیں۔

(یعنی جو لوگ طالب بن کر علم دین حاصل کرنے کی غرض سے آئیں تو) علماء کو چاہئے کہ ان کو معزز زمہان سمجھیں اور ان کی تعلیم پر خاص توجہ کھیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

”لوگ تمہارے (صحابہ کرام کے) تابع ہیں اور لوگ اطرافِ زمین سے تمہارے پاس آئیں گے تاکہ دین میں سمجھ حاصل کریں لہذا جب وہ تمہارے پاس آئیں تو ان کے بارے میں تمہیں بھلائی کی وصیت کرتا ہوں (کہ ان سے خوب بھلائی کا معاملہ کرنا)۔“ (ترمذی، مسنونۃ: کتاب العلم)

اس ارشاد میں یہ ہدایت فرمائی گئی کہ میرے بعد چونکہ اے میرے صحابہ تمہاری پیروی کی جائی گی اور تم ہی لوگوں کے پیشوں، مقتدی اور امام بنو گے اس لئے لوگ تمہارے پاس علم دین طلب کرنے کے لئے آئیں گے لہذا تمہیں چاہئے کہ جب وہ آئیں تو تم ان کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرو، ان کی نگہداشت اور تربیت میں کوتاہی نہ کرو اور ان کے ساتھ شفقت و محبت کا برداشت کرو اور ان کے دلوں کو علم دین کی اس مقدس روشنی سے منور کرو جس سے تمہارے قلوب فیضیاب ہو چکے ہیں۔

(۶) علماء کو نمائشی کاموں خود نمائی سے دور رہنا چاہئے اگرچہ ریا کاری، خود نمائی، فخر و غرور جیسی گندگیوں سے ہر مسلمان کو دور رہنا چاہئے یہ وہ تباہ کن بیماریاں اور خبائیاں ہیں جن کے سبب لوگ جہنم کی آگ کا ایندھن بن جاتے ہیں لیکن علماء کا ان غلط طقوں سے دور رہنا بہت زیادہ اہم اور ضروری ہے کیونکہ علم اپنی لطافت اور نورانیت کے سبب ریا کاری، خود نمائی کی گندگیوں کو برداشت نہیں کر سکتا جب علم دین کی اوپرین کرن یہی چاہتی ہے کہ وہ بندے کے دل و دماغ سے ظلم و جہل کی تاریکی کو دور کر دے تو یہ کیسے برداشت کیا جا سکتا ہے کہ ایک عالم کے دماغ میں علم کی مقدس روشنی بھری ہوئی ہواں کے باوجود وہ ان غیر اسلامی اور گندی بد اخلاقیوں کا مظاہرہ کرے بلکہ علم کا تقاضا تو یہ ہے کہ ایک انسان تہذیب، شرافت اور روحانی ترقی کی انتہائی بلندیوں پر ہونے کے باوجود بھی سراپا انسار اور متواضع بnar ہے۔ ریا کاری، خود نمائی، فخر و غرور جیسی

غلاظتوں سے پاک و صاف رہے اور جس شخص کا دل علم کے باوجود ان غلاظتوں سے بھرا ہوا ہو اس کا یہ علم اس پر قیامت کے دن جلت بنے گا اور یہ علم اسے فائدہ کے بجائے جہنم پہنچانے کا سبب بنے گا جیسا کہ اس حقیقت کی طرف حضرت کعب بن مالک رض کی روایت جو کہ نمبر ۲ میں گزر چکی ہے اشارہ کر رہی ہے۔

نیز حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

”علم کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ علم جو دل کے اندر ہوتا ہے یہ علم تو نفع دیتا ہے۔ اور دوسرا وہ علم ہے جو زبان پر ہو (یعنی اخلاص اور عمل سے خالی ہو) تو ایسا علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کے خلاف (اس کے مجرم ہونے کی) جلت اور دلیل ہے (یعنی علم الزام دے گا کہ جانے کے باوجود عمل کیوں نہیں کیا)۔ (داری، مشکوٰۃ)

(۷) ملک و قوم میں پھیلی ہوئی برائیوں کی فہرست بنائیں اور پوری منصوبہ بندی کے ساتھ اور ممکن وسائل کے ذریعے ہر برائی کے خلاف مہم کی کوشش کریں۔

(۸) جس برائی سے منع کریں اگر لوگ اس برائی سے نہ کیں تو ان کے ہاں منعقد ہونے والی تقریب میں شرکت نہ کریں۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ”بنی اسرائیل میں پہلی خرابی یہ آئی کہ ایک آدمی دوسرے آدمی سے ملتا تو اسے کہتا اے فلاں اللہ تعالیٰ سے ڈردا و رجو (برائی) تو کر رہا ہے اس سے بازاً آؤ یہ تیرے لئے جائز نہیں پھرا گلے دن اسے ملتا تو اس کے نہ مانے (اور اسی گناہ پر قائم ہونے) کے باوجود بھی وہ اپنے تعلقات کی وجہ سے اس کے ساتھ کھانے، پینے، اٹھنے، بیٹھنے میں ویسا ہی معاملہ کرتا تھا جیسا کہ اس سے پہلے تھا جب عام طور پر ایسا ہونے لگا تو اللہ تعالیٰ نے بعض (یعنی فرمان برداروں اور ایسے واعظوں) کے دل بعض (یعنی نافرمانوں) کے دل کے ساتھ ملا دیئے (یعنی ان کے دل بھی نافرمانوں کی طرح سیاہ اور سخت کر دیئے جس کی وجہ سے وہ ہدایت سے محروم ہو گئے) پھر اس کی تائید میں آپ ﷺ نے کلام پاک کی یہ آیت:

﴿لِعْنَ الدِّينَ كَفَرُوا﴾ سے ﴿فَاسِقُونَ﴾ تک پڑھیں اس کے بعد آپ ﷺ نے بڑی تاکید

سے حکم فرمایا کہ :

”تم ضرور نیکی کا حکم کرو اور برائی سے روکو اور ظالم کو ظلم سے روکتے رہو اور اس کو حق بات کی طرف کھینچ کر لاتے رہو۔“ (ابوداؤد، ترمذی، ترغیب و تہبیب)

(۹) علمائے کرام کو چاہئے کہ وہ عوام کے ساتھ رابطہ رکھیں اگر کوئی بیمار ہو جائے یا کسی پریشانی میں بنتا ہو تو اس کے ساتھ ممکن تعاون کریں جیسا کہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ ﷺ کا طریقہ تھا۔

(۱۰) ہر شخص کی دعوت اور ہدیہ قبول نہ کریں بلکہ دیکھیں کہ اس کا مال حلال ہے یا نہیں؟ اور دعوت کی آڑ میں وہ احسان یا کوئی ناجائز غرض تو پوری نہیں کرنا چاہتا؟ یا جہاں دعوت ہے وہاں کوئی منکر اور برائی تو موجود نہیں۔ جو شخص حلال مال سے اور خلوص کے ساتھ دعوت کرنا چاہے یا ہدیہ دینا چاہے تو اس کی دعوت اور ہدیہ قبول کرنا چاہئے۔

### طالب علم اور شاگرد کے آداب!

ضروری علم دین کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے اور علم کے بغیر کوئی عمل درست نہیں ہو سکتا، علم کے فضائل بہت زیادہ ہیں ان کا بیان باب العلم میں گزر چکا ہے یہاں صرف قرآن مجید کی ایک آیت اور نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث کو پیش کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾ (سورہ زمر: ۹)

”آپ کہہ دیجئے کہ کیا علم والے اور بے علم دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟“ (ہرگز نہیں)

حضرت ابوذر ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ ”اے ابوذر! اگر تم صح جا کر اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن مجید) کی ایک آیت سیکھ لو تو یہ نوافل کی سورکعات سے افضل ہے اور اگر تم صح جا کر ایک علم کا ایک باب سیکھ لو خواہ اس وقت عمل ہو یا نہ ہو تو یہ ہزار رکعت نوافل پڑھنے سے بہتر ہے۔“ (سنن ابن ماجہ: باب فضل من تعليم القرآن)

قرآن مجید کی ایک آیت تو معلوم ہے اور ایک مسئلہ سے مراد کسی علمی باب کا مسئلہ ہے مثلاً وضو کے

شیعی علماء کی تحریک اسلام

مسائل میں سے کوئی مسئلہ سیکھنا، اور باب سے مراد وضو سے تعلق رکھنے والے پورے مسائل ہیں۔ اور حدیث میں جو آیا ہے کہ خواہ اس وقت اس پر عمل ہو یا نہ ہو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت اگرچہ اس باب پر عمل کرنے کا وقت نہ بھی ہوتا بھی اس کو اس قدر ثواب ملے گا مثلاً سیکھنے والے کے لئے عمل کی ضرورت نہ ہو یا حج کا وقت نہ ہو یا سیکھنے والے پر حج فرض نہیں وہ حج کو نہیں جارہا پھر بھی حج کے مسائل سیکھنے پر ہزار رکعت نفل کا ثواب ملے گا۔

علم دین کا حصول جس قدر اہم ہے اسی طرح اس کے حصول کے آداب اور طالب علم کے فرائض بھی بڑے ہیں اس مختصر تمہید کے بعد طالب ارشاد گرد کے فرائض کے آداب پڑھ لیجئے:

(۱) شکر کریں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی اس عظیم نعمت پر شکر کریں کہ اس نے علم دین کی راہ میں لگایا اس سے بڑی نعمت کیا ہو گی جسے اللہ تعالیٰ اس راہ پر لگائے جس کے ذریعہ وہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے علوم کا وارث بنتا ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنًا:

(مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفْقِهُ فِي الدِّينِ وَإِنَّمَا أَنَا فَاسِمٌ وَاللَّهُ يُعْطِيْ)

”اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ خیر و بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے میں تو صرف (علم کو) تقسیم کرنے والا ہوں جبکہ اللہ تعالیٰ عطا کرنے والا ہے۔“ (بخاری، مسلم، مشکلہ)

(۲) منت اور یکسوئی کے ساتھ علم دین کو حاصل کریں

(۳) علم میں ترقی کا غواہ شمند ہو۔ اللہ تعالیٰ خود نبی کریم ﷺ کو ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَقُلْ رَبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا﴾

”او آپ یہ دعا کیجئے کہ میرے رب میرا علم بڑھا دیجئے۔“ (طہ: ۱۱۲)

(۴) علم کو صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے حاصل کریں کہ دینی علم سیکھ کر اس پر عمل کروں گا اور علم کے تقاضوں کو پورا کرنے کی کوشش کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کو حاصل کروں گا جیسا کہ اس

کا بیان علماء کے فرائض نمبر ۷ میں گزر چکا ہے کہ جو شخص علم دین کو دنیاوی اغراض پانے کے لئے حاصل کرتا ہے تو اس پر جنت کی بوحرام ہے۔

(۵) جو چیز سمجھ میں نہ آئے اس کے پوچھنے میں شرم اور عار مجوس نہ کریں۔

(۶) استاد اور معلم کے سامنے چونا بیٹھیں اور استاد پر اپنی آواز اونچی نہ کریں نہ ان پر اپنی علمی شان اور ذہانت کا دھنس جمانے کی کوشش کریں۔

(۷) استاد کو تنگ کرنے کے لئے کوئی سوال نہ کریں۔

(۸) معلم (یعنی استاد) کا دل سے ادب و احترام کریں اور اس کی جائز خدمت بھجی کریں۔

(۹) جس سے علم حاصل کریں اس کو دیکھیں کہ وہ فاسق، دنیا پرست، جھوٹا یا مگر اوتونیں ہے۔

حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

(إِنَّ هَذَا الْعِلْمَ دِيْنٌ فَانْظُرُوهُ عَمَّنْ تَأْخُذُونَ دِيْنَكُمْ)

”یہ علم دین ہے پس دیکھو کہم اپنا دین کس سے حاصل کر رہے ہو۔“ (مسلم، مشکوہ)

(۱۰) دینِ اسلام کے مطابق اپنی اصلاح و تربیت کریں اور اپنی زندگی کے تمام شعبوں کو دینِ اسلام کے رنگ میں رنگنے کی پوری کوشش کریں۔

## والدین کے فرائض!

اولاد کا عطا ہونا اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اس پر خوش ہونا چاہئے اور اللہ تعالیٰ کا شکر کرنا چاہئے۔ اولاد مان باپ کے پاس ایک امانت ہے اور قیامت کے روز ان سے اس بارے میں پوچھا جائے گا والدین اور بچے کے سر پرستوں کے فرائض آداب یہ ہیں:

(۱) جب بچہ بیدا ہو جائے تو نومولود بچہ کا پہلا حق گھروالوں پر یہ ہے کہ سب سے پہلے اس کے کانوں کو اور کانوں کے ذریعے اس کے دل و دماغ کو اللہ تعالیٰ کا نام اس کی توحید اور ایمان کی دعوت سے آشنا کریں اس کا بہترین طریقہ شریعت مطہرہ نے یہ بتایا ہے کہ اس کے کانوں میں اذان واقامت پڑھی جائے۔ اذان واقامت میں دینِ حق کی بنیادی تعلیم اور دعوت نہایت مؤثر طریقہ سے دی گئی ہے، اس لئے

رسول اللہ ﷺ نے پیدائش کے وقت نومولود مسلمان بچے کے داہنے کا ان میں اذان اور بائیں کا ان میں اقامت پڑھنے کی تعلیم و ترغیب دی اور اس کی وجہ سے بچہ اُم الصیان کی بیماری اور شیطانی اثرات سے بھی محفوظ رہے گا۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے ابو داؤد، ترمذی، مسند ابو عیالیٰ اور کنز العمال)

(۲) بچہ کے لئے ”تحنیک“ اور دعائے برکت کا مانگنے کھجور یا الیسی ہی کوئی اور میٹھی چیز چاکر بچے کے تالو پرل دینے کے عمل کو ”تحنیک“ کہا جاتا ہے۔

صحابہ کرام ﷺ اپنے نومولود بچوں کو آپ ﷺ کی خدمت میں لاتے تھے تاکہ آپ ان کے لئے خیر و برکت کی دعا کریں کھجور یا الیسی ہی کوئی چیز چاکر بچے کے تالو پرل دیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی مردی ہے کہ لوگ اپنے بچوں کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا کرتے تھے تو آپ ﷺ ان کے لئے خیر و برکت کی دعا کرتے تھے اور ”تحنیک“ فرماتے تھے۔  
(صحیح مسلم، مشکوہ)

کتب حدیث میں حضرت عبد اللہ بن زییرؓ کی پیدائش پر ”تحنیک“ کے بہت سے واقعات موجود ہیں۔ لہذا جب کسی گھرانے میں بچہ پیدا ہوتا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے کسی نیک، صالح اور متقدم بندے کے پاس لے جائیں اور ان سے اس کے لئے خیر و برکت کی دعا بھی کراہیں اور ”تحنیک“ بھی کراہیں۔ یہ ”تحنیک“ لازمی اور واجب نہیں البتہ مستحسن اور مستحب کام ہے۔

(۳) ساتویں دن عقیقہ کرنا۔ بچے کے سر موڈنے کے وقت بچے کی خوشی اور شکر گزاری میں جو قربانی کی جاتی ہے اسے عقیقہ کہا جاتا ہے۔ اگر استطاعت ہو تو بچہ کی پیدائش کے ساتویں دن عقیقہ کرنا چاہئے، لڑکی کے عقیقہ میں ایک بکریا بکری اور لڑکے کے عقیقہ میں دو بکرے یا بکریوں کی قربانی کرنی چاہئے، اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو جس قدر صدقہ آسانی سے کر سکتے ہیں کر لیں۔

عقیقہ فرائض و واجبات کی طرح کوئی لازمی چیز نہیں بلکہ اس کا درجہ بھی استحباب کا ہے اسی طرح لڑکے کے عقیقہ میں دو بکریاں کرنا بھی ضروری نہیں ہے ایک بکری یا ایک بکرایہ کافی ہے ہاں اگر وسعت ہو تو دو کی قربانی بہتر ہے۔

(۲) ساتویں دن نومولود بچے کے سر کے وہ بال جو وہ ماں کے پیٹ سے لے کے پیدا ہوا ہے صاف کرائے۔

حضرت سلمان بن عامر رض سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنائے

بچے کے ساتھ عقیقہ ہے الہذا بچے کی طرف سے قربانی کرو اور اس کا سر صاف کرو۔ (بخاری، مشکوٰۃ)

مطلوب یہ ہے کہ لڑکے کی پیدائش پر عقیقہ کریں یہ عقیقہ مسنون یا مستحب عمل ہے تو دو کام ہوئے، ایک بچے کا سر منڈ وادینا اور اس کے سر کے بال اور میل کچیل کو دور کرنا اور دوسرا اس کی طرف سے شکرانہ اور فدیہ کے طور پر جانور قربان کر دینا۔ نیز بہتر یہ ہے کہ بچے کے بالوں کے وزن کے برابر سونا یا چاندی بھی صدقہ کیا جائے چنانچہ حضرت علی رض بن ابی طالب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (حضرت) حسن رض کے عقیقہ میں ایک بکری کی قربانی کی اور آپ ﷺ نے (اپنی صاحبزادی سیدہ) فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اس کا سر صاف کرو اور بالوں کے وزن بھر چاندی صدقہ کرو (حضرت علی رض فرماتے ہیں کہ) ہم نے وزن کیا تو وہ ایک درہم کے برابر یا اس سے کچھ کم تھے۔ (ترمذی، مشکوٰۃ)

بعض علماء فرماتے ہیں کہ حضرت حسن رض کی پیدائش کے دنوں میں حضرت فاطمۃ الزہراء اور حضرت علی رض کے ہاں اتنی وسعت نہیں تھی کہ وہ عقیقہ کی قربانی کر سکیں اس لئے نبی کریم ﷺ نے بکری کی قربانی تو اپنی طرف سے کر دی لیکن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمادیا کہ بچے کے بالوں کے وزن برابر چاندی بھی صدقہ کر دیں تاکہ ان کی طرف سے بھی کچھ شکرانہ صدقہ کی شکل میں اللہ کے حضور پہنچے۔

(۵) بچے کا اچھا نام رکھنا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس کا اچھا نام رکھئے اور اس کو حسن ادب سے آراستہ کرے۔ (بیہقی، معارف الحدیث)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ برے نام کو بدل دیا کرتے تھے۔

(ترمذی، مشکوٰۃ)

اور حضرت ابوالدرداء رض سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز تم کو تمہارے اور تمہارے باپ کے ناموں کے ساتھ پکارا جائے گا الہذا تم اپنے نام رکھا کرو۔ (احمد و ابو داؤد، مشکوٰۃ)

(۶) والدین کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی اولاد کی صحت کا خیال رکھیں اور ان کی حفاظت میں کوئی کوتاہی

نہ کریں اور ان کی پروشن حلال و پاک مال سے کریں۔

(۷) اڑ کے کاختنے پیدائش کے ساتویں دن بہتر ہے اگر کسی وجہ سے ساتویں دن نہ کیا جائے تو سات سال کی عمر کے اندر اندر ضروری ہے۔

(۸) دینی تربیت اور حسن ادب۔

ہر صاحب اولاد پر اولاد کا یہ حق ہے کہ وہ ابتداء ہی سے اس کی تعلیم اور تربیت کی فکر کرے اگر وہ اس میں کوتاہی کرے گا تو قصور و اور قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہ ہو گا چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ خبردار! تم میں سے ہر ایک اپنی رعیت کا نگہبان (اور ذمہ دار) ہے اور (قیامت کے دن) تم میں سے ہر شخص اپنی رعیت (اور ماتحتوں) کے بارے میں جواب دہ ہو گا ہذا امام یعنی سربراہ مملکت و حکومت جو لوگوں کا نگہبان ہے اس کو اپنی رعیت کے بارے میں جواب دہی کرنی ہو گی، اور مرد جو اپنے گھر والوں کا نگہبان ہے اس کو اپنے گھر والوں کے بارے میں جواب دہی کرنی ہو گی۔ عورت جو اپنے خاوند کے گھر اور اس کے بچوں کی نگہبان ہے اس کو ان کے حقوق کے بارے میں جواب دہی کرنی ہو گی، اور غلام مرد جو اپنے مال کے مال کا نگہبان ہے اس کو اس کے مال کے بارے میں جواب دہی کرنی ہو گی، ہذا آگاہ رہو تم میں سے ہر ایک شخص نگہبان (اور ذمہ دار) ہے اور تم میں سے ہر ایک شخص اپنی رعیت کے بارے میں جواب دہ ہو گا۔ (بخاری و مسلم، مشکلۃ: کتاب الاماۃ)

دینی تربیت اور حسن ادب کا طریقہ!

دینی تربیت اور حسن ادب کا طریقہ یہ ہے۔

(۱) جب بچہ باتیں کرنے کے قابل ہو تو سب سے پہلے اس کو اللہ تعالیٰ کا نام سکھائیں اور جب جملہ یاد کرنے کے قابل ہو تو ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدُ رَسُولُ اللَّهِ“ ترتیب سے سکھائیں۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اپنے بچوں کی زبان سے سب سے پہلے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ كَبُّلَوْا۔ (بیہقی، ابن سنی)

(۲) بچوں کو ڈرانے سے پر ہیز کریں کیونکہ ابتدائی عمر کا یہ ڈرساری عمر ذہن و دماغ پر چھایا رہ سکتا ہے اور ایسے بچے اکثر زندگی میں کوئی بڑا کارنامہ انجام دینے کے قابل نہیں رہتے۔

(۳) بچے جب سات سال کے ہو جائیں تو ان کو نماز کی تاکید کریں اور جب دس سال کے ہو جائیں تو نماز میں کوتاہی کرنے پر ان کو مزادیں اور جب دس سال کے ہو جائیں تو ان کے بستر بھی الگ الگ کر دیں۔ (ابوداؤد، مشکلۃ: کتاب الصلوۃ)

(۴) اولاد کو دینی تعلیم اور پاکیزہ اخلاق سے آراستہ کرنے کے لئے اپنی پوری کوشش کیجئے اور اولاد کی تعلیم و تربیت میں بڑی قربانی سے بھی دربغ نہ کیجئے یہ ایک مسلمان کی دینی ذمہ داری بھی ہے اور اولاد کے ساتھ عظیم احسان بھی اور اپنی ذات کے ساتھ بھی احسان و بھلائی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿بَأَيْمَانِ الَّذِينَ أَمْنُوا قُوَّاً أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِئُكُمْ نَارًا﴾

”اے ایمان والو! بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال (اور گھر والوں) کو جہنم کی آگ سے۔“ (سورہ تحریم: ۶)

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنی اولاد کا اکرام کرو اور (اچھی تعلیم و تربیت کے ذریعہ) ان کو حسن ادب سے آراستہ کرو۔ (ابن ماجہ)

حضرت سعید بن العاص ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی باپ نے اپنی اولاد کو لوئی عطیہ اور تحفہ حسن ادب اور اچھی سیرت (او راچھی تعلیم و تربیت) سے بہتر نہیں دیا۔ (ترمذی، یہقی، مشکلۃ: باب الشفقة)

نیز نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

”انسان کا اپنے بیٹی کو (شرعی اور دینی) ادب کی ایک بات سکھلانا ایک صاع غلہ خیرات کرنے سے بہتر ہے۔“ (ترمذی، مشکلۃ)

نیز آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے عمل کے ثواب کا سلسلہ اس سے منقطع ہو جاتا ہے مگر تین قسم کے اعمال ایسے ہیں کہ ان کا ثواب مرنے کے بعد بھی متاثر ہتا ہے ایک یہ کہ وہ صدقہ جاریہ کر دے (مثلاً کنوال یا مسجد بنائی)۔ دوسرا یہ کہ وہ ایسا علم چھوڑ جائے جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں تیرے صالح اولاد جو باپ کے لئے

دعا کرتی رہے۔” (مسلم، مشکوٰۃ: کتاب اعلم)

(۵) دوسروں کے سامنے بچوں کا عیب نہ بیان کیجئے اور نہ کسی کے سامنے اس کو شرمندہ کریں اور نہ بچوں کی ہر بے جا ضد پوری کریں بلکہ حکمت کے ساتھ ان کی یہ عادت چھڑانے کی کوشش کریں کبھی کبھی مناسب سننی بھی کریں تاکہ بے جا لاؤ و پیار ان کو ضدی اور خود سرنہ بنائے۔

(۶) عام حالات میں تو ہمیشہ اولاد کے ساتھ شفقت و محبت کا برداشت کیجئے البتہ اپنے طرزِ عمل سے بچوں کے ذہن پر اپنا یہ رعب اور خوف بہر حال غالب رکھئے کہ ان کی کوئی خلاف شرع بات آپ ہرگز برداشت نہیں کریں گے۔

(۷) اولاد میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت اور فرمانبرداری کے اچھے اور پاکیزہ جذبات ابھاریئے اس کے لئے جس طرح پاکیزہ تعلیم کی ضرورت ہے اس سے زیادہ والدین کے کردار اور گھر کے ماحول کی پاکیزگی کی ضرورت بھی ہے۔ عملی زندگی اور کردار کا اثر اس سے معلوم کیجئے کہ کوئی شخص تعلیم سے اس قدر جلد اور حسن و خوبی کے ساتھ کوئی زبان نہیں سیکھ سکتا جس قدر جلد اور حسن و خوبی کے ساتھ وہ اس ماحول سے والدین کی زبان اور بولی کو سیکھ لیتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ عملی زندگی کے اثرات بہت زیادہ موثر اور بہت زیادہ گھرے ہوتے ہیں اس لئے والدین اور سرپرستوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی اولاد اور اپنے ماتحتوں کے سامنے حسن کردار اور حسن اخلاق کا ہمیشہ اچھا عملی نمونہ پیش کریں آپ کی زندگی بچوں کے لئے ہمہ وقتی خاموش معلم استاد ہے، بچوں کے سامنے کبھی مذاق میں بھی جھوٹ نہ بولیں حضرت عبد اللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دن میری والدہ نے مجھے اپنے پاس بلا یا اور کہا کہ آؤ میں تمہیں (ایک چیز) دوں گی اس وقت رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر میں تشریف فرماتھ تو آپ ﷺ نے میری والدہ سے فرمایا کہ تم نے اس کو کیا چیز دینے کا ارادہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں اس کو ایک کھجور دینا چاہتی ہوں اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”یاد رکھو اگر تم اس کو کچھ نہ دیتی تو تمہارے نامہ اعمال میں ایک جھوٹ لکھا جاتا۔“ (ابو داؤد، مشکوٰۃ)

یہ واقعہ حضرت عبد اللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے بچپن کا ہے اس واقعہ میں اگر ایک طرف باریک جھوٹ اور وعدہ

خلافی کا بیان ہے تو دوسری طرف اس میں یہ تعلیم بھی ہے کہ اپنی اولاد کے سامنے جھوٹ سے سخت پر ہیز کریں۔ لہذا اپنی اولاد کے سامنے نہ ستر کھولیں، نہ گالی گلوچ کریں، نہ جھوٹ بولیں، نہ بخل کارویہ رکھیں، نہ کسی کی غیبت کریں، اور نہ ان کے لئے ایسے کھلو نے لائیں جن سے ان کے اخلاق پر برا شرپڑے۔ اور ان کو ٹوٹی دمی سے بھی دور رکھیں اور ان پر کڑی نظر رکھیں کہ وہ کسی برے ماحول یا بری صحبت کا شکار نہ ہو جائیں۔

**بچیوں کی اچھی پرورش کا اجر و ثواب اور اہمیت!**

بعض لوگ بچیوں کو بوجھ اور مصیبت سمجھتے ہیں اور ان کی پیدائش پر گھر میں بجائے خوشی کے غنی کی فضاظاً قائم ہو جاتی ہے حالانکہ لڑکی ہو یا لڑکا دونوں اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے کہ آپ کے حق میں لڑکی اچھی ہے یا لڑکا بلکہ لڑکیوں کی اچھی پرورش اور ان کی دین کے مطابق تعلیم و تربیت پر بہت ہی اجر و ثواب ملتا ہے اور بچی تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کو حصیق لاتی ہے۔

نبی کریم ﷺ کے ایک ارشاد کا مفہوم یہ ہے کہ:

”جس شخص نے تین لڑکیوں یا تین بہنوں کی سر پرستی کی انہیں دینی تعلیم و تہذیب سکھائی اور ان کے ساتھ رحم و شفقت کا برداشت کیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کو بے نیاز کر دے (یعنی وہ بڑی ہو جائیں اور بیاہ دی جائیں تو) اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کو واجب کر دیتا ہے، اس پر ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر دوہی ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا دو لڑکیوں کی پرورش کا بھی یہی اجر اور بدله ہے حضرت عبداللہ بن عباس رض فرماتے ہیں کہ اگر لوگ ایک کے بارے میں بھی پوچھتے تو آپ ﷺ ایک کی پرورش پر بھی یہی بشارت دیتے۔“ (دیکھئے مشکلۃ: باب الشفقة)

حضرت عبداللہ بن عباس رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کے ہاں لڑکی پیدا ہو پھر وہ نتواسے تکلیف پہنچائے اور نہ اس کی تو ہیں تحقیر اور ناقدری کرے اور نہ محبت و برداشت میں لڑکوں کو اس پر ترجیح دیں (یعنی اس کے ساتھ دیساہی برداشت کرے جیسا کہ لڑکوں کے ساتھ کرتا ہے) تو اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ اس حسن سلوک کے بد لے میں اس کو جنت عطا فرمائے گا۔ (احمد، مسند رک حاکم)

نیز حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص کو بھی

لڑکیوں کی پیدائش کے ذریعے آزمایا جائے اور وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کر کے آزمائش میں کامیاب ہو جائے تو یہ لڑکیاں قیامت کے روز جہنم کی آگ سے بچاؤ کا سامان بن جائیں گی۔ (بخاری، مسلم، مشکوہ)

نیز حضرت انس رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دو بیٹیوں کی پروش اور دیکھ بھال کر کے یہاں تک کہ وہ بلوغ کی حد تک پہنچ جائیں تو وہ شخص اور میں قیامت کے روز اس طرح ساتھ ہوں گے یہ کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ کی دو انگلیوں کو ملا کر دکھایا۔ (مسلم، مشکوہ)

اس طرح کی بشارت اور فضیلت اس شخص کے لئے بھی آئی ہے جو یتیم اور یتیمہ کی پروش حسن و خوبی سے کرے۔ مذکورہ بالا حدیثوں سے یہ بات اچھی طرح معلوم ہو گئی کہ لڑکیوں کے ساتھ حسن سلوک صرف ان کا حق ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر جہنم اور دوزخ سے بچاؤ اور نجات کا وعدہ بھی ہے اور اس پر مزید یہ کہ وہ قیامت کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنت میں بالکل قریب قریب اس طرح اور ساتھ ہوں گے جس طرح ایک ہاتھ کی باہم ملی ہوئی انگلیاں ساتھ ہوتی ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ بیٹیوں اور یتیموں، بے کسوں کے ساتھ حسن سلوک ان کی پروش پر آخرت کی داعی زندگی میں اس قدر انعامات اور نعمتیں ملتی ہیں کہ جن کا ہم تصویر بھی نہیں کر سکتے اور آخرت کی کامیابی ہی اصل کامیابی ہے تاہم ان کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی اچھی پروش کی وجہ سے دنیا کی اس فانی زندگی میں بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلامتی اور مدد شامل حال ہوتی ہے۔

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث شریف کا مفہوم ہے کہ:

جب کسی کے ہاں لڑکی پیدا ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ہاں فرشتے بھیجا ہے جو آکر یہ کہتے ہیں کہ اے گھروالو! تم پر سلامتی ہو اور وہ لڑکی کو اپنے پروں کے سایے میں لے لیتے ہیں اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ کمزور جان ہے جو ایک کمزور جان سے پیدا ہوئی ہے جو اس پنجی کی نگرانی اور پروش کرے گا قیامت تک اللہ تعالیٰ کی نصرت اور مدد شامل حال رہے گی۔ (طبرانی، مجمع الزوائد: ۱۵۶/۸)

اولاد میں برابری کا سلوک کیجئے!

حسن سلوک میں برابری بھی اولاد کا حق ہے، اولاد کے ساتھ ہمیشہ برابری کا سلوک کیجئے

اور اس معاملے میں بے اعتدالی سے بچنے کی پوری کوشش کیجئے اگر طبعاً کسی بچے کی طرف زیادہ میلان ہو تو وہ معذوری ہے لیکن سلوک و بر تاو اور لین دین میں ہمیشہ انصاف اور برابری کا لحاظ رکھئے اور کبھی کسی ایک کے ساتھ ایسا امتیازی سلوک نہ کیجئے جس کو دوسرا بچے محسوس کریں۔

کسی کو زیادہ دینا، کسی کو محروم رکھنا یا کم دینا عدل و انصاف کے اصولوں کے بھی خلاف ہے۔ اس کے علاوہ یہ امتیازی سلوک دوسرے بچوں میں احساسِ مکتری، مایوسی اور آخر کار بغاوت پیدا کر دیتا ہے اس کی وجہ سے اولاد میں باہم نفرت و بعض اور حسد پیدا ہوتا ہے جو فطری صلاحیتوں کے پروان چڑھنے میں زبردست رکاوٹ دین و تقویٰ اور روحانی ترقی کے لئے تباہ کن اور ہزار فتنوں کی جڑ ہے، نیز اولاد میں جس کے ساتھ نہ انصافی ہوگی اس کے دل میں والدین کی طرف سے میل آئے گا اور شکایت پیدا ہوگی اور بالآخر یہ اولاد بغاوت پر اترائے گی۔

ان سب وجہ سے نبی کریم ﷺ نے اولاد میں برابری کے سلوک اور ان کے درمیان عدل و انصاف کی سخت تاکید فرمائی ہے اور ان کے معاملے میں بے اعتدالی کو ظلم قرار دیا ہے۔ حضرت نعمان بن بشیر رض سے روایت ہے کہ میرے والد مجھے لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے اس بیٹی کو ایک غلام ہبہ کر دیا ہے آپ ﷺ نے ان سے پوچھا ”کیا تم نے ہر بیٹی کو اس طرح کا ایک غلام دیا ہے انہوں نے عرض کیا کہ نہیں (اور وہ کو تو نہیں دیا صرف اسی نعمان کو دیا ہے) آپ ﷺ نے فرمایا پھر تو یہ ٹھیک نہیں اور فرمایا کہ اس کو واپس لے لو ایک روایت میں ہے کہ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تمہاری اولاد یکساں طور پر تمہاری فرمانبرداری اور خدمت گزار رہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہاں یہ تو ضرور چاہتا ہوں تو آپ ﷺ فرمایا پھر ایسا نہ کرو (کہ ایک کو دو اور دوسرے کو محروم رکھو)۔

نعمان بن بشیر رض کی ایک دوسری روایت میں (یہی واقعہ اس طرح بیان کیا گیا) ہے کہ میرے والد نے (میری والدہ کے اصرار پر) میرے لئے کچھ ہبہ کر دیا تو میری والدہ عمرہ بنت رواحہ نے کہا کہ میں اس وقت خوش اور مطمئن ہوں گی جبکہ تم رسول اللہ ﷺ کو اس ہبہ کا گواہ بنادو گے چنانچہ میرے والد آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میری بیوی عمرہ بنت رواحہ سے میرا جو بچہ (نعمان) ہے میں نے

اس کے لئے کچھ ہبہ کیا ہے تو اس کی ماں نے مجھے تاکید کی ہے کہ میں آپ ﷺ کو گواہ بنادوں تو آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا تم نے اپنے دوسرا سب بچوں کے لئے بھی اتنا ہی ہبہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ نہیں آپ

ﷺ نے فرمایا:

(فَأَتَقْرُّبُوا إِلَّهُ وَأَعْدِلُوا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ)

”اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے ساتھ مساوات اور برابری کا سلوک کرو (حضرت نعمان ﷺ نے فرماتے ہیں کہ) میرے والدیہ سن کرو اپنے آئے اور ہبہ مجھ سے واپس لے لیا۔ ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: (لَا أَشَهَدُ عَلَى حَوْرٍ)

”میں ظلم کا گواہ نہیں بن سکتا۔“ (صحیح بخاری، صحیح مسلم دیکھئے مشکوٰۃ: باب العطا یا)

اس سے معلوم ہوا کہ اولاد کے معاملے میں بے اعتدالی کرنا اور ان کے درمیان امتیازی سلوک کرنا سخت ناپسندیدہ ہے البتہ یہ بات یاد رہے کہ یہ حکم اسی صورت میں ہے جبکہ یہ امتیازی سلوک کسی ایسی وجہ سے ہو جو شرعاً معتبر نہ ہو جیسا کہ مذکورہ بالاروایت سے بھی یہ اشارہ ملتا ہے کہ حضرت بشیر ﷺ کے ایک سے زائد بیویاں تھیں اور حضرت بشیر ﷺ نے صرف اس بیٹے کو ہبہ کر دیا تھا جو ان کی بیوی عمرہ بنت رواحہ کے لطفن سے تھا۔ بظاہر اس واقعہ میں حضرت نعمانؓ کے لئے کوئی معتبر شرعی وجہ موجود نہ تھی جس کی بنیاد پر وہ دوسرا بھائی، بہنوں سے زیادہ رحم و کرم کے مستحق ٹھہرتے۔ اس لئے علمائے کرام فرماتے ہیں کہ اگر امتیازی سلوک کے لئے کوئی معتبر شرعی وجہ موجود ہو اور خصوصی سلوک کی وجہ سے دوسرا بھائیوں کے اندر بغض و نفرت کے جذبات پیدا نہیں ہوتے تو تب یہ ترجیحی اور امتیازی برداشت ہو گا مثلاً اولاد میں سے کوئی کسی دائی یہماری میں مبتلا ہے یا وہ معدود رہے اور دوسرا بھائیوں کی طرح معاشی جدوجہد نہیں کر سکتا یا اولاد میں سے کسی نے اپنے آپ کو دین اسلام کی خدمت میں اس طرح لگادیا ہے کہ وہ معاشی جدوجہد میں زیادہ حصہ نہیں لے سکتا تو اس کے ساتھ خصوصی سلوک عدل و انصاف کے خلاف نہیں بلکہ مناسب حد تک یہ خصوصی سلوک جائز بلکہ ایک درجہ میں ضروری اور باعث اجر ہو گا۔

اولاد کے نکاح اور شادی کا بندوبست!

والد اور گھر کے سرپرست کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ جب بچہ یا پنچی نکاح کے قابل ہو جائے تو وہ اس کے نکاح کا بندوبست کرے اور اس کی شادی میں بلا وجہ تاخیر نہ کرے۔

حضرت علیؐ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا اے علی! تین باتوں کے کرنے میں دینہ کیا کرنا ایک نماز ادا کرنے میں جبکہ اس کا (مستحب) وقت ہو جائے۔ دوسرے جنازہ جبکہ وہ حاضر (اور تیار) ہو جائے۔ اور تیسرا بے خاوند عورت کے نکاح میں جبکہ اس کا (یعنی عورت کا ہم پلہ) مل جائے۔ (ترمذی، مشکوٰۃ: باب تَعْجِيلِ الصلوة)

حضرت ابوسعید اور حضرت عبد اللہ بن عباسؓ دونوں سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: ”جس کے گھر لڑکا (یا لڑکی) پیدا ہو جائے تو چاہئے کہ وہ اس کا اچھا نام رکھے اور اسے نیک آدب سکھائے جب وہ بالغ ہو جائے تو اس کا نکاح کر دے اور اگر وہ بالغ ہو جائے اور اس کا باپ (اس کے نکاح کرنے پر قادر ہونے کے باوجود) اس کا نکاح نہ کرے اور وہ اس کی وجہ سے گناہ میں بنتا ہو جائے تو اس کا باپ اس کے گناہ کا ذمہ دار ہو گا۔“ (بیہقی، مشکوٰۃ: باب الولی فی النکاح)

اس حدیث میں گھر کے سرپرستوں اور والدین کو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ جب ان کے ہاں اولاد پیدا ہو جائے تو پہلے وہ اس کا اچھا نام رکھیں کیونکہ اچھا نام بندے کی پوری زندگی پر اچھے اثرات مرتب کرتا ہے، پھر جب وہ ہوش سننجالے تو اس کی تعلیم و تربیت اور حسن ادب کی طرف توجہ دیں اور اس کو ضروری دینی تعلیم دلوائیں اور اسلامی عقائد و ہدایات اور احکام و آداب سکھالائیں، اس کے مطابق اس کی عملی اور اخلاقی تربیت بھی کریں اور اس کو اسلام کے رنگ میں رنگنے کی پوری کوشش کریں اور جب تعلیم و تربیت کا یہ مرحلہ گزر جائے اور وہ بالغ ہو جائے تو اس کے بعد اس کی شادی کی طرف فوراً متوجہ ہو جائیں تاکہ وہ جنسی جذبات کی مغلوبیت کا شکار ہو کر برائیوں کے راستہ پر نہ لگ جائے۔ افسوس ہے کہ ہمارے معاشرے میں اس بارے میں بڑی کوتاہی ہو رہی ہے پہلے تو اولاد کی تعلیم و تربیت سے غفلت برتنی جارہی ہے اور پھر جب وہ بالغ ہو جاتے ہیں تو پھر ان کی شادی کرانے میں حد سے زیادہ تاخیر کر دیتے ہیں۔ اس کی سب سے بڑی

وجہ یہ ہے کہ ہم نے نکاح و شادی کو بیجد بھاری اور بوجھل بنادیا ہے اور غیر اسلامی طریقوں کو اپنا کرشادی و نکاح کو ایک مشکل کام بنادیا ہے حالانکہ اگر ہم نکاح و شادی اس طرح کرنے لگیں جس طرح رسول اللہ ﷺ نے خود اپنی شادیاں اور اپنی صاحزادیوں کے نکاح کئے تھے اور جس طرح صحابہ کرام ﷺ نے آپ ﷺ کی اتباع میں اپنی اور اپنی اولادوں کی شادیاں کیں تو یہ کام اتنا ہلکا ہو جائے کہ جتنا ایک مسلمان کے لئے نماز جمعہ کا ادا کرنا۔ اس نکاح اور شادی میں بڑی خیر اور برکتیں ہیں جن سے ہمارا معاشرہ محروم ہے۔ آخر میں پھر ایک بار خلاصہ پڑھ لجئے۔

والدین کے فرائض!

- (۱) اولاد کو اللہ تعالیٰ کی نعمت سمجھیں، اس پر خوش ہوں اور ان کی صحبت کا خاص خیال رکھیں اور ان کو ضائع ہونے سے بچانے میں پوری کوشش کریں۔

(۲) پیدائش کے بعد پہلے ان کے کانوں میں اذان و اقامت کہیں۔

(۳) کسی بزرگ اور متین شخص سے "تحنیک" کرائیں۔

(۴) ساتویں دن عقیقہ کریں یا اس کی خوشی میں کچھ نہ کچھ صدقہ کریں۔

(۵) ساتویں دن اس کے سر کے بال اور میل کچیل بھی صاف کریں۔

(۶) بچے کا نام اچھا اور اسلام کے مطابق رکھیں۔

(۷) ابتداء ہی سے برابر اس کی دینی تعلیم و تربیت اور حسن ادب کا خوب خیال رکھیں اور اس میں کسی قسم کی کوتا ہی نہ کریں۔

(۸) اولاد میں برابری کا سلوک کریں ان کے معاملے میں بے اعتدالی سختی کے ساتھ پرہیز کریں بلا وجہ کسی کے ساتھ کوئی خصوصی برداونہ کریں اور نہ لڑکیوں پر لڑکوں کو ترجیح دیں۔

(۹) پاک رزق سے ان کی پرورش کریں اور ان کو احساس کمتری و مایوسی میں مبتلا نہ کریں اور نہ ان کو خود سر بنائیں بلکہ شفقت و پیار کے ساتھ ساتھ بھی کبھی ان سختی بھی کریں اور ان کو جفا کاشی کا بھی عادی بنائیں۔

(۱۰) جب اولاد نکاح کے قابل ہو جائے تو ان کے نکاح کا جلد بندوبست کریں۔

(۱۱) مذکورہ بالاتمام عملی تدبیروں کے ساتھ ساتھ دل کی گہرائیوں کے ساتھ اولاد کے حق میں دعا بھی کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو نیک، صالح، متقدی، مجاهد اور دین اسلام کا حقیقی معنوں میں خادم اور داعی بنائے۔

## والدین کے حقوق اولاد پر!

ولاد کے وجود کا محسوس سبب اور راستہ ان کے والدین ہیں اور ان کی پروش بھی والدین کے توسط سے ہوتی ہے اس لئے حسن سلوک اور احسان کے اعتبار سے مخلوق میں سب سے بڑا حق والدین کا ہے۔ ماں، باپ کے حق کی اہمیت اور عظمت کا اندازہ اس سے کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جگہ جگہ ماں، باپ کے حق کو اللہ تعالیٰ کی توحید اور عبادات کے ساتھ ساتھ بیان کیا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی شکرگزاری کی تاکید کے ساتھ ساتھ ماں، باپ کی شکرگزاری کی تاکید کی ہے۔

والدین کے حقوق کی فہرست بہت طویل ہے تاہم شریعت مطہرہ نے کچھ ایسے حقوق اور امور بیان فرمائے ہیں جو زیادہ اہمیت کے حامل ہیں اور جن کا عاظض ضروری ہے یہاں انہی امور اور حقوق کو ذکر کیا جائے گا، وہ حقوق اور امور یہ ہیں:

(۱) والدین کا شکرگزار رہنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنِّي أَشْكُرُ لِي وَلِوَالِدِينِ﴾

”(ہم نے وصیت کی) کہ میرا شکر کرو اور اپنے والدین کا شکر کرو۔“ (لقمان: آیت ۱۲)

اس آیت کریمہ کے پہلے حصہ میں اور اسی طرح دوسری جگہ بھی اللہ تعالیٰ نے ماں، باپ کے دکھ و تکلیف کا تذکرہ فرمایا ہے یہ وہی دکھ، تکلیف اور مشقت ہے جو والدین اپنے بچے کے بارے میں اٹھاتے ہیں جن کا ہم اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ سب سے زیادہ تکلیف اور مشقت ماں برداشت کرتی ہے وہ حمل کے زمانے میں دکھ پر دکھ اٹھاتی ہے اور ضعف پر ضعف برداشت کرتی ہے، پھر وضع حمل کے دوران میں کو سخت جسمانی درد و تکلیف اور باپ کو ہنسی تکلیف ہوتی ہے، وضع حمل کے بعد دو برس تک ماں دودھ پلاتی ہے اس دوران میں، باپ سخت تکلیفیں برداشت کرتے ہیں اور اپنے آرام و راحت

کواس کے لئے قربان کر دیتے ہیں، پچھے بیمار ہو جا ہے تو ماں، باپ کی نیند حرام ہو جاتی ہے، گود میں اس کو لئے پھرتے ہیں، ڈاکٹروں اور حکیموں کے پاس آتے ہیں، پچھے گود میں پیشاب اور بستر پر پاخانہ کر رہا ہے اور روز رو زاس کے کپڑے بدلتے جارہے ہیں یہ سب کچھ والدین انتہائی شفقت و بشاشت سے کرتے ہیں، اس طرح پچھے والدین ہی کی پرورش اور نگرانی میں پھلتا پھوتا ہے، شعور وحد بلوغ تک پہنچ جاتا ہے اس محنت، مشقت اور محبت کا صلہ ظاہر ہے یہ ہونا چاہئے کہ ان کی عظمت، عقیدت، احسان مندی اور محبت سے اس کا دل سرشار ہو اور وہ اپنے ماں، باپ کا شکرگزار ہو اور یہ شکرگزاری صرف زبانی نہ ہو بلکہ ماں، باپ کی فرمانبرداری دل و جان سے ہو۔

(۲) والدین کے ساتھ احسان اور اچھا سلوک کریں ان کی دل و جان سے خدمت کیجئے اس احسان اس خدمت کو دنیا و آخرت کی کامیابی کا ذریعہ سمجھئے۔

اللَّهُ تَعَالَى كَا رِشَادٌ هُنَّا:

﴿وَقَضَى رَبُّكَ أَن لَا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْمُوْلَى اللَّدِينَ إِحْسَانًا﴾

”اوہ تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے سو اکسی کی عبادت نہ کرو اور ماں، باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔“ (بنی اسرائیل: ۲۳)

والدین کی خدمت نفلی جہاد سے بھی بہتر ہے!

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور جہاد میں شریک ہونے کی اجازت مانگی آپؓ نے فرمایا۔ کیا تمہارے ماں باپ زندہ ہیں؟ اس نے عرض کیا ہاں آپؓ نے فرمایا: ”فَإِنْهُمْ مَا فَاجَاهُدُ“ (پھر تم انہی میں (رہ کر) جہاد کرو) یعنی پوری محنت اور محبت کے ساتھ ان کی خدمت میں لگا رہ اور ان کی خدمت میں جو مال و جان خرچ کرو گے تمہارے لئے یہ بھی ایک طرح کا جہاد ہوگا۔ (بخاری و مسلم: کتاب الجہاد)

اس حدیث کا تعلق نفلی جہاد سے ہسپنی کریمؓ کو کسی وجہ سے اس کے بارے میں یہ معلوم ہو گیا تھا کہ اس آدمی کے ماں، باپ اس کی خدمت کے محتاج ہیں اور یہ ان کو چھوڑ کر ان کی اجازت کے بغیر

جہاد کے لئے آگیا ہے اس لئے آپ نے اس کو یہ حکم دیا کہ وہ گھر واپس جا کر ماں، باپ کی خوب خدمت کرے کیونکہ ایسی حالت میں ماں، باپ کی خدمت مقدم ہے۔ ہاں اگر جہاد فرض عین ہو جائے اور نفیر عام کا اعلان ہو جائے تو پھر والدین کی اجازت کی حاجت نہیں ہے بلکہ وہ منع بھی کریں اور جہاد میں جانے سے روکیں تو ان کا حکم نہیں مانا جائیگا البتہ نفلی جہاد میں جبکہ جہاد فرض نہ ہوا اور ماں، باپ مسلمان ہوں تو ایسی صورت میں ماں، باپ کی اجازت کے بغیر جہاد میں شرکت کے لئے گھر سے نہ جائے۔ علماء فرماتے ہیں کہ یہی حکم نفلی حج، نفلی نماز اور نفلی روزوں کا بھی ہے کہ اگر ان نفلی عبادات کی وجہ سے والدین کی خدمت میں کوتا ہی ہو تو ایسی صورت میں نفلی عبادات نہیں کرنی چاہئے۔

ماں، باپ اولاد کی جنت ہیں یادو زخ ہیں!

حضرت امامہ رض سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ!

والدین کا ان کی اولاد پر کیا حق ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

(هُمَا جَنَّتُكَ وَنَارُكَ)

”وہ دونوں تیری جنت یا تیری (جہنم کی) آگ ہیں۔“ (سنن ابن ماجہ، مشکوہ)

مطلوب یہ ہے کہ ماں، باپ کے ساتھ حسن سلوک کا برداشت کرنا، ان کو راضی رکھنا، ان کی خدمت کرنا زندگی بھراں کے آرام و راحت کی فلکر کرنا، ان کی فرمانبرداری کرنا جنت میں جانے کا سبب ہے اور ان کی نافرمانی کرنا، ان کو ستانا ان کو ناراض کرنا دوزخ میں جانے کا سبب ہے۔

بوڑھے ماں، باپ کی خدمت میں کوتا ہی کرنے والا بد جنت ہے!

حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ آدمی ذلیل ہو اور رسوا ہو،

کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کون؟ (ذلیل و رسوا ہو) آپ ﷺ نے فرمایا:

”وہ بد نصیب جوماں، باپ کو یادوں میں سے کسی ایک ہی کو بڑھاپے کی حالت میں پائے پھر (ان کی خدمت اور ان کا دل خوش کر کے) جنت کو حاصل نہ کرے۔“ (مسلم، مشکوہ)

ماں، باپ کی خدمت کرنا ہر وقت ضروری ہے تاہم جب ماں، باپ بڑھاپے کی عمر میں پہنچ جائیں تو

اس وقت وہ خدمت اور راحت رسانی کے زیادہ محتاج ہوتے ہیں اس حالت میں ان کی خدمت کرنا، ان کا دل خوش رکھنا اللہ تعالیٰ کے نزد یک نہایت محبوب اور مقبول عمل ہے اور جنت تک پہنچانے کا بہترین اور آسان راستہ ہے۔ لہذا جس بندے کو اللہ تعالیٰ یہ موقع میسر فرمائے پھر وہ ان کی خدمت نہ کرے اور اس موقع کو ضائع کر کے جنت حاصل نہ کرے تو وہ شخص بہت بڑا بد نصیب اور محروم ہے، اللہ تعالیٰ محرومی سے بچائے۔ آمین

والدین اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کی دنیوی برکات!

حضرت انس رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں وسعت و فراخی اور اس کی عمر دراز کی جائے تو اس کو چاہئے کہ وہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرے۔ (بخاری، مسلم، متفقہ)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

جس شخص کو یہ پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کی عمر دراز کرے اور اس کا رزق بڑھائے تو اس کو چاہئے کہ وہ اپنے ماں، باپ کے ساتھ حسن سلوک کرے اور (رشتہ داروں کے ساتھ) صدر حرجی کرے۔ (رواه احمد و رجالہ رجال صحیح کذا فی مجمع الزوائد: ۱۳۶/۸)

ایک روایت میں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”اپنے ماں باپ کی خدمت اور فرمانبرداری کرو تو تمہاری اولاد تمہاری فرمانبردار اور خدمت گزار ہوگی۔“ (طبرانی، مجمع الزوائد)

خدمت اور حسن سلوک کافر اور مشرک والدین کا بھی حق ہے!

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَى أَنْ تُشْرِكَ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبُهُمَا فِي

الدُّنْيَا مَغْرُورٌ فَأَنَّ

”اگر ماں، باپ دونوں تجھ پر دباؤ (اور زور) ڈالیں کہ تو میرے ساتھ ایسی چیز کو شریک بنائیں

کامنیں کوئی علم نہیں تو ان کی بات (ہرگز) نہ مانو اور دنیا میں ان کے ساتھ نیک بر تاؤ کرتے رہو۔“ (لقمان: ۱۳)

اس آیت کریمہ سے جس طرح یہ بات اچھی طرح معلوم ہو گئی کہ غیر مسلم والدین کا یہ حق ہے کہ ان کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے، اسی طرح اس سے یہ بات بھی اچھی طرح ثابت ہو گئی کہ اگر ماں باپ کا حکم اللہ تعالیٰ کے حکم سے نکلائے تو اس وقت اللہ تعالیٰ کا حکم یہنا ہو گا اور والدین کا حکم چھوڑ دینا ہو گا۔

حضرت اسمابنت ابی بکر رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آله و سلم اور قریش مکہ کے (صلح حدیبیہ والے) معاهدہ کے زمانے میں میرے پاس میری والدہ ایسی حالت میں (مدینہ منورہ) آئیں کہ وہ اس وقت مشرکانہ مذہب پر قائم تھی تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آله و سلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میری والدہ میرے پاس آئی ہے اور وہ راغبہ ہیں تو کیا میں اس کی خدمت کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ و آله و سلم نے فرمایا ہاں اس کے ساتھ حسن سلوک اور صلحی کرو۔ (بخاری، مسلم، مشکوہ)

اس سے معلوم ہوا کہ والدین اگر مشرک بھی ہوں تب بھی ان کی ضروریات پوری کرنی چاہئیں اور ان کی خدمت اور ان کے ساتھ نیک سلوک کرنا چاہئے۔

(۳) ماں باپ کی ذل و جان سے اطاعت کیجئے، ان کو خوش رکھئے اگرچہ ان کے کچھ مطالبے آپ کے ذوق اور مزاج پر گراں ہوں تب بھی ان کی اطاعت کریں بشرطیکہ وہ دین اسلام اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف نہ ہوں۔

والدین کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور ان کی نافرمانی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے!

حضرت عبداللہ بن عباس رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آله و سلم نے ارشاد فرمایا: ”جس شخص نے اس حال میں صحیح کی کہ وہ والدین کے حق میں اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار ہو (یعنی شریعت مطہرہ کے مطابق ان کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے اور ان کی بات مانتا ہے) تو وہ اس حال میں صحیح کرتا ہے کہ اس کے لئے جنت کے دوروازے کھلے ہوئے ہوتے ہیں، اور اگر ماں باپ میں سے ایک موجود ہو اور اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرمانبرداری کرتے ہوئے صحیح کی ہو تو وہ اس حال میں صحیح کرتا ہے کہ اس کے لئے جنت کا ایک لئے ”راغبہ“ کے دو معنی ہیں: ایک یہ کہ ”وہ اسلام سے تنفر اور بیزار ہیں“ اور دوسرے معنی یہ کہ وہ ”خواہشمند ہے“ (یعنی وہ اس بات کی توقع اور خواہش رکھتی ہیں کہ میں اس کی کچھ مالی و جانی خدمت کروں)۔

دروازہ کھلا رہتا ہے۔ اور جس شخص نے اس حال میں صحیح کی کہ وہ اپنے والدین کے حق میں اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہو (یعنی والدین کے حقوق کو ادا نہیں کرتا) تو وہ اس حال میں صحیح کرتا ہے کہ اس کے لئے دوزخ کے در دروازے کھلے رہتے ہیں اگر ماں، باپ میں سے ایک موجود ہو اور اس کے بارے میں وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہوئے صحیح کرے تو وہ اس حال میں صحیح کرتا ہے کہ اس کے لئے جہنم کا ایک در دروازہ کھلا رہتا ہے، یہ سن کر ایک شخص نے عرض کیا کہ اگرچہ ماں، باپ نے اس پر ظلم کیا ہو (تب بھی یہی حکم ہے) آپ نے فرمایا اگرچہ ماں، باپ نے اس پر ظلم کیا ہوا اگرچہ ماں باپ نے اس پر ظلم کیا ہوا اگرچہ ماں باپ نے اس پر ظلم کیا ہو۔ (بیہقی، مشکلۃ)

”اگرچہ ماں، باپ نے اس پر ظلم کیا ہو، یہ جملہ آپ ﷺ نے تین بار فرمایا یہ ماں، باپ کی اطاعت، فرمانبرداری اور صحن سلوک کی اہمیت کو ظاہر کرنے اور ان کے حقوق کو ادا کرنے کی شدت تاکید کی بنا پر ہے کہ اولاد کو چاہئے کہ وہ بہر حال اپنی ذمہ داری کو پورا کریں، اگر ماں، باپ اپنی ذمہ داری پوری نہیں کرتے اور ظلم پر اتر آئیں ہیں تو ان کے ظلم کا و بال انہی پر پڑے گا اور ان سے اس کی پوچھ ہو گی لیکن اولاد کو چاہئے کہ وہ بہر حال والدین کی اطاعت اور خدمت کریں اسی میں اولاد کی نجات ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”اللہ تعالیٰ کی رضامندی (اور خوشی) والد کی رضامندی (اور خوشی) میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے۔

(ترمذی، مشکلۃ)

**نوت!** اس حدیث میں ”والد“ کا الفاظ آیا ہے اور یہی حکم والدہ کا بھی ہے کیونکہ ماں کا حق تو والد سے بھی زیادہ ہے جیسا کہ اس کا بیان ان شاء اللہ تعالیٰ آگئے گا۔

**والدین کی نافرمانی کا و بال!**

حضرت ابو بکر رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ (شرک کے علاوہ) تمام گناہ ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان میں سے جس قدر چاہتا ہے بخش دیتا ہے مگر ماں، باپ کی نافرمانی کو نہیں بخشتا بلکہ اللہ تعالیٰ تو ماں، باپ کی نافرمانی کرنے والے کو مت سے پہلے اس کی زندگی میں جلد ہی سزا دے دیتا ہے۔ (بیہقی، مشکلۃ)

مذکورہ بالروایتیں سے ثابت ہے کہ والدین کی اطاعت اور ان کو خوش رکھنا از حد ضروری ہے اور ان کی رضامندی میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے اور ان کی ناراضگی میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے البتہ خلاف شرع میں ان کی اطاعت نہیں کی جائے گی جیسا کہ اس کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔

(۲) والدین کا ادب و احترام کریں ان سے محبت رکھیں، ان کے سامنے عاجزی اور انگساری کریں، ان کی ایذاء سانی اور ان کے دل کو دکھ پہنچانے اور ان کی بے ادبی سے سخت پر ہیز کریں۔

والدین کی بے ادبی اور ان کو ایذا حرام ہے!

اللہ تعالیٰ والدین کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں۔

﴿إِمَّا يَلْعَنَ عِنْدَكُ الْكِبَرَ أَحْذِهِمَا وَإِلَهُمَا فَلَا تَقْلُ لَهُمَا أَفْ وَلَا تَنْهَهُمَا وَأَفْ﴾

لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا وَاحْفَصْ لَهُمَا جَنَاحَ الدُّلُّ مِنَ الرَّحْمَةِ ﴾

”اگر وہ (یعنی ماں، باپ) تیرے سامنے بڑھا پے کوئی بچنے جائیں ان میں سے ایک یادوں تو ان کو اف (تک) نہ کہو اور نہ ان کو جھٹکو اور ان سے ادب و احترام کے ساتھ بات کرو اور ان کے لئے رحم لانہ (اطاعت اور) بجز کے بازو جھکاؤ۔“ (بنی اسرائیل: آیت ۲۲-۲۳)

ان آیتوں میں بڑھا پے تک بچنے جانے کا حوالہ دیا گیا ہے یہ صرف اس لئے ہے کہ اس عمر میں جا کر اکثر لوگوں کو بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں اور زیادہ بڑھا پے میں اعصاب بھی کمزور پڑ جاتے ہیں برداشت کم ہو جاتی ہے تنگ دلی اور کمزوری کی وجہ سے غصہ بھی زیادہ آتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ کسی کاروبار اور روزی کمانے کے قابل بھی نہیں ہوتا، دوسری طرف وہ اس وقت خدمت کا زیادہ محتاج ہوتا ہے یہی وقت ایسا ہوتا ہے کہ ان لوگوں کو ماں، باپ ایک بوجھ محسوس ہوتے ہیں جو اپنے ماں، باپ کی ان سابقہ قربانیوں اور جاں فشنائیوں کو بھول جاتے ہیں جو انہوں نے ان کے لئے بچنے میں کمی ہوتی ہیں وہ اتنا نہیں سوچتا کہ ایک دن وہ تھا جبکہ وہ ایک گوشت کے ٹکڑے کی صورت میں والدین کی گود میں آیا تھا اور انہوں نے طرح طرح کی مصیبیں اٹھا کر اس کی پروردش کی اور آج اس طرح اس کے والدین بڑھے ہو کر اس کے حوالے ہو گئے حالانکہ انہی والدین کی خدمت اور خوش رکھنے میں دنیا و آخرت کی کامیابی اور فائدے نہیں بلکہ یہ اس

کا ایک فرض ہے کہ ان کے احسانات کا کچھ نہ کچھ بدلہ احسان کی صورت میں دے چونکہ ہر شخص اس بات کو یاد نہیں رکھتا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اسی بات کی یاد دہانی فرمائی اور ان کے بڑھاپے کا ذکر کیا اور نہ مال، باپ کا احترام و ادب اور ان کی فرمانبرداری ہمیشہ واجب ہے جیسا کہ اس کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔

ان آئینوں میں جو ہدایات اور احکامات دیئے گئے وہ یہ ہیں:

(۱) والدین کی کسی طرح بھی دل آزاری نہ کریں اور نہ بے ادبی کا کوئی کلمہ ان کے سامنے نہ لیں یہاں تک کہ ان کو ”اف“، بھی نہ کہیں جب ان کے سامنے ”اف“ کہنے کی بھی اجازت نہیں تو ان کو جھٹکنا اور ڈامنہ کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ لیکن پھر بھی واضح فرمانے کے لئے خاص طور سے جھٹکنے اور ڈامنہ کی صاف اور واضح لفظوں میں ممانعت فرمادی۔

(ب) والدین کے ساتھ ادب و احترام والی شریفانہ بات کریں اور ان کے سامنے کوئی بھی ایسی بات اور حرکت نہ کریں جو ان کے ادب و احترام کے خلاف ہو۔

(ج) والدین کی خدمت اور ان کی اطاعت عاجزی و انکساری، محبت و شفقت سے کیجئے۔ (یعنی ان کی خدمت و اطاعت، فرمانبرداری اور ان کے سامنے یہ عاجزی و انکساری تمام تر ایسی شفقت اور محبت پر بنی ہو کہ اس میں کسی اور جذبہ کا کوئی دخل نہ ہو) جیسا کہ انہوں نے تمہارے بچپن میں تمہیں صرف دلی محبت و شفقت کے بازوؤں کے نیچے چھپائے رکھا تھا۔ محض مہربانی اور حرم کی بنیاد پر تمہاری خوشی اور حفاظت کے لئے دن، رات ایک کیا تھا۔ خلاصہ یہ کہ صرف ظاہری خدمت اور اطاعت مطلوب نہیں بلکہ پاکیزہ دلی جذبہ محبت اور دلی لگاؤ بھی مطلوب ہے۔

(۵) والدین کے لئے برابر دعا کیجئے۔ (یعنی یہ دعا ان کی زندگی میں بھی اور ان کی وفات کے بعد بھی برابر اور مسلسل ہونی چاہئے۔)

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَارَيْنِي صَغِيرًا﴾

”اور دعا کرو کہ اے میرے رب! ان دونوں پر رحم فرماجس طرح انہوں نے بچپن میں میری

پرورش کی تھی۔“ (سورہ بنی اسرائیل: ۲۳)

یہاں والدین کی خدمت اور ان کی اطاعت کے ساتھ ساتھ ان کے لئے دعا کرتے رہنے کی بھی تاکید کی جا رہی ہے کہ اے میرے رب! بچپن کی بے بسی میں جس طرح شفقت و رحمت اور مہربانی سے انہوں نے میری پرورش کی اور میری خاطر اپنا عیش اور نیند و آرام کو قربان کیا اسی طرح اس بڑھاپے میں تو ان پر اپنی محبت اور رحمت نازل فرمائیں تو ان کو کوئی بد نہیں دے سکتا تو ہی ان پر حرم فرم اور ان کو اجر عظیم نصیب فرم۔  
اور قرآن مجید نے ماں، باپ کے لئے یہ دعا بھی سکھائی کہ:

﴿رَبَّنَا أَغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُولُ الْحِسَابُ ط﴾

”اے ہمارے رب! میری مغفرت فرم اور میرے والدین کی اور مومنین کی اس روز حکمہ حساب

قام ہو گا۔“ (ابراهیم: ۲۱)

ماں، باپ کو محبت و احترام کی نظر سے دیکھنے کی فضیلت!

حضرت عبداللہ بن عباس رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

”ماں، باپ کے ساتھ نیکی کرنے والا جوڑ کا بھی اپنے والدین کو محبت و احترام کی نظر سے دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی ہر نظر کے بد لے ایک مقبول (نفلی) حج کا ثواب لکھتا ہے صحابہ کرام رض نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگرچہ وہ دن بھر میں سوم رتبہ دیکھے تو آپ ﷺ نے فرمایا ”ہاں، اللہ تعالیٰ (تمہارے تصور سے) بہت بڑا اور (تگ) دلی جیسے عیوب سے بالکل پاک اور) بہت پاکیزہ ہے۔“ (بیہقی، مشکوہ)

ماں، باپ کے لئے دعا کی فضیلت!

حضرت انس رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”بلاشہ (ایسا بھی ہوتا ہے) کہ بندہ کے ماں، باپ وفات پا جاتے ہیں یادوں میں سے ایک وفات پا جاتا ہے اس حال میں کہ یہ شخص ان کی نافرمانی کرتا رہا پھر ان کی موت کے بعد وہ ان کے لئے ہمیشہ (چے دل سے) دعا کرتا رہتا ہے اور ان کے لئے استغفار کرتا رہتا ہے (اور اپنی سابقہ نافرمانیوں پر نادم ہو کر اس طرح اپنے قصور کی تلافی کرنا چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ماں، باپ کا فرمانبردار (اور ان کے

ساتھ حسن سلوک کرنے والا) قرار دیتا ہے۔“ (بیہقی، مشکوٰۃ)

ماں، باپ کے لئے اخلاص والحاج سے رحمت و مغفرت کی دعا نہیں کرنا ایسا عمل ہے جو والدین کے لئے قبر میں راحت و سکون کا ذریعہ بنتا ہے اور اس عمل کے ذریعے اللہ تعالیٰ ایک طرف والدین کی نارانگی اور ناخوشی کو ختم کر دیتا ہے تو دوسری طرف اس سے اولاد کے ان قصوروں کی کچھ تلافی بھی ہو جاتی ہے جو ماں، باپ کی فرمانبرداری اور خدمت میں ان سے ہوتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو والدین کی نافرمانی اور ان کی ایذا رسانی سے بچائے اور ان کے حق میں جو کوتا ہیاں ہوئی ہیں ان کو معاف کر دے۔ آمین

(۶) والدین کے کئے ہوئے عہد و پیمان اور وصیت کو پورا کریں اور ان کے ذمہ کیا کا قرض رہ گیا ہو تو اس کو ادا کریں۔ (یعنی ماں، باپ نے اپنی زندگی میں کسی کو کچھ مال دینے کا وعدہ کیا ہو یا اللہ تعالیٰ کے نام کوئی نذر مانی ہو یا ان کے ذمہ کچھ قرض رہ گیا ہو اور وہ ان کو ادا کرنے کا موقع نہ پاس کا ہو یا مرتبے وقت کچھ وصیتیں کی ہوں تو اولاد کو چاہئے کہ وہ اپنی حتی المقدور کو شش سے ان سارے کاموں کو پورا کریں۔)

حضرت عبداللہ بن عباس رض سے روایت ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رض نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آله و سلم سے اس نذر کے متعلق مسئلہ پوچھا جوان کی ماں نے مانی تھی اور اس کو پورا کرنے سے پہلے وہ مرگی تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ و آله و سلم نے حضرت سعد رض کو فتویٰ دیا کہ وہ اپنی ماں کی طرف سے اس نذر کو پورا کریں۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

(۷) باپ کے دوستوں اور مال کی سہیلیوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا اور ان کا احترام کرنا۔

والدین کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک کی اہمیت!

ایک حدیث میں ہے کہ ”ماں، باپ کے دوستوں (اور سہیلیوں) کا اکرام کیا جائے۔ (ابوداؤ دوامن ماجہ، مشکوٰۃ)

حضرت عبداللہ بن عمر رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آله و سلم نے فرمایا ”(باپ کے ساتھ) سب سے بڑے حسن سلوک میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کوئی بندہ اپنے باپ کی غیر حاضری میں (خواہ وہ وفات پا گیا ہو یا کہیں سفر پر چلا گیا ہو) اس کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک کرے۔ (مسلم، مشکوٰۃ)

نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ و آله و سلم کا ارشاد ہے کہ:

”اپنے باپ کی دوستی کا خیال رکھوں کو قطع نہ کرو ورنہ (کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی دوستی قطع کرنے کی وجہ سے) اللہ تعالیٰ تمہارا نور بچھا دے گا۔“ (الادب المفرد للبخاری)

(۸) ماں، باپ کی قبر پر بھی کبھی کبھی جانا چاہئے۔

ماں، باپ کی قبر پر جا کر عبرت حاصل کریں اور موت کو یاد کریں اور والدین کے لئے کچھنہ کچھ پڑھ کر ایصالِ ثواب کریں اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے بخشش، رحمت اور ترقی درجات کی دعا میں کریں قبرستان جا کر بدعتوں اور شرکیہ کاموں سے سخت پر ہیز کریں، قبرستان جانا آپ کے لئے عبرت، آخرت اور موت کی یاد ہے، اپنے اقرباء اور مسلمانوں کے ساتھ وفاداری کا ثبوت دینا ہے نہ کہ اس کوشک و بدعت اور استعانت بغیر اللہ کا اڈہ بنانا ہے۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جس نے ہر جمعہ کو اپنے والدین کی یا ان میں سے ایک کی قبر کی زیارت کی تو اس کی مغفرت کر دی جائے گی اور ماں، باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے والوں میں لکھ دیا جائے گا۔ (بیهقی مرسلًا کذافی المشکوہ)

ماں کا حق باپ سے بھی زیادہ ہے!

حسنِ سلوک میں ماں کا زیادہ خیال رکھنا چاہئے۔ حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ (رشتہ داروں میں) مجھ پر خدمت اور حسنِ سلوک کا سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟ آپ رض نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری والدہ، پھر تمہاری والدہ، پھر تمہاری والدہ، پھر (اس کے بعد) تمہارے باپ کا حق ہے پھر جو ان کے بعد قریبی رشتہ دار ہوں۔ (بخاری، مسلم تفصیل کے لئے دیکھئے مشکوہ: باب البر والصلة)

خدمت اور حسنِ سلوک کے بارے میں ماں کا حق باپ سے زیادہ اور مقدم ہے کیونکہ ماں حمل اور ولادت اور پھر دودھ پلانے اور پالنے کی محنت و مشقت برداشت کرتی ہے اس لئے ماں کی خدمت اور اس کی دلکشی بھال باپ سے بھی زیادہ ضروری ہے ماں جانی اور مالی خدمت کی محتاج اور ضرورت مندرجہ بھی زیادہ ہوا کرتی ہے کیونکہ وہ اپنی ضروریات کے لئے باہر کسب معاش کی دوڑ دھوپ بھی نہیں کر سکتی اور وہ طبعاً کمزور بھی ہوتی

ہے اس لئے خدمت گزاری اور مالی امداد و عطا میں ماں کا حق زیادہ ہے البتہ اعزاز، احترام، ادب و تعظیم میں باپ کا حق ماں پر مقدم ہے۔

**والدین کو گالی دینا تو کجا ان کو گالی دلوانا بھی گناہ کبیرہ ہے!**

والدین کا ادب و احترام اور ان کی خدمت کے بارے میں قرآن مجید اور احادیث میں جو کچھ بیان ہوا ہے وہ بہت زیادہ ہے اگر ان تمام کو جمع کیا جائے تو ان آئیوں اور روایتوں سے ایک ضخیم کتاب بن جائے گی یہاں جو کچھ لکھا گیا نہایت ہی اختصار کے ساتھ اور بطور نمونہ تھوڑا سانقل کیا ہے۔ آخر میں ایک حدیث کو نقل کروں گا جس سے اندازہ ہو گا کہ والدین کی عزت، احترام اور ان کی حفاظت کس قدر ضروری ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کبیرہ گناہوں میں سے یہ بھی ہے کہ آدمی اپنے ماں، باپ کو گالی دے، صحابہ کرام رض نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا کوئی اپنے ماں، باپ کو بھی گالی دے سکتا ہے؟ آپ رض نے فرمایا ”ہاں“، (اس کی صورت یہ ہے کہ) کوئی آدمی کسی دوسرے کے ماں، باپ کو گالی دے تو وہ جواب میں اس کے ماں، باپ کو گالی دے گا۔ (تو گویا اس نے خود ہی اپنے ماں، باپ کو گالی دلوائی) (صحیح بخاری، مسلم، متنلوة)

**والدین کے حقوق کا خلاصہ!**

والدین کے اہم حقوق کا خلاصہ یہ ہے۔

(۱) والدین کا شکر گزار رہنا۔

(۲) والدین کے ساتھ حسن سلوک اور نیک برتاؤ کرنا اپنی جان و مال سے ان کی خدمت کرنا اور اس خدمت کو دنیا و آخرت کی کامیابی کا ذریعہ سمجھنا۔

(۳) والدین کی دل و جان سے اطاعت اور فرمانبرداری کریں، ان کو خوش رکھنے بشرطیکہ ان کی اطاعت اور خوش رکھنے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی نہ ہو مثلاً اگر وہ حکم دیں کہ فرض نہ پڑھیں یا کسی کو ناحق قتل کر دیں یا گالیاں دیں وغیرہ تو ان کی ایسی بالتوں کو پورا نہ کریں جن میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی ہو۔

(۴) والدین کا ادب و احترام کریں اور ان سے محبت کریں، ان پر محبت اور شفقت بھری نگاہ ڈالیں، اپنی آواز کو ان کی آواز پر اونچانے کریں اور نہ بلا ضرورت ان کے آگے چلیں اور نہ ان کو ان کے نام سے پکاریں اور نہ اپنے اہل و عیال کو ان پر ترجیح دیں، نہ ان کو کسی قسم کی ایذا و تکلیف پہنچائیں اگرچہ ان کی طرف سے کوئی زیادتی ہوا و ان کے سامنے عاجزی اور انکساری اور ادب سے پیش آئیں اور شریفانہ بات کریں۔

(۵) والدین کے لئے برابر دعا کیجئے ان کی زندگی میں بھی اور ان کی وفات کے بعد بھی ان کے لئے دعائے مغفرت اور رحمت کریں۔

(۶) والدین کے ذمہ جو قرض رہ گیا ہو اور انہوں نے جو عہد و پیمان کئے ہیں یا نذر مانی ہے یا ان کے ذمہ جرہ گیا ہے وغیرہ وغیرہ ان تمام امور کو ادا کرنے اور پورا کرنے کی حقیقت المقدور کوشش کریں اور ان کو نوافل، صدقات اور ذکر و اذکار کا ایصال ثواب بھی کیا کریں۔

(۷) والدین کے دوستوں اور ملنے والوں کے ساتھ تعلق برقرار رکھیں ان کے ساتھ بھی حسن سلوک اور نیک برتاو کریں۔

(۸) کبھی کبھی والدین کی قبر کی زیارت کریں۔

### رضاعی ماں کے حقوق!

رضاعی ماں کے ساتھ بھی حسن سلوک کریں، اس کی خدمت کریں اور اس کے سامنے بھی ادب و احترام سے پیش آئیں۔ حضرت ابوظیلؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ کو شت تقسیم فرمائے ہیں اتنے میں ایک عورت آئی اور نبی کریم ﷺ کے بالکل قریب پہنچ گئیں، آپ ﷺ نے ان کے لئے اپنی مبارک چادر بچھا دی جس پر وہ بیٹھ گئیں، یہ ماجرا دیکھ کر میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ صاحبہ کون ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ آپ ﷺ کی وہ ماں ہیں جنہوں نے آپ ﷺ کو دودھ پلایا تھا۔ (ابوداؤد، مشکوہ)

لہذا جو کسی عورت کا دودھ پی لے تو اس کے ساتھ اس کے شوہر کے ساتھ اور اس کی اولاد کے ساتھ حسن سلوک اور نیک برتاو کرنا چاہئے۔

### والدین کے علاوہ دوسرے رشتہداروں کے حقوق!

انسان کے اصل رشتہدار تو ماں، باپ ہی ہیں جن سے وہ پیدا ہوا ہے اور دوسری رشتہدار یا انہی کے رشتہ کی وجہ سے پیدا ہوئیں باپ کا باپ، دادا اور اس کی والدہ ”والدی“ اور پتک اور ماں کا باپ ”نانا“ اور اس کی والدہ ”نانی“ اور پتک کا سلسلہ ہے اسی طرح ماں کا بھائی ”ماموں“ ہے اور اس کی بہن (خالہ) ہے اور باپ کا بھائی (چچا) ہے اور اس کی بہن (چچی)، اسی طرح ماں، باپ کی اولاد ایک دوسرے کے بھائی بہن ہوتے ہیں۔ اور ان رشتہداروں کے ذریعے قرب اور بعد کے بہت سے رشتے نکلتے چلے جاتے ہیں ان سب رشتہوں کا واسطہ ماں، باپ ہی ہیں، ان سب رشتہداروں کے ساتھ درجہ بدرجہ اور حسپ قوت و مدرست حسن سلوک اور نیک برتاؤ کرنا اللہ تعالیٰ نے ان تمام رشتہداریوں کے درجہ بدرجہ ان کے قرب و بعد کے اعتبار سے حقوق مقرر فرمائے ہیں جن کا پورا کرنا ضروری ہے۔

### دوسرے رشتہداروں کے حقوق کی اہمیت!

قرآن مجید میں جہاں والدین کے ساتھ احسان اور حسن سلوک کی تاکید فرمائی ہے وہی ذوی الْقُرْبَی فرمائے کردوسرے رشتہداروں کے ساتھ حسن سلوک اور ان کے حقوق قرابت کی ادائیگی کی بھی وصیت فرمائی گئی ہے۔ یہاں چند وہ حدیثیں پڑھ لیجئے جن میں صلد رحمی کی اہمیت اور ان کے فضائل و برکات بیان فرمائے گئے ہیں۔

### صلد رحمی کرنے والا اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت کا مستحق ہوتا ہے!

حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لفظ ”رحم“، ”رحمٌ“ کے لفظ سے نکلا ہے پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا (اے رحم! یعنی رشتہداری) جس نے تجھے جوڑے رکھا (یعنی تیرے حقوق ادا کئے) میں اسے (اپنی رحمت سے اور اپنے سے) وابستہ رکھوں گا، مطلب یہ ہے باہم قرابت اور رشتہداری ”رحم“ کی ایک شاخ ہے اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک ”رحمٌ“ سے اور اس کی صفت رحمت سے خاص نسبت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی اس کا سرچشمہ ہے اسی لئے اس کا عنوان رحم مقرر کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی اتنی اہمیت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہے کہ جو صلد رحمی کرے گا (یعنی رشتہداری کے حقوق

ادا کرے گا) اور رشتہ داروں کے ساتھ احسان اور بھلائی کا معاملہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے ساتھ وابستہ کر لے گا اور اس کو اپنا مقرب بنالے گا اور جو کوئی اس کے برعکس قطعِ حجی کا رویہ اختیار کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے سے کاٹ دے گا اور دور کر دے گا۔

صلہِ حجی فراخی رزق اور درازی سعیم کا ذریعہ ہے!

حضرت انس رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں وسعت اور فراخی ہوا ورنیا میں اس کے آثار قدم تا دیر ہیں تو وہ رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک اور احسان کرے۔ (بخاری، مسلم، مشکلۃ)

اس حدیث میں بتایا گیا کہ رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک وہ مبارک عمل ہے جس کی وجہ سے دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق میں فراخی اور عمر میں زیادتی ہوتی ہے اور اس کے شب و روز خوشی و اطمینان سے گزرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کو صاحب اولاد سے نوازتے ہیں جو اس کے لئے صدقۃ جاریہ بن جاتے ہیں۔

قطعِ حجی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا!

حضرت جیبر بن مطعم رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”قطعِ حجی کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔“ (بخاری، مسلم، مشکلۃ)

قطعِ حجی (یعنی رشتہ داروں کے ساتھ بر اسلوک) اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتنا سخت گناہ ہے کہ اس گناہ کی گندگی کے ساتھ کوئی جنت میں داخل نہ ہو سکے گا ہاں جب اس کو جہنم کی آگ سے تپایا جائے اور اس گناہ سے پاک کیا جائے یا کسی وجہ سے اس کو معاف کر دیا جائے تو پھر وہ جنت میں جا سکے گا۔

صلہِ حجی کرنا کمالِ ایمان کی علامت ہے!

حضرت ابو ہریرہ رض کی ایک روایت میں نبی کریم ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے۔

(وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَيَصِلُ رَحْمَةً)

”اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ وہ صلہِ حجی کرے (یعنی رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک اور احسان کا معاملہ کرے)۔“ (بخاری، مسلم، مشکلۃ: باب الضیافت)

### قطع رحمی کرنے والوں کے ساتھ بھی صدر رحمی کرنے کا حکم!

بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ وہ اپنے رشتہ داروں کے حقوق ادا نہیں کرتے ہیں اور وہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ برا سلوک کرتے ہیں ایسے لوگوں کے بارے میں بھی نبی کریم ﷺ نے یہ ہدایت فرمائی ہے کہ ان سے بھی صدر رحمی کا معاملہ کیا جائے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”وہ شخص صدر رحمی کرنے والا نہ ہے جو برابری کا معاملہ کرتا ہے (یعنی دوسرے کے اچھے بر تاؤ پر اس سے اچھا بر تاؤ کرے) بلکہ صدر رحمی کرنے والا وہ ہے کہ جب اس سے قطع رحمی کا بر تاؤ کیا جائے تو وہ اس حالت میں بھی صدر رحمی کرے۔“ (بخاری، مشکوٰۃ)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرے بعض رشتہ دار ہیں میں تو ان کے ساتھ صدر رحمی اور تعلق جوڑتا ہوں لیکن وہ مجھ سے تعلق توڑتے ہیں، میں ان کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ بد سلوکی کرتے ہیں، میں ان کی زیادتیوں کو برداشت کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ جہالت سے پیش آتے ہیں (یعنی مجھے برا بھلا کہتے ہیں اور مجھ سے غیظ و غضب کا اظہار کرتے ہیں) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر تم ایسے ہی ہو جیسا کہ تم کہہ رہے ہو تو گویا تم ان کے منہ میں گرم گرم راکھ جھونک رہے ہو اور جب تک تم اس خوبی پر قائم رہو گے تو تمہارے ساتھ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مردگار رہے گا۔ (مسلم، مشکوٰۃ)

### دادا، دادی، نانا، نانی، چچا اور بڑے بھائی، بہن کے حقوق!

دادا، دادی، نانا، نانی، چچا، پھوپھی، خالہ، بڑے بھائی، بہن اور سوتیلی ماں کے حقوق بھی ماں، باپ جیسے ہیں، البتہ یہ ضرور ہے کہ قرب و بعد کے لحاظ سے حسب مراتب ان کا احترام و قدر، ان کی خدمت اور ان کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے گا جیسے باپ، دادا بڑے بھائی سے زیادہ حسن سلوک اور خدمت کے مستحق ہیں یہی حال چچا اور پھوپھی کا بھی ہے۔

### بڑا بھائی باب کی طرح ہے!

باب، دادا کے بعد بڑا بھائی باب کی طرح ہے اس کو چاہئے کہ وہ بھی اپنے چھوٹے بھائی بہنوں کے ساتھ اپنی اولاد جیسا معاملہ کرے اور ان کی اصلاح و تربیت اور ان کی خیرخواہی کا خوب خیال رکھے اور چھوٹے بھائی بہنوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ بھی اپنے والد کی طرح اس کا ادب و احترام کریں۔

حضرت سعید بن العاص رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”چھوٹے بھائی پر بڑے بھائی کا وہی حق ہے جو بیٹے پر اس کے باب کا حق ہوتا ہے۔“ (بیہقی، مشکوٰۃ)

خالہ کا اکرام و احترام!

ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

(الخَالَةُ بِمَنْزَلَةِ الْأُمِّ)

”خالہ ماں جیسی ہے۔“ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ: باب بلوغ الصغیر و حضانته فی الصغر)

بچا باب کی مانند ہے!

ایک موقع پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا

(عَمُ الرَّجُلِ مِثْلُ أَيِّهِ)

”آدمی کا بچا باب کی مانند ہے۔“ (بخاری، مسلم، ترمذی)

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بچا کو بھی چاہئے کہ وہ اپنے بھتیجیوں اور بھتیجیوں کے ساتھ اپنے بیٹوں، بیٹیوں جیسا معاملہ کرے ان کا اسی طرح خیال رکھے جس طرح اپنے بیٹوں، بیٹیوں کا رکھتا ہے خصوصاً ان کے باب کی غیر موجودگی میں ان کا خاص خیال رکھے۔

ماں، باب کے علاوہ رشتہ داروں کے حقوق کا خلاصہ!

(۱) دادا، دادی، نانا، نانی، ماں باب کی طرح ہیں لہذا ان کے حقوق بھی ماں، باب کی طرح سمجھنا چاہئے۔

اسی طرح بڑی بہن اور ماموں، ماں کی طرح ہیں بچا اور بڑے بھائی کو بھی باب کی طرح سمجھنا چاہئے۔

چھوٹے بھائیوں، بہنوں، بھتیجیوں اور بھانجوں کو بھی اپنی اولاد کی طرح سمجھنا چاہئے، اسی طرح قرب

و بعد کے لحاظ سے تمام رشتہ داروں کے ساتھ درجہ بدرجہ حسنِ سلوک اور ان کی مالی و جانی خدمت کرنی چاہئے۔

(۲) اگر رشتہ دار محتاج ہوں اور کھانے، کمانے پر قادر نہ ہوں تو خوش حال اور مالدار آدمی پر واجب ہے کہ وہ اپنے محتاج رشتہ داروں کی بقدر ضرورت نان نفقة کی خبر گیری کرے۔

(۳) کبھی کبھی رشتہ داروں سے ملاقات کرتا رہے۔

(۴) ان سے قطع تعلق نہ کرے بلکہ اگر وہ توڑنا چاہیں تو آپ ان سے تعلق اور رشتہ داری جوڑنے کی پوری کوشش کریں۔

(۵) رشتہ داروں کی خوشی و غمی میں ان کے ساتھ شریک ہوں۔

## ازدواجی زندگی کے حقوق و آداب!

انسانی زندگی کا ایک اہم شعبہ آدمی کی ازدواجی زندگی ہے اس تعلق کے خاص مقاصد میں سے ایک مقصد یہ ہے کہ مرد و عورت دونوں کو پاکیزگی کے ساتھ زندگی کی وہ خوشیاں حاصل ہو جائیں جیسا تعلق سے حاصل ہو سکتیں ہیں اس کی وجہ سے آدمی گندگی اور آوارگی سے محفوظ ہو کر زندگی کے فرائض ادا کر سکے۔ اس کا دوسرا مقصد یہ ہے کہ انسانی نسل کا تسلسل بھی انسانی عظمت اور شرف کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی فطرت کے مطابق جاری رہے۔ انسانوں کے باہمی تعلقات میں ازدواجی تعلق کو خاص اہمیت حاصل ہے اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ ہر قسم کی قرابتوں اور رشتہ داریوں کی جڑیں بھی نکاح ہے یہ نہ ہوتا تو دنیا کا کوئی رشتہ پیدا نہ ہوتا اس لئے دنیا کی ہر قرابت اور رشتہ داری اسی کی پدولت ہے اور اسی نکاح کی بدولت مختلف گھرانے باہم جڑتے ہیں اور ان کے درمیان باہم محبت اور موادت پیدا ہوتی ہے اور اس تعلق میں خرابی کی وجہ سے خاندانوں میں انتشار اور پھوٹ پڑ جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ نکاح اور ازدواجی زندگی کے یہ تمام مقاصد اسی صورت میں بہتر طریقے سے پورے ہو سکتے ہیں جبکہ فریقین میں زیادہ سے زیادہ محبت، یگانگت، پیچھتی اور تعلق میں زیادہ سے زیادہ خوشنگواری ہو۔ قرآن و حدیث میں میاں بیوی کے باہمی حقوق اور ذمہ داریوں کے بارے میں جو ہدایات دی گئی ہیں ان کا خاص مقصد یہی ہے کہ یہ تعلق فریقین کے لئے زیادہ سے زیادہ الافت و محبت اور راحت کا باعث ہوا اور ان کے دل باہم جڑے رہیں تاکہ وہ مقاصد جن کے

لئے یہ تعلق قائم کیا جاتا ہے، بہتر طریقے پر پورے ہوں۔ آج کل زندگی کے اس اہم شعبہ میں جس قدر خرابیاں اور بدمزگیریاں پیدا ہوتی ہیں اس کی وجہ سے کے سوا کچھ نہیں کہ شادی کرنے والا جوڑا اپنے ازدواجی تعلقات میں قرآن و حدیث اور اسلامی تعلیمات و مہدیات کو نظر انداز کرتا ہے جس کے نتائج دنیا میں بھی بدمزگیری اور دوگھرانوں کی بربادی کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں اور آخر دنی توانگ تو اس قدر ہونا کہ اور درد ناک ہیں جن کا اس دنیا میں ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔

اس مختصر تہذید کے بعد پہلے بیوی کے حقوق کو بھی پڑھ لیجئے۔

### بیوی کے حقوق شوہر پر!

(۱) شوہر کو چاہئے کہ خوش دلی سے بیوی کو طے شدہ مہر ادا کرے۔ اگر وہ نکاح کے بعد مہر کو معاف کر دے تو بیوی کا یہ حق ساقط ہو جاتا ہے۔ (سورۃ النساء: آیت ۲)

(۲) اپنی وسعت کے مطابق اس پر خرچ کرے (یعنی خوش حال اور مالدار اپنی خوش حالی اور مالداری کے مطابق اس پر خرچ کیا کرے جو خود کھائے وہ اس کو بھی کھلانے اور بقدر استطاعت لباس پوشک کا انتظام بھی کرے اور جو تنگ دست ہو وہ اپنی تنگ دستی کے مطابق اس پر خرچ کرے۔ دینِ اسلام نے زوجین میں سے ہر ایک کے دائرہ عمل کو متعین فرمایا ہے عورت کا کام گھر بیٹھنا اور خانگی زندگی کی ضرورتوں اور ذمہ داریوں کو پورا کرنا ہے اور مرد کا کام کمانا اور اپنے اہل و عیال کے لئے ضروریات فراہم کرنا ہے۔

(۳) بیوی کو دینی احکام اور ضروری علم دین اور تہذیب سکھانا اور اس کو اسلامی اخلاق سے آراستہ کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش کرنا۔ نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ امْتُنُعُونَ فِي الْأَنْفُسِ كُمْ وَأَهْلِيْكُمْ نَارًا﴾

”اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔“ (سورۃ التحريم: ۶)

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَأُمُرُّ أَهْلَكَ بِالصَّلْوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا﴾

”اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو اور خود بھی اس کے پابند رہو۔“ (سورۃ طہ: ۱۳۲)

(۴) کبھی کبھی اس کے محارم (ماں، باپ، بھائی، بہن) سے ملنے دینا۔

(۵) بیوی کے ساتھ خوش اخلاق اور خوشنگوار زندگی گزارنا (یعنی اس کی معمولی خامیوں اور چھوٹی چھوٹی غلطیوں پر صبر کرنا) اگر کسی بات کی اصلاح کرنا مقصود ہو تو حکمت اور محبت کے ساتھ اس کی اصلاح حال کی کوشش کریں اور ایسے موقع فراہم کریں جس کی وجہ سے محبت بڑھتی رہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاعْشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾

”اور ان کے (یعنی اپنی بیویوں کے) ساتھ اچھی طرح زندگی گزارو۔“ (سورہ نساء: ۱۹)

بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا کمالِ ایمان ہے!

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴾إِنَّ مِنْ أَكْمَلِ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَالظَّفُّهُمْ بِأَهْلِهِ﴾

”مومنوں میں زیادہ کامل ایمان والا وہ ہے جس کے اخلاق (اور برتاب و سب لوگوں کے ساتھ اچھے ہوں اور (خاص کر) اپنے اہل و عیال پر زیادہ مہربان ہو) (اور ان کے ساتھ زیادہ اچھا برتاب کرنے والا ہو)۔“ (ترمذی، مشکوٰۃ: باب عشرۃ النساء)

ایک دوسری حدیث حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”تم میں سے سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو اپنی عورتوں کے حق میں زیادہ اچھے ہوں۔“ (ترمذی، مشکوٰۃ)

عورت کی کوئی عادت پسندیدہ بھی ہوگی!

حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”کوئی مسلمان مرد اپنی مسلمان بیوی سے نفرت نہ کرے اگر اس کی کوئی عادت ناپسندیدہ ہوگی تو اس کی دوسری کوئی عادت اس کو پسند بھی ہوگی۔“ (مسلم، مشکوٰۃ)

مطلوب یہ ہے کہ اگر شوہر کو اپنی بیوی کی کوئی عادت اور خصلت بری اور ناپسندیدہ بھی معلوم ہو تو اس کی وجہ سے اس سے نفرت اور بیزاری کا روایہ اختیار نہ کرے بلکہ صبر و تحمل سے کام لے اور اس میں جو خوبیاں

ہیں ان پر نظر رکھئے تو اس کی وجہ سے اس کے دل کے اندر اس ناپسندیدہ اور خلاف مرضی بات کی زیادہ اہمیت بھی باقی نہیں رہے گی۔ دوسری بات یہ کہ اس کی اس ناپسندیدہ بات کی اصلاح و تربیت کا موقع بھی مل جائے گا، خلاصہ یہ کہ آدمی کو ناشکر انہیں بننا چاہئے کہ عورت میں کوئی خلاف مرضی بات دیکھئے تو اس کی وجہ سے وہ اس سے بالکل لاتعلق ہو جائے بلکہ صبر و تحمل کرے اور اس کی خوبیوں پر نگاہ رکھئے تو شکر کی کیفیت پیدا ہو جائے گی اور دل کو تسلی بھی ہو گی اور اللہ تعالیٰ اصلاح حال فرمائے گا خیر و خوبی کے راستے بھی کھول دے گا۔ اس صورت حال کے بارے میں قرآن مجید میں یہ ہدایت دی گئی ہے:

﴿فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَى أَنْ تَكُرَهُوَاشِيَّاً وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا﴾

”پس اگر وہ تمہیں ناپسند بھی ہوں تو ہو سکتا ہے کہ ایک چیز تم کو ناپسند ہو اور اللہ تعالیٰ نے اس میں بہت بڑی خیر و خوبی رکھی ہو۔“ (سورہ نساء: ۱۹)

(۶) ظلم سے پر ہیز کرنا۔ (یعنی مرد پر لازم ہے کہ وہ اپنے اختیارات کا ناجائز استعمال نہ کرے) اور کمزور یوں پر کسی طرح بھی ظلم نہ کرے۔ اگر کئی بیویاں ہیں تو ان کے درمیان عدل و انصاف رکھیں اور برابری کا سلوک کریں (یعنی ان کی باری، لباس، رہائش اور خوراک میں پورا عدل و انصاف کا رو یہ رکھیں)۔ خلاصہ یہ کہ انصاف و برابری سے مراد معاملات اور برتاؤ میں برابری ہے، رہی یہ بات کہ کسی بیوی سے محبت زیادہ ہو تو یہ انسان کے بس میں نہیں اس لیے اس پر اللہ تعالیٰ کے یہاں کوئی گرفت بھی نہیں۔

عورتوں سے زیادتی کرنے والوں کے لئے وعید!

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا تَتَعَذَّدُوا مَنْ يَفْعَلُ ذَلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ طَوَّلَتْ خَلْدُوا إِلَيْتِ اللَّهِ هُرُونَ﴾

”اور عورتوں کو ستانے اور زیادتی کرنے کی غرض سے نہ روکو اور جو ایسا کرے گا وہ اپنے اوپر ہی ظلم (اور اپنا ہی برا) کرے گا اور اللہ کی آیتوں کو مناق (اور کھیل) نہ بناؤ۔“ (بقرہ: آیت ۲۳۱)

متعدد بیویاں ہونے کی صورت میں کسی ایک کی طرف مائل ہو اور دوسری بیوی یا بیویوں کو نظر انداز کرنے اور ان کے درمیان ناصافی کرنے کی سخت ممانعت آئی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُّو هَاكَالْمُعَلَّقَةِ﴾

”کسی ایک کی طرف بالکل نہ جھک پڑو کہ دوسرا لوگ کی طرح چھوڑ دو۔“ (سورہ نساء: ۲۹)

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَإِنْ خِفْتُمُ الَّذِينَ تَعْدِلُونَ فَوَافِهِمْ﴾

”پھر اگر تم کو خوف ہو کہ عدل نہ کر سکو گے تو ایک ہی سے نکاح کرو۔“ (سورہ النساء: ۳)

حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آله و سلم نے فرمایا ”جس شخص کے نکاح میں (ایک سے زیادہ مثلاً) دو بیویاں ہوں اور وہ ان دونوں کے درمیان عدل اور برابری کا سلوک نہ کرتا ہو تو قیامت کے روز وہ شخص اس حال میں آئے گا کہ اس کا آدھا دھر گر لیا ہو گا۔“ (ترمذی، مشکوہ)

کوئی عورت اپنی باری اپنی سوکن کو دے سکتی ہے!

اگر کوئی اپنی باری اپنی کسی سوکن کو دے دے تو یہ جائز ہے بشرطیکہ کہ ان میں شوہر کی طرف سے کسی قسم کے جبرا دخل نہ ہو، نیز وہ جب چاہے اپنی باری کو واپس لے سکتی ہے چنانچہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا جب بوڑھی ہو گئیں تو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آله و سلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آله و سلم میں نے اپنی باری کا دن جو آپ نے میرے لیے مقرر کیا تھا وہ عائشہ کو دے دیا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ و آله و سلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں دو دن رہنے لگے۔ (بخاری، مسلم، مشکوہ)

سفر میں ساتھ لے جانے کے لئے کسی بیوی کا انتخاب قرمع کے ذریعہ کیا جائے گا!

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آله و سلم جب سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنی بیویوں کے درمیان قرمع ڈالتے اب قرمع میں جس کا نام نکل آتا تو اس کو اپنے ساتھ سفر میں لے جاتے۔ (بخاری، مسلم، مشکوہ)

خلاصہ یہ کہ ظاہری برداو اور حسن سلوک کے لحاظ سے کسی بیوی کو کسی پروفیشنل نہیں دینی چاہئے تمام بیویوں کے ساتھ ہر لحاظ سے برابری اور انصاف کا معاملہ کرنا چاہئے اور نا انصافی کی صورت میں خاوند ظالم ہو گا اور ظالم کی سزا نہایت سخت ہوتی ہے۔

بیوی پر خواہ تجوہ بدگمانی کرنا بھی ظلم ہے!

جومرد اپنے بیٹی کی نسبت کا انکار کرے کہ یہ پچھے سے نہیں اور اپنی بیوی پر تہمت باندھے تو اس کو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب نہ ہوگا اور قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کو تمام مخلوق کے سامنے رسوا اور ذلیل کریں گے۔ (دیکھئے مشکلاۃ، حکوایہ ابو الداؤد ونسائی)

نیز کمزور علمتوں کی وجہ سے اپنے لڑکے کو اپنانہ سمجھنا اور بیوی پر بدگمانی کرنا جائز نہیں گویا یہ بھی بیوی کے ساتھ ظلم ہے۔ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک دیہاتی آیا اس کا اپنے بیٹی کے بارے میں یہ خیال تھا کہ یہ رنگ کا کالا ہے میرا ہمرنگ نہیں اس لیے اس کا باپ کوئی اور ہوگا تو آپ ﷺ نے ان کی فکر کی اصلاح یوں فرمائی کہ تمہارے پاس اونٹ بھی ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا رنگ ہیں؟ اس نے عرض کیا کہ سرخ رنگ کے ہیں! آپ ﷺ نے فرمایا: یہ رنگ ان میں کہاں سے آیا؟ حالانکہ اس کے ماں، باپ اس رنگ کے نہیں کہ ہیں! آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کی نسل میں کوئی اونٹ اس رنگ کا ہوگا جس کے یہ مشابہ ہے تو آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا شاید اس لڑکے کی اصل (دادیوں اور داداوں) میں کوئی کالا ہوگا جس کے ہم شکل یہ لڑکا ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے بخاری، مسلم، مشکلاۃ)

خلاصہ یہ کہ بیوی پر بلاوجہ بدگمانی نہیں کرنی چاہئے تا وقت یہ کہ قوی اور واضح دلائل اس کے نہ پائے جائیں مثلاً بیوی سے صحبت تو کی ہی نہیں اور بچہ پیدا ہو گیا تو اس صورت میں کہہ سکتے ہیں کہ یہ بچہ کہاں سے لائی ہو؟ بہر حال مرد کو چاہئے کہ اپنی بیوی پر کسی قسم کا ظلم نہ کرے اور نہ بلاوجہ اس کی پٹائی کرے البتہ جب وہ کھلی نافرمانی پر ازاۓ تو اس صورت میں اس کو جو سزا دی جاتی ہے اس کے کچھ مسائل اور طریقے ان شاء اللہ زوجین کے حقوق کے بعد بیان کئے جائیں گے۔

بیوی پر شوہر کے حقوق!

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے بعد بیوی پر سب سے بڑا حق شوہر کا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”عورت پر سب سے بڑا حق اس کے شوہر کا ہے

اور مرد پر سب سے بڑا حق مال کا ہے۔ (مصدر ک حاکم تفصیل کے لیے ترغیب و تہییب: ۳/۵۲)

نیز نبی کریم ﷺ نے فرمایا ”اگر میں کسی کو کسی مخلوق کے لیے سجدے کا حکم کرتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔“ (ترمذی، مشکوہ)

شریعت مطہرہ میں سجدہ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اس کے سوا کسی دوسرے کے لیے نہیں کہ سید الانبیاء اور سید البشر حضرت محمد اللہ ﷺ کے لیے بھی کسی طرح کے سجدہ کی کوئی گنجائش نہیں اور غیر اللہ کے لیے تو سجدہ قطعی حرام اور شرک عملی ہے۔ حدیث کامدعا یہی ہے کہ عورت جب کسی کے نکاح میں آجائے تو اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے بڑا حق اس کے شوہر کا ہوتا ہے اس کو چاہئے کہ وہ اس کی فرمانبرداری میں اور اس کی رضا جوئی میں کوئی کوتا ہی نہ کرے۔ اب اس تمهید کے بعد شوہر کے حقوق کو پڑھ لیجئے:

(۱) نہایت خوش دلی کے ساتھ شوہر کی اطاعت، خدمت اور اس کا دل خوش رکھنے کی پوری کوشش کرے۔ اپنے شوہر کی وفادار اور فرمانبردار ہے البتہ ناجائز امور میں اس کی اطاعت سے عذر کر کے اس کی اطاعت نہ کرے۔

(۲) خاوند سے اس کی طاقت و استطاعت سے زیادہ فرماںکش نہ کرے۔

(۳) جانی اور مالی خیانت نہ کرے۔ (یعنی نہ شوہر کے مال میں خیانت کرے کہ اس کو بے جا اڑائے اور اس کی اجازت کے بغیر اس کا رکھا ہوا مال خرچ کرے اور نہ خاوند کے علاوہ کسی دوسرے شخص کی طرف غلط نگاہ اٹھا کر دیکھے) ایسی تمام باتوں سے دور رہے جن سے اس کے دامن عصمت پر داغ لگنے کا اندریشہ ہو۔

(۴) شوہر کے مال، باپ سے اس انداز میں پیش نہ آئے جس سے شوہر کو تکلیف پہنچے۔

(۵) گھر کی پوری نگہبانی کرے اور شوہر کے مال اور اسباب کی حفاظت کرے اور ہمیشہ گھر میں رہے اور شوہر کی اجازت اور مرضی کے بغیر گھر سے باہر نہ نکلے۔

(۶) اولاد کی اچھی پروش اور اچھی تربیت کرے۔

جنتی عورت!

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ”جو عورت اس حال

میں دنیا سے جائے کہ اس کا شوہر اس سے راضی ہو تو وہ جنت میں جائے گی۔“ (ترمذی، مشکوہ)

یاد رہے! کہ جو شوہر بلاوجہ یا ناجائز طور پر اپنی بیوی سے ناراض ہو تو اُسی عورت اللہ تعالیٰ کے نزدیک بے قصور ہوگی اور ناراضگی کا وباں اس شوہر پر ہو گا۔

**بیوی سخت حالت میں بھی شوہر کی اطاعت کرے!**

حضرت طلق بن علی رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”جب کوئی شخص اپنی بیوی کو اپنی حاجت پوری کرنے کے لیے (یعنی جماع کے لیے) بلائے تو بیوی کو شوہر کے پاس پہنچ جانا چاہئے اگرچہ وہ تنور (چوہہ) کے پاس ہو۔“ (ترمذی، مشکلہ)

مطلوب یہ ہے کہ اگر بیوی ضروری کام میں مشغول ہو مثلاً بیوی تنور اور چوہہ کے پاس ہو اور روتی توے پڑال دی ہے اور اس حالت میں شوہر جماع کے لیے بلائے تب بھی وہ شوہر کے پاس پہنچ جائے اور اپنی ضروری مشغولیت کو چھوڑ دے۔ حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”اگر کوئی مرد اپنی بیوی کو ہم بستر ہونے کے لیے بلائے اور وہ (بغیر کسی شرعی وجہ کے) انکار کر دے اور شوہر (اس کے انکار کی وجہ سے) رات بھر غصہ کی حالت میں رہے تو فرشتے اس عورت پر صحیح تک لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔“ (بخاری، مسلم، مشکلہ)

**بیوی شوہر کی اجازت کے بغیر نفل روزہ نہ رکھے!**

حضرت ابو سعید رض کی ایک طویل روایت جس میں ایک خاتون نے نبی کریم ﷺ کو یہ شکایت کی کہ میرا شوہر نفلی روزہ تڑا دیتا ہے شوہرنے جواب میں کہا کہ یہ روزے رکھتی چلی جاتی ہے (یعنی ہمیشہ روزہ رکھتی ہے) اور میں ایک جوان آدمی ہوں صبر نہیں کر سکتا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

(لَا تَنْصُومُ امْرَأَةً إِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَا) (ابوداؤ، ابن ماجہ، مشکلہ)

”کوئی عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر (نفلی) روزہ نہ رکھے۔“

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ”عورت کے لیے یہ جائز نہیں کہ اس کا خاوند گھر پر ہو اور وہ اس کی اجازت کے بغیر (نفلی) روزہ رکھے۔“ (ترغیب و تہیب)

امانت دار، فادر اور فرمانبردار بیوی کے لیے جنت کی آسان بشارت!

حضرت عبد الرحمن بن عوف ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”جب (کوئی مسلمان) عورت پانچ وقت نماز پڑھتی ہے رمضان کے روزے رکھتی ہے اور اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرتی ہے (یعنی خواہش اور بری حرکتوں سے اپنے نفس کو محفوظ رکھتی ہے) اور اپنے شوہر کی اطاعت اور فرمانبرداری کرتی ہے تو (قيامت کے دن) اس سے کہا جائے گا کہ جس دروازے سے چاہو جنت میں داخل ہو جاؤ۔“ (احمد، طبرانی، ترغیب و تہذیب)

جس عورت سے اس کا شوہر ناراض ہوا اس کی نماز پوری طرح قول نہیں ہوتی!

حضرت جابر ؓ کی ایک روایت میں نبی کریم ﷺ نے تین شخصوں کے متعلق فرمایا کہ ان کی نماز قبول نہیں ہوتی: ان میں سے ایک وہ عورت ہے جس کا شوہر اس سے ناراض ہو۔ (بیهقی، مشکلۃ)  
ایسی عورت کی نماز کا قبول نہ ہونا جس سے اس کا خاوند ناراض ہو یا بیوی اپنے شوہر کی نافرمان ہو  
متعدد روایتوں میں منقول ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے ترغیب و تہذیب: ۵۹/۳)

میاں بیوی کے لئے چند ضروری ہدایات!

بیوی اور شوہر دونوں کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ لوگوں میں ہم بستری کے حالات بیان کریں یا ایک دوسرے کے راز کھولیں۔ حضرت ابوسعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”قيامت کے روز اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب زیادہ شریر (اور سب سے زیادہ بدترین) مرد وہ ہو گا جو اپنی بیوی سے ہم بستر ہوا اور اس کی بیوی اس کی ہم آغوش ہو پھر وہ اس کی پوشیدہ (اور اپنی بیوی کی خاص) باتیں لوگوں میں ظاہر کر دے (اسی طرح بعض عورتوں کی بھی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ میاں بیوی والی خاص باتوں کو اپنی سہمیلوں کو سنادیتی ہیں ان کے لئے بھی یہی وعید ہے)۔“ (بخاری، مسلم، مشکلۃ)

عورتوں کو چاہیے کہ اپنے خاوند کے سامنے دوسرا عورتوں کا نقشہ نہ کھینچیں اور نہ مرد اپنی بیوی کے سامنے دوسرے مرد کا نقشہ کھینچیں!

عورتوں کے لئے یہ درست نہیں کہ وہ اپنے خاوند کے سامنے کسی عورت کا حال اس طرح بیان کرے

کہ اس عورت کا نقشہ اس کے بالکل سامنے ہو کہ فلاںی کے کپڑے ایسے ہوتے ہیں، ایسی خوبصورت ناک ہے، ایسی آنکھیں ہیں وغیرہ وغیرہ اس میں یہ نقصان بھی ہے کہ شاید خاوند اس عورت کے ساتھ لگ جائے۔ اسی طرح مرد کو بھی چاہئے کہ وہ بھی اپنی عورت کے سامنے دوسرا مردوں کا خدوخال بیان نہ کرے لیکن چونکہ مرد اس طرح کی باتوں سے اجتناب کرتے ہیں اور کوئی غیور مرد اس طرح کے بیان کو اپنے بیوی کے سامنے برداشت نہیں کر سکتا۔ اس طرح کی نادانی عموماً عورتوں سے سرزد ہو جاتی ہے اس لئے نبی کریم ﷺ نے خصوصاً عورتوں کو خطاب فرمایا جس کا مفہوم یہ ہے کہ ”اے عورتو! جب تم آپس میں عورتوں کے ساتھ کہیں بیٹھا کرو تو کسی عورت کا حال اپنے شوہر سے اس طرح بیان نہ کیا کرو گویا کہ اس کا خاوند اس عورت کو دیکھ رہا ہو۔“ (بخاری، مسلم، مشکلہ)

### نافرمان بیوی کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے؟

مرد اگر اپنی بیوی کے اندر سرتاپی اور نافرمانی کا رو یہ دیکھئے تو اس کی اصلاح کی کوشش کرے اور اس کی اصلاح کے لئے ترتیب وار تین صورتیں اختیار کر سکتیں ہیں: اصلاح کا پہلا مرحلہ یہ ہے کہ عورت کو سمجھائے، اس کو نصیحت کرے اور دباؤ ڈالے اگر تجربہ سے ثابت ہو جائے کہ اس طرح اس کی اصلاح ہونے والی نہیں تو دوسرا مرحلہ یہ ہے کہ اس سے بے تکلفانہ تعلقات کو ترک کر دے تاکہ اس کو یہ تنبیہ ہو جائے کہ اگر اس نے اپنی روشن نہیں بدلتی تو اس کے نتائج دور رسم ہو سکتے ہیں اگر اس سے بھی کام بنتا نظر نہ آئے تو تیسرا مرحلہ یہ ہے کہ مرد کو جسمانی سزا کا اختیار ہے لیکن یہ زرا صرف اس حد تک ہونی چاہئے جس حد تک ایک استاد اور مصلح اپنے کسی زیر تربیت شاگرد کو دیتا ہے جس سے عورت کے کسی عضو کو کوئی نقصان نہ پہنچے اور نہ وہ سزا ایسی ہو کہ عورت کے جسم پر کوئی پاسیدار اثر چھوڑ جائے۔

اگر مرد کو یہ ساری تدبیر اور کام کرنے کے بعد بھی معاملہ بنتا نظر نہ آئے اور اس کی اپنی انفرادی اور خفیہ تمام تر کوششیں ناکام ہو جائیں تو پھر بھی شریعت مطہرہ نے مرد کو یہ اجازت نہیں دی کہ وہ بیوی کو طلاق دے دے بلکہ آخر میں ایک چوتھی تدبیر اختیار کرنیکی ہدایت دی ہے وہ یہ کہ شوہر اور بیوی کے دونوں طرف کے رشتہ داروں میں سے ایک ایک منصف کو منتخب کیا جائے کیونکہ ان کو زوجین کے حالات بھی

زیادہ معلوم ہوں گے اور ان سے خیر خواہی کی بھی زیادہ امید ہے، یہ دونوں منصف مل کر احوال کی تحقیق کریں گے اور زوجین کے ماہین بگاڑ کی اصلاح کی کوشش کریں گے، اگر یہ دونوں منصف میاں یوں کے درمیان خیر خواہانہ اور مصلحانہ کوشش کریں تو اللہ تعالیٰ سے قوی امید ہے کہ ان کی حسن نیت اور نیک کوشش زوجین کے درمیان صلح اور موافقت کرادے گی۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿الرِّجَالُ قَوْمُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَلَ اللَّهُ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ طَفَالُ الصِّلَاحِتِ قَيْتَ حِفْظَ لِلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللَّهُ طَوَّالِتُ تَحَافُونَ نُشُورُهُنَّ فَعَظُوهُنَّ وَاهْمَجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ فَإِنْ أَطْعَنُكُمْ فَلَا يَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَيِّلًا طَإِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيرًا ۝ وَإِنْ خِفْتُمُ شِقَاقَ بَيْنَهُمَا فَابْعُثُوا حَكْمًا مِنْ أَهْلِهِ وَحَكْمًا مِنْ أَهْلِهَا إِنْ شِرِيدَ آصْلَاحًا يُوْفِقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا طَإِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيًّا خَيْرًا ۝﴾ (سورہ نساء: ۳۲-۳۵)

”مرد عورتوں پر حاکم (نگہبان اور نگران) ہیں (یہ) اس بناء پر کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کودوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس بناء پر کہ مرد اپنے اموال خرچ کرتے ہیں۔ پس جو نیک بیویاں ہیں وہ (شوہروں) کی فرمانبرداری کرنے والی اور ان کی غیر موجودگی میں اللہ تعالیٰ کی حفاظت سے (شوہروں کے گھروں میں ان کی عزت، آبرو اور مال) کی حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں۔ اور جن عورتوں سے تم کو سرکشی کا اندیشه ہو تو ان کو (وعظ و نصیحت اور ملامت کر کے) سمجھا اور (اگر اس سے کام نہ چلتا تو) ان کو ان کے بستروں اور خوابگاہوں میں علیحدہ کرو اور (اگر اس سے بھی معاملہ نہ بنے تو) ان کو مارو (اور سزا دو) پس اگر وہ تمہاری اطاعت کر لیں تو ان کے خلاف الزام کی راہ تلاش نہ کرو بلکہ اللہ تعالیٰ سب سے بالاتر اور بہت بڑا (موجود) ہے (اگر کسی نے اپنے اختیارات کو غلط استعمال کیا تو وہ قادر مطلق کی گرفت سے نہیں بچ سکتا) اگر تمہیں میاں یوں کے درمیان تعلقات بگڑنے کا خطرہ ہو تو ایک منصف مرد کے رشتہ داروں میں سے مقرر کر دو اور ایک منصف عورت کے رشتہ داروں میں سے مقرر کر دو اگر یہ دونوں اصلاح چاہیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے درمیان موافقت کر دے گا بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ جانے والا خبردار ہے۔“

ان آئیوں میں مرد اور عورت کے وہ تمام حقوق اور بگڑی ہوئی عورت کی اصلاح شوہر اور بیوی کے درمیان صلح و صفائی کے تمام امور موجود ہیں۔ بیوی اور شوہر کے بارے میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ سب کچھ ان دو آئیوں کی تفسیر اور بیان ہے۔ یہاں صرف ان دو آئیوں کا خلاصہ ذکر کرتا ہوں تاکہ مذکورہ بالتفصیل پوری طرح ذہن نشین ہو جائے۔

### مرد عورت پر حاکم اور نگران ہے!

کسی چیز کی نگہبانی کرنے، حفاظت کرنے والے اور اس کی ضروریات کو مہیا کرنے والے اور اس کی اصلاح و درستگی کے ذمہ دار کو ”فَوَّام“ کہا جاتا ہے اس کو اصطلاح میں حاکم، امیر، نگران اور نگہبان کہا جاتا ہے۔ جہاں بھی آدمیوں کا کوئی مجموعہ ہو خواہ وہ فوج ہو یا خاندان ہو یا کوئی مملکت ہو تو اس کے لئے ضروری ہے کہ ان کا ایک سربراہ اور امیر ہو جو اس مجموعے کے اتفاق، اتحاد اور اس کے نظم و ضبط کو قائم رکھے اور اس مجموعے کے دوسرے افراد اس امیر اور حاکم کی اطاعت کریں اور اس کے حکم کی تعییل کریں۔ گھر کا چھوٹا سا مجموعہ بھی ایک چھوٹی سی ریاست کی مانند ہے لیکن بہت ہی اہم ہے اس کا بھی ایک حاکم اور ایک امیر ہونا چاہئے ورنہ گھر کی اس چھوٹی سی ریاست کا نظام برہم برہم ہو جائے گا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ ذمہ داری کس کو سونپی جائے اور اس بارگران کو اٹھانے کی بہترین صلاحیت کس میں ہے؟ مرد میں یا عورت میں؟ ان آئیوں میں اس کا جواب دیا گیا کہ یہ مقام مرد کو حاصل ہے اور ساتھ اس کی وجہ بھی بتادی گئی کہ اس میں دو خوبیاں ہیں: ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مرد کو بعض صفات میں عورت پر نمایاں برتری اور فضیلت عطا کی ہے مثلاً جسمانی قوت، ذہنی برتری، معاملہ نہیں اور دورانی بخشی، نگرانی اور مدافعت میں بلاشبہ عورت سے برتر و افضل ہے، اسی طرح معاش کے لئے جدوجہد کرنے کی جو استعداد اور ہمت مرد کو بخشی ہے وہ عورت کو نہیں بخشی۔ اس کو قرآن مجید نے یوں اپنے مختصر الفاظ میں فرمایا کہ:

﴿بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ﴾

”اس بناء پر کہ اللہ تعالیٰ نے ایک (یعنی مرد) کو دوسرے (یعنی عورت) پر فضیلت بخشی۔“ اور مرد کی دوسری خوبی یہ بتائی کہ بیوی بچوں کی جملہ ضروریات، اخراجات، ان کے آرام و آسائش

اور ان کی حفاظت کی تمام ذمہ داریاں اس پر عائد ہیں اس کا ذکر قرآن مجید نے ان الفاظ میں کیا کہ:

﴿وَبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ﴾

”اور اس بنا پر کہ مردا پنے اموال خرچ کرتے ہیں۔“

**قوام یعنی شوہر کی فضیلت کس قدر ہے؟**

شوہر قوام لے یعنی حافظ اور نگران ہے اس کے ذمہ انتظامی امور ہیں اس بناء پر وہ عورت پر ایک درجہ فضیلت رکھتا ہے اس کے علاوہ عورت کے لئے وہی حقوق ہیں جو مرد کے لئے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں خود اس کی وضاحت ان الفاظ میں فرمائی ہے:

﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلَّهِ جَاءَ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ﴾

”اور عورتوں کا دستور کے مطابق مردوں پر ویسا ہی حق ہے جیسا کہ مردوں کا ان عورتوں پر ہے اور مردوں کو ان پر ایک درجہ کی فضیلت حاصل ہے۔“ (بقرہ: ۲۲۸)

**مرد کو عورت پر جو فضیلت حاصل ہے اس فضیلت کی رو سے اس کی ذمہ داریاں!**

عورتوں پر مردوں کو جو ایک درجہ فضیلت حاصل ہے وہ یہ کہ شوہر قوام اور نگران ہے اس فضیلت کی وجہ سے اس کی ذمہ داریاں بھی بڑھ گئیں ہیں مثلاً مشکل کام مردا اور شوہر کے سپرد ہیں آسان اور سہل کام عورت کے سپرد ہیں مثلاً عورت کامہرا اور بیوی بچوں کی جملہ ضروریات اور اخراجات فراہم کرنا، ان کے لئے رہنہ سہنہ کا انتظام کرنا، ان کی اصلاح و درشگی اور تعلیم و تربیت کا خیال رکھنا، ان کی نگرانی اور دیکھ بھال کرنا یہ سب کچھ نہایت خوش اسلوبی محبت و شفقت سے کرنا، یہ ساری ذمہ داریاں مرد پر عائد ہوتی ہیں اور عورتوں کے حقوق یہی ہیں جو مردا اور شوہر کے ذمہ عائد ہوتے ہیں جن کا تفصیلی بیان بیوی کے حقوق میں گز رگیا۔

**نیک بیویاں!**

**مذکورہ بالا آیتوں میں نیک بیویوں کا کردار بھی بتایا گیا ہے دراصل یہی وہ فرائض اور ذمہ داریاں**

لے یاد رہے کہ بعض عورتیں ہمت اور حوصلہ میں بعض مردوں سے بڑھی ہوئی نظر آئیں گی لیکن اس سے قانون میں تبدیلی نہیں آئے گی قوام اور حاکم بہر حال مرد ہی ہو گا عورت نہیں۔

ہیں جو ایک عورت پر عائد ہوتی ہیں ان فرائض کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا:

﴿فَالصَّلِحُتْ قِتَّتْ حَفِظُ لِلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللَّهُ﴾

”پس نیک بیویاں فرمانبردار ہوتی ہیں اور ان کی غیر موجودگی میں اللہ تعالیٰ کی حفاظت (اور اس کی توفیق) سے (شوہر کے گھر اس کی عزت، آبرو اور مال کی) حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں۔“  
اور یہی وہ حقائق ہیں جو ایک عورت پر اس کے شوہر کو ہو سکتے ہیں جن کی تفصیل شوہر کے حقوق میں بیان ہو چکی ہے۔

### سرکش بیوی کا بیان!

مذکورہ دو آیتوں میں سے آخری آیت میں یہ بیان ہوا ہے کہ اگر کسی عورت کے رویے سے ظاہر ہو کہ وہ از راہ غرور نافرمانی پر اتر آئی ہے اور سرکشی کی راہ اختیار کی ہوئی ہے تو اس کی اس سرکشی کی اصلاح کی جائے، اس کا یہ علاج اور اصلاح اولاً وعظ وصیحت اور سمجھانے بھانے سے شروع کرے اگر یہ طریقہ کار مفید ثابت نہ ہو تو اس سے کچھ وقت کے لئے علیحدگی اختیار کرے محبت اور شفقت والی باتوں کو ترک کر دے اگر اس سے بھی معاملہ درست نہ ہو تو ایسی عورت کو اس کا خاوند مار بھی سکتا ہے لیکن یہ مار اور سزا ایسی نہ ہو کہ بدن پر پامدار نشان چھوڑ جائے یا اس سے کسی عضو کو نقصان پہنچے یا اس کو زخمی کر دے نبی کریم ﷺ نے اسی کے بارے ہدایت فرمائی ہے کہ:

(فَاضْرِبُوهُنَّ ضَرُبًا غَيْرَ مُبِحَّ)

”تو ان کو مارو جو زیادہ سخت نہ ہو۔“

یعنی وہ مار ایسی نہ ہو کہ اس سے کوئی ہڈی ٹوٹے یا کسی عضو کو نقصان پہنچے۔ مذکورہ سارے جتن کرنے کے بعد اگر عورت سرکشی پر قابو پائے اور وہ سرکشی سے بازاً جائے تو پھر شوہر کے لئے درست نہیں کہ وہ عورت کو سنا نے یا طلاق کے لئے کوئی حیلہ اور بہانہ تلاش کرے بلکہ اگر ان سب کے باوجود بھی عورت کی سرکشی کی کوئی اصلاح نہ ہوئی تو اس حد پر پہنچ جانے کے بعد بھی قرآن مجید کی ہدایت یہ ہے کہ طلاق کے بجائے میاں بیوی کے دونوں گھر انوں میں ایک ایک منصف (یعنی ثالث) مقرر کر دیا جائے تاکہ وہ ان کے درمیان صلح

موافقت پیدا کرنے کی خیرخواہانہ کوشش کرے۔

میاں بیوی کے درمیان پھوٹ ڈالنے والوں کے لئے دردناک عذاب ہے!

مذکورہ بالا بحث سے یہ بات اچھی طرح معلوم ہو گئی کہ اسلام قید نکاح کو حتی الامکان ہر طریقہ سے مستحکم کرنے کی کوشش کرتا ہے اور زوجین کے اتفاق، اتحاد اور باہمی افت و محبت پیدا کرنے، بڑھانے اور قائم رکھنے کے لئے مرد اور عورت دونوں پر ایک دوسرے کے لئے اسلام نے کچھ حقوق اور ذمہ داریاں بھی مقرر فرمائی ہیں اور جن امور سے ان کے درمیان کوئی بگاڑ و فساد پیدا ہو سکتا ہے ان کا پورا سد باب کرتا ہے اب ظاہر ہے کہ جو شخص میاں بیوی کے میل جوں اور ان کے تعلقات میں کسی طرح رخنه پیدا کرنے اور پھوٹ ڈالنے کی کوشش کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سخت مجرم ہو گا اور اللہ تعالیٰ کے دردناک عذاب کا مستحق ہو گا۔ اللہ تعالیٰ ایسے خبیث شیطانوں کے متعلق فرماتا ہے کہ:

﴿فَيَعْلَمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفْرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمُرْءِ وَزَوْجِهِ﴾

”تو وہ (یہود) ان سے وہ چیز سکھتے جس سے شوہر اور بیوی کے درمیان جدائی ڈال دیں۔“

اسی آیت میں آگے ایسے مجرمین کے بارے میں ارشاد ہے:

﴿مَالَةٌ فِي الْأُخْرَةِ مِنْ خَلَاقِ﴾

”(جو کوئی اس سحر کا خریدار ہو) اس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔“ (بقرہ: ۱۰۲)

حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”وَهُنْ أَشَدُّهُمْ مِنْ نَهِيَنْ جُوكِي عورت کو اس کے خاوند کے یا کسی غلام کو اس کے آقا کے خلاف اُکسائے۔“ (ابوداؤد، مسلم: کتاب النکاح باب عشرة النساء)

مطلوب یہ ہے کہ وہ شخص ہمارے تابعداروں اور ہمارے دین پر نہیں جو کسی بیوی کا دل اس کے خاوند کی طرف سے برآور تنفس کر دے مثلاً بیوی کے سامنے اس کے خاوند کی براٹی بیان کرے یا اس کو بہکائے کہ اپنے خاوند سے زیادہ مال و اسباب کا مطالبہ کریا اپنے شوہر کی خدمت و اطاعت نہ کرو وغیرہ وغیرہ۔ رہے وہ لوگ جو زوجین میں نفرت اور تفرقہ ڈالنے کے لئے سحر اور تعویذات کرتے ہیں بلاشبہ وہ

خبیث ترین لوگ ہوتے ہیں جو شیطان کے چیلے اور مخلوقِ الٰہی پر ستم کرنے والے جانوروں سے بھی بدترین ہیں اور ایسے لوگوں کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہ ہوگا اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا، بلاشبہ جہنم بہت ہی براثٹکانا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے محفوظ رکھے۔ آمين

### ہمسایہ اور پڑوئی کا بیان

ہمسایہ و پڑوئی وہ لوگ ہیں جو آپس میں ایک دوسرے کے قریب قریب رہتے اور بستے ہیں۔ قرآن مجید اور احادیث میں پڑوئی کے ساتھ خوشنگوار تعلقات رکھنے اور حسن سلوک کی بڑی تاکید کی گئی ہے۔ سورہ نساء میں جہاں ماں، باپ اور رشتہ داروں کے ساتھ نیک برتاو کی تاکید اور ہدایت کی گئی ہے وہاں پڑوسیوں کی اقسام کا ذکر بھی ان الفاظ میں فرمایا ہے کہ:

﴿...وَالْجَارِيِ الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ ...﴾

”... اور رشتہ دار پڑوئی، بیگانہ پڑوئی اور ہم نشین (کے ساتھ نیک برتاو کیا کرو)۔“ (سورہ نساء: ۳۶)

یہاں پڑوئی اور ہمسایہ کی تین قسمیں بیان ہوئی ہیں۔

(۱) رشتہ دار پڑوئی (یعنی پڑوئی بھی ہے اور اس کے ساتھ رشتہ داری کا تعلق بھی ہے)۔

(۲) بیگانہ اور جنپی پڑوئی (یعنی پڑوئی تو ہے لیکن اس کے ساتھ رشتہ داری کا تعلق نہیں ہے)۔

(۳) ”ہم نشین“، (یعنی جو شخص عارضی اور وقتی طور پر ساتھ ہو) مثلاً دو دوست، ایک مدرسہ کے دو طالب علم یا ایک کمرے میں رہنے والے دو طالب علم یا ایک کارخانہ میں دو ملازم یا ایک دوکان کے دو شریک یا ایک مدرسہ کے دو استاد یا ایک گاڑی میں دو سوار یا ایک ہوٹل میں عارضی طور پر رہنے والے وغیرہ یہ بھی ایک طرح کے پڑوئی ہیں۔ ان تین قسم کے پڑوسیوں کے حقوق ہمسائیگی کے لحاظ سے ایک جیسے ہیں خواہ مستقل پڑوئی ہوں یا عارضی رشتہ دار ہوں یا غیر رشتہ دار مسلمان ہوں یا غیر مسلم البتہ اگر رشتہ دار پڑوئی ہے تو حقوق ہمسائیگی کے ساتھ ساتھ رشتہ داری کے حقوق بھی شامل ہو جائیں گے اگر وہ مسلمان ہے تو مسلمان کے حقوق بھی شامل ہو جائیں گے۔

اللّٰہ تعالیٰ کے حکم سے جریئل علیہ السلام کی وصیت اور تاکید!

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم دونوں سے روایت ہے کہ رسول

اللّٰہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

”(حضرت) جریئل علیہ السلام پڑوئی کے حق کے بارے میں مجھے (اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے) برابر (اوّل مسلسل) وصیت اور تاکید کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے خیال ہونے لگا کہ وہ اس کو وارث قرار دیں گے۔“ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

اس ارشاد کا مقصد پڑوئیوں کے ساتھ نیک بتاؤ کرنے، ان کے دکھ درد کو بانٹنے اور ان کو کسی قسم کی تکلیف و پریشانی میں بنتانہ کرنے کا اظہار ہے۔

ہمسایہ اور پڑوئی کو ایذا نہ پہنچاؤ!

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا:

(وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ وَاللّٰهُ لَا يُؤْمِنُ وَاللّٰهُ لَا يُؤْمِنُ)

”اللّٰہ کی قسم! وہ شخص مومن نہیں، اللّٰہ کی قسم! وہ شخص ایمان والا نہیں، اللّٰہ کی قسم! وہ شخص مومن نہیں۔“

صحابہ کرام نے یہ سن کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! وہ شخص کون ہے جس کا ایمان نہیں؟

نبی کریم نے فرمایا:

(الَّذِي لَا يَأْمُنْ حَاجَرٌ بَوَاقِفَةً)

”وہ آدمی جس کا پڑوئی اس کی شرارتیوں اور ایذا رسائیوں سے مامون اور محفوظ نہ ہوں (ایسا آدمی ایمان کامل سے محروم ہے)۔“ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا:

(لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ لَا يَأْمُنْ حَاجَرٌ بَوَاقِفَةً)

”وہ شخص جنت میں داخل نہ ہو سکے گا جس کی شرارتیوں اور ایذا رسائیوں سے اس کے پڑوئی

مامون اور محفوظ نہ ہوں۔“ (مسلم، مشکوٰۃ)

ان حدیثوں کا مدعہ اور پیغام یہ ہے کہ ایمان والوں کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنے پڑویوں کے ساتھ ایسا نیک برتاو کریں کہ وہ ان کی طرف سے بالکل مطمئن اور بے خوف رہیں اگر کسی مسلمان کا یہ حال نہیں ہے اور اس کے پڑوی اس سے مطمئن نہ ہوں تو اس کو ایمان کامل کا مقام حاصل نہیں اور ایسا مسلمان اپنی ایڈار سنائیوں اور شرارتوں کی سزا پائے بغیر جنت میں نہ جاسکے گا۔

**پڑوی کی خبر گیری ضروری ہے!**

حضرت انس رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(مَا أَمِنَ بِي مَنْ بَاتَ شَبَّعَانَ وَجَارُهُ حَاجِعٌ إِلَى جَنَّبِهِ وَهُوَ يَعْلَمُ بِهِ)

”وَشَخْصٌ مُجْهَّزٌ بِإِيمَانٍ نَّهِيَّ لَا يَا جَوَاهِيْسَ حَالٌ مِّنْ پَيْثَ بَهْرَ كَرَ رَاتٌ كَوْسُوْجَانَهُ جَبَكَهُ اسْ كَأَپْرَوْسِيْ اسْ كَپَيْلُوْمِيْنْ بَهْوَكَا هُوْ اور اسْ كَوَاسْ (پڑوی کے بھوکے ہونے) کی خبر ہو۔“ (مسند بزار، طبرانی)

اسی طرح کا مضمون حضرت عبد اللہ بن عباس رض اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی مردی ہے ان ارشادات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ وضاحت فرمائی ہے کہ جو شخص اپنے پڑویوں کی بھوک، پیاس اور اس کی دوسری ضرورتوں سے بے فکر اور بے پرواہ ہو کر زندگی گزارے وہ حقیقی معنوں میں مجھ پر ایمان نہیں لایا ہے اور اس نے میری بات اور میری ہدایت کو بالکل قبول نہیں کیا اور وہ میری جماعت میں بھی نہیں ہے۔

**اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین پڑوی!**

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

(خَيْرُ الْجِنِّيْرَانِ عِنْدُ اللَّهِ خَيْرُهُمْ لِجَارِهِ)

”اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین پڑوی وہ ہے جو اپنے پڑویوں کے لئے بہترین ہو۔“ (ترمذی، مشکوہ)

**پڑوی کے ستانے سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سخت ناراض ہوتے ہیں!**

حضرت انس بن مالک رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(مَنْ أَذَى جَارَهُ فَقَدَّاْذَنِي وَمَنْ أَذَى إِذَانِي فَقَدَّاْذَى اللَّهَ)

”جس نے اپنے پڑوئی کوستایا اس نے مجھے ستایا اور جس نے مجھے ستایا اس نے اللہ تعالیٰ کوستایا۔“

(رواہ ابوالشخ بن حبان، ترغیب)

اس کا مطلب یہ ہے کہ پڑوئی کو ایذا پہنچانا اور ستایا اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے طریقہ اور سنت کی مخالفت ہے، اس سے اللہ تعالیٰ سخت ناراض ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کی لپیٹ میں آ جاتا ہے۔

ہانڈی کی مہک اور پھلوں سے بھی پڑوئی کو ایذا اور تکلیف نہ پہنچاؤ!

خلاصہ یہ کہ شریعتِ مطہرہ پڑوئی کو تکلیف دینے کی سخت مذمت کرتی ہے نبی کریم ﷺ نے اپنی تعلیمات اور ہدایات میں یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ ”جب تم میں سے کسی کے ہاں ہانڈی پکے تو اس سے چاہئے کہ شور بزیادہ کر لے پھر اس میں سے کچھ پڑوئی کو بھی بھیج دے۔“ (طرانی، دیکھئے مجمع الزوائد: ۸/۱۶۵) ”اگر تم میں سے کوئی پھل خرید کر لائے تو اس میں سے پڑوئی کے ہاں بھی ہدیہ بھیجو اگر ایسا نہ کر سکو (یعنی وہ پھل تھوڑا ہے یا اور کوئی وجہ ہے) تو اس کو چھپا کے لا اور تمہارا کوئی بچو وہ پھل لے کر گھر سے باہر نہ نکلے کہ پڑوئی کے بچے کے دل میں اُسے دیکھ کر جلن پیدا ہو جائے۔“ (رواہ الخراطی)

نیز آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

”اپنے گھر کی تعمیر میں اس کا لاحاظ رکھو اور اس کی دیواریں اس کی اجازت کے بغیر اس طرح نہ اٹھاؤ کہ پڑوئی کے گھر کی ہوا بند ہو جائے اور اس کو تکلیف پہنچے۔“ (رواہ الخراطی)

نیز آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

”جب تمہارے گھر میں اچھا کھانا پکے تو اس کی کوشش کرو کہ تمہاری ہانڈی کی مہک اس کے لئے باعث تکلیف نہ ہو، الایہ کہ اس میں سے تھوڑا اس کے گھر میں بھیج دو۔“ (طرانی و خراطی، دیکھئے ترغیب و تہبیب: ۳/۳۵۷)

پڑوئی کے حقوق و آداب کا خلاصہ!

پڑوئی کے حقوق و آداب کا خلاصہ یہ ہے۔

(۱) پڑوئیوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔ ویسے تو ہر مسلمان اخلاقی طور پر پابند ہے کہ وہ دوسرے مسلمان

سے لطف و کرم اور حسن سلوک کا معاملہ کرے مگر ہمسایہ سے خصوصی روابط قائم کرنے اور اس کو مضبوط کرنے اور دوام دینے کے لئے دینِ اسلام نے خاص زور دیا ہے کہ وہ ان سے محبت اور تعلق بڑھانے کے موقع اختیار کرے مثلاً وقتاً فوتاً ان کو ہدیہ بھیجنما، قرض مانگے تو قرض دینا محتاج ہو، ضرورت مند ہو تو اس کی مالی و جانی خدمت کرنا، کوئی اچھا کھانا پکائے تو اس کو بھی بھیج دینا، اس کی پرده پوشی کرنا، اس کو کوئی نعمت ملے تو مبارک باد دینا، کوئی مصیبیت پہنچے تو اس کی مدد کرنا۔

(۲) اس کے اہل و عیال کی عزت، آبرو کی حفاظت کرنا۔

(۳) اس کی خوشی اور غمی میں پوری طرح شریک ہونا بشرطیکہ وہ شادی میں ناجائز اور حرام کا ارتکاب نہ کرے کیونکہ حرام اور ناجائز امور میں شرکت کرنا درست نہیں۔

(۴) زبان اور عمل سے ان کو کسی طرح بھی تکلیف نہ پہنچانا جیسے گھر کی دیواروں کو ایسے اونچا کرنا جس سے ان کا گھر دکھائی دے یا ان کے گھر کی ہوابند کی اور اس سے اس کو تکلیف پہنچ یا اپنے گھر میں درخت کو پھردوں سے مارنا جس کی وجہ سے پڑوئی کے گھر پھر جائے یا بلا وجہ شور مچانا جس سے ان کے آرام میں خلل واقع ہوا اگر گھر میں پھل یا بچوں کے کھلونے لانا چاہتے ہو تو ایسی صورت میں یا تو ان کے گھر میں بھی کچھ دے دو ورنہ خفیہ لے کر جاؤ اور بچوں کو بھی پابند کریں کہ وہ ان چیزوں کو لے کر باہر نہ نکلیں۔ اگر کوئی اچھی مرغوب چیز پکانا چاہتے ہو تو اس میں سے پڑوئی کو کچھ دے دو اگر اس میں سے پڑوئی کے گھر نہیں بھیج سکتے تو کم از کم اتنا ضرور کرو کہ ہانڈی کی مہک اور خوشبو پڑوئی کے گھر نہ پہنچے کیونکہ اس سے پڑوئی یا اس کے بچوں کے دل میں اس کی طلب و خواہش پیدا ہو جائے گی جو ان کے لئے تکلیف کا سبب بنے گی۔ غرض جس قول فعل سے پڑوئی کو تکلیف پہنچتی ہو اس سے پرہیز کریں اور شریعت مطہرہ نے ہمسایہ سے تکلیف دور کرنے اور تکلیف سے بچانے کے لئے اس کو شفعہ کا حق بھی دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کی توفیق بخشد۔

**بے کسوں، کمزوروں، تیسموں اور مسکینوں کے حقوق و آداب!**

”یتیم“ وہ نابالغ لڑکے اور لڑکیاں ہیں جو باپ کے سایہ محبت اور شفقت سے محروم ہیں۔ ”بے کس“

وہ لوگ ہیں جو بے یار و مددگار ہوں مثلاً بیوہ عورتیں جن کے شوہر وفات پا گئے ہیں اور وہ شوہروں کے سایہ سے محروم ہو چکی ہیں۔ کمزور، حاجت مند یہ وہ فقیر اور مسکین لوگ ہیں جو دوسروں کے سہارے اور تعاون کے سخت محتاج ہوں مثلاً کسی کی اولاد اور عیال زیادہ ہیں اور اس کے ذرائع آمدنی کم یا نہ ہونے کے برابر ہو لیا وہ لوگ لئے ہوں یا اندھے، بہرے ہوں جو رزق کی تلاش میں دوڑھوپ سے محروم ہوں یا دینِ اسلام کی اشاعت اور حفاظت جیسے کاموں میں ایسے مشغول ہوں کہ ان کو تلاش رزق کی فرصت نہیں ملتی یا وہ لوگ جو کسی ناگہانی مصیبت میں بمتلا ہو گئے ہوں اور ان کو دوسروں کی مدد اور تعاون کی سخت ضرورت پر گئی ہو تو مسلمانوں کی جماعت اور اس کے ہر فرد کا فرض ہے کہ وہ ان تمام کمزوروں، حاجتمندوں اور بے کسوں کے ساتھ حسن سلوک کرے۔ یقیموں کو آغوشِ محبت اور مشفقت میں لے لے۔ بے کسوں اور بیویاووں کی آبرو کی حفاظت اور ان کی غنیواری کرے اور ان کے ساتھ تعاون اور مدد کرے اور اس بات کی پوری کوشش کرے کہ وہ انسانی معاشرہ میں ذلت کے بجائے عزت کا مقام پائیں۔ یقیموں اور بے کسوں پر حرم و مشفقت کرنے کی فضیلت اور اس کے برکس ان کے بارے میں سنگدلانہ رویہ رکھنے والوں کی بر بادی کا کچھ بیان "باب رحم اور باب انفاق" میں گزر چکا ہے اس کو وہاں پڑھ لیجئے البتہ یہاں بھی باب کی مناسبت سے اس کے متعلق قرآن و حدیث سے اختصاراً کچھ نقل کردیتا ہوں چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿أَرَءَيْتَ الَّذِي يُكَدِّبُ بِاللَّهِنِ ۝ فَذَلِكَ الَّذِي يَدْعُ الْيَتَمَ ۝ وَلَا يَحْضُرُ عَلَىٰ طَعَامٍ﴾

الْمِسْكِينُونَ (سورة الماعون: آيات ٣) ”کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جو انصاف کے دن (روز آخرت) کو جھٹلاتا ہے۔ پس یہ وہی ہے جو بیتیم کو دھکے دیتا ہے۔ مسکین اور محتاج کے طعام (یعنی ضروریات زندگی) پر نہیں ابھارتا۔“

**وَلَا يُطْعِمُهُمْ الطَّعَامُ عَلَى مُحْمَّدٍ مُسْكِنًا إِنْ تَمْمَأْ وَأَسْسَأْ** ﴿٨﴾ (سورة الدّار: ٨)

”اور اس کی محیت میں کھانا کھلاتے ہیں (یعنی ضرورتیں بورا کرتے ہیں) محتاج کو یقین کو اور

قدیمی کو

کمزوروں کا حق دبانا اپنے پیٹ میں انگاریں بھرنا ہے!

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ كُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا طَوَّسَيْصُلَوْنَ سَعِيرًا ۝)

”جو لوگ تیموں کا مال ناقص کھاتے ہیں وہ لوگ اپنے پیٹوں میں آگ بھر رہے ہیں اور وہ

عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈالے جائیں گے۔“ (سورہ نساء: ۱۰)

مسکینوں، تیموں اور بے کسوں کی کفالت کرنے والے کا اجر و ثواب!

حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آله و سلّم نے فرمایا:

(السَّاعِيُ عَلَى الْأُرْمَلَةِ وَالْمِسْكِينِ كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَاحْسِبْهُ قَالَ كَالْقَائِمِ

لَا يَغْنِرُهُ كَالصَّائِمِ لَا يُفْطِرُ)

”کسی بیوہ اور حاجتمند کے لئے دوڑ دھوپ کرنے والا بندہ (اللہ تعالیٰ کے نزدیک اجر و ثواب میں) ایسا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والا۔ روایت کہتا ہے کہ میراگمان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ و آله و سلّم نے یہ بھی فرمایا کہ ”اس قائم اللیل (یعنی شب بیدار نمازی) کی طرح ہے جو (اپنی شب بیداری میں) کوئی سستی نہیں کرتا اور اس صائم الدھر بندے کی طرح ہے جو (ہمیشہ روزہ رکھتا ہو) اور کبھی ناغہ نہ کرتا ہو۔“ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

حضرت سہل بن سعد رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آله و سلّم نے فرمایا کہ

”میں اور یتیم کی کفالت اور پرورش کرنے والا خواہ (وہ یتیم) اپنا (پوتا، بھائی اور بھتیجا) ہو یا کسی اور کا (یعنی کوئی غیر رشتہ دار) ہو جنت میں اس طرح (قریب قریب) ہوں گے (یہ کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ و آله و سلّم نے) انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کے ذریعہ اشارہ کر کے بتالیا اور دونوں انگلیوں کے درمیان تھوڑی سی کشادگی رکھی۔“ (صحیح بخاری، مشکوٰۃ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ و آله و سلّم نے اپنی انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کے ذریعہ اشارہ کر کے یہ واضح فرمایا کہ جنت

میں میرے اور یتیم کی کفالت کرنے والے کے درمیان اتنا ہی فاصلہ اور فرق ہو گا جتنا کہ ان دونوں انگلیوں

کے درمیان ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:  
 ”جو شخص اپنے کھانے پینے میں کسی یتیم کو شریک کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو ضرور بصرور جنت کا مستحق قرار دیتا ہے الیہ کہ وہ کوئی ایسا گناہ کرے جو ناقابل معافی ہو (جیسے کفر و شرک اور ناحق قتل)۔“ (شرح السنہ، مشکوہ)  
 اس حدیث کو ترمذی نے بھی نقل کیا ہے اور اس مضمون کے قریب قریب دوسرے صحابہ رض سے  
 بھی منقول ہے۔ (ترغیب و تہیب)

حضرت ابو امامہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”جس شخص نے محض اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے کسی یتیم (بچی یا یتیم بچے) کے سر پر ہاتھ پھیرا تو سر کے جتنے بالوں پر اس کا ہاتھ پھرا ہر ہر بال کے عوض اس کے لئے نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور جو شخص یتیم لڑکی یا یتیم لڑکے کے ساتھ حسن سلوک والا کا معاملہ کرتا ہے تو میں اور وہ آدمی جنت میں اس طرح (قریب قریب) ہوں گے یہ کہہ کر آپ رض نے اپنی دو انگلیوں کو ملا کر بتایا (کہ ان دو انگلیوں کی طرح بالکل پاس پاس ہوں گے)۔ (احمد و ترمذی، مشکوہ)

حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”مسلمانوں کے گھروں میں بہترین گھروہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا ہو۔ مسلمانوں کے گھروں میں بدترین گھروہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ برا سلوک کیا جائے۔“ (ابن ماجہ، مشکوہ)

نیز حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ”میں نے معراج کی رات میں کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ پتھر کھارے ہیں اور جو پتھر کھاتے ہیں وہ نیچے سے نکل جاتے ہیں، میں نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ لوگ کون ہیں؟ انہوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال ناحق کھا جاتے ہیں۔“ (مسلم)  
 نیز نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

”جو کوئی اپنے بھائی کی حاجت پوری کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی کرے گا اور جو کسی مسلمان کی تکلیف اور مصیبت کو دور کرے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی مصیبتوں میں سے کسی مصیبت کو دور کرے گا اور جو کسی مسلمان کی پردہ دری کرے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ دری

کرے گا۔” (بخاری، مسلم، متنوہ)

بے کسوں، حاجتمندوں، مسکینوں اور تیموں کے حقوق و آداب کا خلاصہ!

(۱) حاجتمندوں، مسکینوں، کمزوروں اور تیموں کی جانی و مالی خدمت کرنا۔ حق سمجھ کر ان کی مدد کی جائے نہ یہ کہ ان پر کوئی احسان جلتا یا جائے (یعنی دینے والا اور خدمت کرنے والا یہ نہ سمجھے کہ میں ان کے ساتھ احسان کر رہا ہوں بلکہ یہ سمجھے کہ محض اپنا حق اور فرض ادا کر رہا ہوں)۔

(۲) ان کی دلچسپی اور ان کی حوصلہ افزائی کرنا۔

(۳) ان کی عزت و آبرو کی حفاظت کرنا، ان کو دھکے کھانے اور ظالم کے ظلم سے بچانے کی حقیقت المقدور کوشش کرنا۔

(۴) مسلمانوں کی جماعت کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایسے لوگوں کی تعلیم و تربیت کا خاص خیال رکھیں۔

(۵) ان کی حاجت اور سوال کو حقیقی الوع ردنے کرنا۔

(۶) ان کے معاشی تحفظ یعنی کوئی یتیم صاحب مال اور صاحب جائیداد ہو تو اس کے سرپرست پر یہ لازم ہے کہ وہ اس کے مال، دولت اور جائیداد کی اس کے بالغ ہونے تک حسن و خوبی کے ساتھ دیکھ بھال کرے اور یہ دیکھ بھال بلا معاوضہ ہوئی چاہئے البتہ اگر سرپرست خود فقیر ہو تو مناسب معاوضہ بھی لے سکتا ہے۔

## عام مسلمانوں کے حقوق!

ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا دینی بھائی ہے اور یہ دینی رشتہ خون اور نسب سے بھی بڑھ کر ہے۔

قرآن مجید اور احادیث رسول اللہ ﷺ میں اس بات پر بہت زور دیا گیا ہے کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کو اپنا بھائی سمجھے اور ایک دوسرے کے خیر خواہ اور معاون بن کر رہیں، ایک دوسرے کا لحاظ اور اکرام کریں۔

اسی دینی رشتہ سے متعلق ان کے باہمی حقوق متعین فرمائے گئے ہیں۔

یہاں قرآن و حدیث سے بطور نمونہ کچھ نقل کرتا ہوں اس کو پڑھ لیجئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَاصْلِحُوهُا بَيْنَ أَخْوَيْكُمْ﴾

”مُؤْمِنٌ تو آپس میں بھائی ہیں اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کراؤ۔ (سورۃ الحجرات: ۱۰)

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا يَعْتَبِ بَعْضُكُمْ بَعْضًا طَائِبٌ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ﴾

”اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے کیا تم میں سے کوئی پسند کرے گا کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔“ (حجرات: ۱۲)

ایک مسلمان کی کیا صفات ہونی چاہئیں ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ ان کی ایک صفت یہ ہونی چاہئے کہ:

﴿إِذْلِلَةٌ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٌ عَلَى الْكُفَّارِ﴾

”وہ مسلمانوں کے لئے نرم اور کافروں کے مقابلے میں سخت ہوں گے۔“ (ماندہ: آیت ۵۲)

مطلوب یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کے لئے نہایت نرم اور ان کے لئے ہر پہلو سے لپک قبول کرنے والے اور تواضع کرنے والے ہوں گے لیکن کافروں کے لئے وہ پھر کی چٹان ہوں گے، وہ کافر اگر ان کو اپنے اغراض و مقاصد کے لئے استعمال کرنا چاہیں گے تو ان کو ذرہ برابرا پنے مقاصد کے لئے استعمال نہ کر سکیں گے۔ ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ عہداوں کے مسلمانوں (یعنی صحابہ کرام) کے بارے میں فرماتا ہے کہ:

﴿مُحَمَّدُ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءٌ عَلَى الْكُفَّارِ رُحْمَاءٌ بَيْنَهُمْ﴾

”محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ ﷺ کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں مہربان ہیں۔“ (فتح: ۲۹)

تمام مسلمان ایک جسم کی طرح ہیں!

حضرت نعمان بن بشیر رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”اے مخاطب! تو مؤمنوں کو آپس میں ایک دوسرے سے رحم کا معاملہ کرنے اور ایک دوسرے سے محبت اور ایک دوسرے کے ساتھ مہربانی (معاونت اور حسن سلوک) کرنے میں ایسا پائے گا جیسا کہ بدن کا حال ہے جب بدن کا کوئی عضو دھرتا ہے تو بدن کے باقی اعضاء اس ایک عضو کی وجہ سے ایک دوسرے کو بلاست اور پکارتے ہیں بیداری اور درد میں سارا جسم شریک رہتا ہے۔“ (بخاری، مسلم، مشکلۃ)

مطلوب یہ ہے کہ پوری امت مسلمہ گویا ایک جسم کی طرح ہے اور اس کے افراد اس کے اعضاء ہیں کسی ایک عضو میں اگر تکلیف ہو تو اس کے سارے اعضاء تکلیف محسوس کرتے ہیں اور تمام اعضاء بیدار اور بے آرام ہو جاتے ہیں، اسی طرح اگر ایک مسلمان کو کوئی تکلیف اور مصیبت پہنچ تو سارے مسلمان اس کے دھمک میں شریک ہوں اور سب مل کر اس کی تکلیف و مصیبت دور کرنے کی تدبیریں کریں۔

مسلمان سب بھائی بھائی ہیں!

حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے (لہذا) نہ مسلمان خود دوسرے مسلمان پر ظلم کرے اور نہ دوسروں کا مظلوم بننے کے لئے اس کو بے یار و مددگار چھوڑے اونہ اس کو ذمیل و تقویٰ سمجھے پھر آپ ﷺ نے اپنے سینے کی طرف تین دفعہ اشارہ کر کے فرمایا کہ (تقویٰ صرف ظاہری اعمال میں منحصر نہیں بلکہ) اصل تقویٰ یہاں ہوتا ہے (اور اسی بنیاد پر عند اللہ کوئی معزز و مکرم بن سکتا ہے کیا خبر جس کو تم ظاہری اعمال کے لحاظ سے قبل تحقیر سمجھتے ہو وہ تقویٰ سے معمور ہو اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک معزز و مکرم ہو اس لئے) کسی آدمی (کو جنم لے جانے) کے لئے یہی براہی کافی ہے کہ وہ اپنے کسی مسلمان بھائی کو تحقیر سمجھے اور اس کی تحقیر کرے۔ مسلمان کی چیز دوسرے مسلمان کے لئے حرام ہے (یعنی اس پر دست درازی حرام ہے) اس کا خون بھی، اس کا مال بھی اور اس کی عزت اور آبرو بھی۔“ (مسلم، مشکوٰۃ)

مسلمان، مسلمان کا خیر خواہ ہوتا ہے!

حضرت انس رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

(وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يُؤْمِنُ عَبْدُ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ)

”قسم اس ذات پاک کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے کوئی بندہ اس وقت تک (سچا) مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے (مسلمان) بھائی کے لئے وہی (خیر و خوبی) نہ چاہے جو اپنے لئے چاہتا ہے۔“ (صحیح بخاری و صحیح مسلم، مشکوٰۃ)

خیر و خوبی سے مراد دیا و آخرت دونوں کی خیر خواہی مراد ہے مطلب یہ ہے کہ ہر مسلمان دوسرے

مسلمان کی اس درجہ خیرخواہی کرے کہ جو خیر و بھلائی اپنے لئے چاہے وہی اپنے مسلمان بھلائی کے لئے بھی چاہے یہ کامل اور سچے ایمان کے لوازم اور شرائط میں سے ہے، الہذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ دوسرا مسلمان کا مکمل خیرخواہ ہو اور اس کے لئے خیر و بھلائی کا طالب ہو۔

بڑوں کا احترام اور چھوٹوں پر شفقت!

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يُرَحِّمْ صَغِيرًا نَّاولَهُمْ يُوْقَرَ كَيْرًا نَّاولَهُمْ يَأْمُرُ بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَا عَنِ الْمُنْكَرِ)

”وہ شخص ہماری اتناع کرنے والوں میں سے نہیں ہے جو ہمارے چھوٹوں پر شفقت نہ کرے اور بڑوں کا احترام نہ کرے، نیکی اور بھلائی کا حکم نہ کرے اور برائی سے منع نہ کرے۔“ (ترمذی، مشکوٰۃ)

اور حضرت عبادہ بن صامت ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

”جو شخص ہمارے بڑوں کا احترام نہ کرے اور ہمارے چھوٹوں پر شفقت نہ کرے اور ہمارے علماء کے حق کو نہ پہچانے وہ میری امت میں سے نہیں۔“ (احمد، طبرانی، مجمع الزوائد: ۸/۱۲)

مسلمان کو ایذا پہنچانے والا بے دین اور فاسق ہے!

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(سَبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَ قَاتَلَةُ كُفُرٍ)

”مسلمان کو گالی دینا فتنت ہے اور قتل کرنا کفر ہے۔“ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

کفر کا مطلب یہ ہے کہ جو مسلمان کسی مسلمان کو قتل کرتا ہے تو وہ اپنے اسلام کے کامل ہونے کی نفی کرتا ہے اور ممکن ہے کہ نا حق قتل کرنا کفر پر مر نے کا سبب بنے۔ اور اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتے ہیں کہ:

﴿وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَ آثُرُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا إِنَّهَا وَعَذَابُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَلَعْنَهُ وَأَعْذَابُهُ﴾ (سورہ نساء: ۹۳)

عَذَابًا عَظِيمًا

”اور جو شخص کسی مسلمان کو عمدًا قتل کرے گا تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہے گا اور

اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب اور اس کی لعنت ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے عظیم عذاب تیار کر کھا ہے۔“

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

”جب ہو رعایت کے نزدیک خلوٰہ اس کے لئے ہے جو مسلمان کے قتل کو حلال سمجھے کیونکہ اس کے کفر میں شک نہیں۔ یا خلوٰہ سے مراد یہ ہے کہ مدتِ دراز تک جہنم میں رہے گا یا وہ شخص مستحق تو اسی سزا کا ہے آگے اللہ تعالیٰ مالک ہے جو چاہے کرے واللہ اعلم۔“ (تفسیر عثمانی)

کسی مسلمان کو مصیبت میں دیکھ کر خوشی کا اظہار مت کرو!

حضرت واشلہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا

”تم اپنے کسی مسلمان بھائی کی مصیبت پر خوشی کا اظہار مت کرو (اگر ایسا کرو گے تو ہو سکتا ہے کہ) اللہ تعالیٰ اس کو اس مصیبت سے نجات دے دے اور تم کو مبتلا کر دے۔“ (ترمذی)

مسلمانوں کے حقوق کا خلاصہ!

مسلمانوں کے حقوق چالیس سے بھی متعدد بیان کئے جاتے ہیں یہاں صرف چند حقوق کا ذکر کیا جائے گا اور کوشاں یہ کی جائے گی کہ اہم حقوق انہی میں سمیٹ لئے جائیں۔

(۱) سلام اے کا جواب دینا۔ (۲) چھینک آنے پر جب وہ ”الحمد لله“ کہے تو اس کے جواب میں

”یحیک اللہ“ کہنا۔ (۳) اگر شرعی یا جسمانی عذر نہ ہو تو اس کی دعوت اور ہدیہ قبول کرنا۔ (۴) بیمار ۲ کی عیادت اور بیمار پر سی کرنا۔ (۵) مرجائے تو جنازے سے کے ساتھ جانا اور جنازہ پڑھنا کفن، دفن کرنا۔ (۶) ہمیشہ مسلمانوں کی خیرخواہی کرنا مثلاً اگر دو مسلمانوں کے درمیان کوئی نزاع اور جھگڑا ہو جائے تو ان کے مابین صلح کر دینا۔ (۷) اس کی غیبت نہ کرنا۔ (۸) اس کو طعنہ نہ دینا۔ (۹) اس کا مذاق اڑا کر اس کی تذلیل و تحریر نہ کرنا۔ (۱۰) اس کے ساتھ دشمنی نہ کرنا۔ (۱۱) اس کے ساتھ احسان کا معاملہ کرنا جو خیر و بھلائی اپنے لئے پسند کرے وہی اس کے لئے پسند کرنا۔ (۱۲) اس کی پرده پوشی کرنا اور رسولی سے بچانے

۔ سلام کے آداب کا بیان ان شاء اللہ آگے آئے گا۔ ۱۔ بیمار پر سی کے آداب ان شاء اللہ آگے بیان ہوں گے۔ ۲۔ جنازہ تنصیف اور تدقین یہ سب فرض کفایہ ہیں۔ نوٹ: اگر ایک ہی مجلس میں پے در پے کسی شخص کو دوسرے زیادہ بار چھینک آئے تو اس کے بعد ”الحمد لله“ یا اس کے جواب میں ”یحیک اللہ“ کہنے کی ضرورت نہیں۔

کی کوشش کرنا البتہ اگر اعلانیہ گناہ کرتا ہے یا اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازش کرتا ہے تو اس کو ایسے گناہ اور جرائم سے منع کرنا اگر کوئی شخص کسی مسلمان کے خلاف سازش کرتا ہے یا اس کی عزت و آبرو لٹانے کے درپے ہوتا ہے تو دوسرے مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس سازشی کوروں کے اگر یہ اس کے بس میں نہیں تو اس شخص کو خبردار کرنا ضروری ہے جس کے متعلق سازش ہو رہی ہے، اسی طرح جو شخص اسلام کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا ہے اس کو اس سے روکا جائے گا اگر یہ اس کے بس میں نہیں تو اس کی اس سازش سے عام مسلمانوں کو خبردار کرنا ضروری ہے تاکہ کوئی مسلمان اس کے فتنے میں نہ پڑ جائے۔

(۱۳) اس کی مدد کرنا مثلاً اگر ظالم ہو تو اس کو ظلم سے روکنا اور اگر مظلوم ہو تو اس کو پناہ دینا یا کوئی مانگنے کی چیز مانگے مثلاً نمک مانگا یا کلہاڑی مانگی تو اس کے سوال کو رد نہ کرنا۔ اس کی گاڑی پھنس گئی تو اس کے ساتھ گاڑی کو دھکالا گناہ اس کو مصیبہ کے وقت بے یار و مددگار نہ چھوڑنا اور کفار کے خلاف اس کی بھرپور مدد کرنا۔

(۱۴) چھوٹوں پر شفقت کرنا اور بڑوں کا احترام کرنا۔ (۱۵) نیک کاموں کا حکم اور برائی سے منع کرنا۔ (۱۶) اپنی زبان اور اپنے ہاتھ و عمل سے کسی مسلمان کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچانا۔

مثلاً اس سے سخت کلامی نہ کرے، اس کو گالی نہ دے اور نہ اس کے مردوں اور فوت شدہ رشتہ داروں کو گالی دے حتیٰ کہ نماز میں بھی ایسی جگہ نہ کھڑے ہوں جہاں سے لوگ گزرتے ہوں مثلاً مسجد میں نفل پڑھنی ہیں تو ایسی جگہ پڑھیں کہ آنے جانے والوں کے لئے رکاوٹ نہ ہو۔ اگر باہم رنجش ہو جائے تو اس کے ساتھ تین روز سے زیادہ ترک کلام نہ کرے۔ خلاصہ یہ کہ اس کو کسی قسم کی تکلیف پہنچانے سے پرہیز کریں۔

## دوستی کے حقوق و آداب!

جس سے دوستی کرنی ہوا اول اس کے عقائد، اعمال، معاملات اور اخلاق کی خوب دیکھ بھال کرنی چاہئے اگر ان امور میں اس کو مستقیم نہ پائے تو اس سے دوستی کرے ورنہ نہیں۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

”آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے اس لئے تم میں سے ہر ایک کو غور کرنا چاہئے کہ وہ کس کو دوست بنارہا ہے۔“ (احمد، ترمذی، مشکلۃ باب الحب فی اللہ)

یہاں جس دوستی کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد دلی اور سچی دوستی ہے نہ کہ ظاہر داری اور خوش اخلاقی کیونکہ ظاہر داری اور خوش اخلاقی کے تعلقات ضرورت کی بنابر ہر ایک کے ساتھ استوار کئے جاسکتے ہیں البتہ دلی اور سچی دوستی صرف انہی لوگوں کے ساتھ کرنی چاہئے جن کے عقائد، نظریات درست ہوں اور جن کے اعمال، اخلاق اور عادات پاکیزہ ہوں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بھی اس طرف اشارہ کیا ہے کہ:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ﴾

”اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچتے رہو اور پھر کے ساتھ رہو۔“ (توبہ: ۱۱۹)

دستی کے حقوق و آداب کو ملاحظہ کیجئے!

(۱) جو شخص اسلامی نقطہ نظر سے دوستی کے لائق ہوا یہ شخص کے ساتھ دوستی زندگی بھر بنانی چاہئے اور اس کے ساتھ ملک مصائب تعلقات قائم رکھنے چاہئیں۔

(۲) دوستوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے محبت کرنی چاہئے محبت والفت بڑھانے کے لئے مدد پا اور تحریک کا تبادلہ بھی کرنا چاہئے جان و مال سے بھی ان کی خدمت کرنی چاہئے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

”قيامت کے دن اللہ تعالیٰ (سب لوگوں کے سامنے) فرمائے گا کہاں ہیں وہ لوگ جو میری خوشنودی اور میری تعلیم کی خاطر آپس میں محبت اور تعلق رکھتے تھے آج میں ان لوگوں کو اپنے سایہ میں پناہ دوں گا اور آج کے دن میرے سایہ کے علاوہ اور کوئی سایہ نہیں۔“ (مسلم، مشکلہ ۲)

نیز نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان لوگوں کے ساتھ میرا محبت کرنا ضروری (اور ایک طے شدہ) امر ہے جو محض میری رضا مندی کی خاطر آپس میں تعلق و محبت رکھتے ہیں، محض میری رضا کی خاطر اور میری حمد و نما کرنے کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھتے ہیں، محض میری رضا کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ ملاقات کرتے ہیں اور محض میری رضا کی خاطر اپنامال خرچ کرتے ہیں۔“ (مؤطا امام مالک، مشکلہ)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جس بندے نے کسی شخص سے محض اللہ کی رضا کی خاطر محبت و دوستی رکھی تو اس نے درحقیقت اپنے پورا دگار عز و جل کی تعظیم و تکریم کی۔“ (احمد، مشکوہ)

(۳) دوستوں پر اعتماد کیجئے اور ان کے درمیان ہشاش بشاش رہئے، ان کے ساتھ نہایت توجہ اور خندہ پیشانی سے ملنے، دوستوں کے بارے میں لا پرواہی، بے نیازی، خشک مزاجی اور سخت کلامی سے پر ہیز کیجئے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ”اپنے بھائی کو دیکھ کر مسکرا دینا بھی صدقہ ہے۔“ (ترمذی)

(۴) دوستوں کے ساتھ وفاداری اور خیرخواہی کا سلوک کیجئے، دوست کے ساتھ سب سے بڑی خیرخواہی یہ ہے کہ اس کو اخلاقی اور دینی اعتبار سے زیادہ سے زیادہ اونچا اور بڑھانے کی کوشش کریں۔

رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ:

”اللہ تعالیٰ کے نزدیک دوستوں میں بہترین دوست وہ ہے جو اپنے دوستوں کا بہترین خیرخواہ ہو اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک پڑوسیوں میں بہترین پڑوستی وہ ہے جو اپنے پڑوسیوں کا بہترین خیرخواہ ہو۔“ (ترمذی، مشکوہ)

(۵) دوستوں کے ساتھ ایک بے تکلف ساتھی، خوش مزاج اور خوش طبع رفیق بننے کی کوشش کیجئے کہ آپ کی صحبت سے دوست و احباب اکتا کیں نہیں بلکہ مسرت محسوس کریں اگر دوستوں کی طرف سے کوئی امر خلاف مزاج پیش آئے تو اس پر چشم پوشی کریں حکمت اور نرمی کے ساتھ بات کو نال دیجئے اگر اتفاق سے شکر نجی ہو جائے تو فوراً صلح صفائی کریں اس کو دل ہی دل میں رکھ کر طول نہ دیں کیونکہ اس سے دوستی میں نفاق اور افتراء پیدا ہوتا ہے۔

(۶) دوستوں کے دکھدر میں شریک رہیں اور ان کی خوشیوں میں بھی حصہ لیا کریں۔

(۷) جس سے محبت ہوا پنی اس محبت کا اظہار بھی اس کے سامنے کیجئے نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

”نبی کریم ﷺ صاحبہ کرام کے ساتھ احتلاط اور خوش طبعی فرماتے تھے اور صاحبہ کرام بھی نبی کریم ﷺ کے ساتھ بے تکلف زندگی گزارتے تھے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے شہل ترمذی اور الادب المفرد اس کی کچھ تفصیلی بیان اسی کتاب کے ”باب المزاج“ اور خوش طبعی کے بیان میں گزر چکی ہے۔)

”جب کسی شخص کے دل میں اپنے (مسلمان) بھائی کے لئے محبت کے جذبات ہوں تو اسے چاہئے کہ وہ اپنے اس بھائی کو ان جذبات سے آگاہ کر دے کہ وہ اس سے محبت رکھتا ہے۔“ (ابوداؤد، ترمذی، مشکوٰۃ)

البته یہاں اس بات کی روایت رکھے کہ محبت کے اظہار میں افراط و تفریط سے بچیں۔ ہمیشہ محبت کا اظہار اور تعلقات کی ایسی معتدل نویست اختیار کریں جس کو آپ برابر نباه سکیں (یعنی نہ تو اپنی سردمہری اور لاپرواہی کا برداشت کریں کہ آپ کی دوستی و تعلق مشکوٰۃ نظر آئے اور نہ جوش محبت میں اتنا آگے بڑھیں کہ آپ کی محبت و دوستی جنون کی شکل اختیار کر لے بلکہ ہمیشہ معتدل رویہ اختیار کریں)۔

(۸) دوستوں کے لئے دعا کا اہتمام کریں۔

## ما تھوں اور خادموں کے حقوق و آداب!

حضرت ابوذر غفاری رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”(یہ غلام اور مزدور) تمہارے بھائی ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو تمہارا زیریدست (ما تحت او عکرم) بنادیا ہے تو اللہ تعالیٰ جس کسی کے زیریدست اس کے کسی بھائی کو کر دے تو اس کو چاہئے کہ وہ اس کو وہ کھلانے جو خود کھاتا ہے اور وہ پہنانے جو خود پہنتا ہے اور اس کو ایسے کام کا مکلف نہ کرے جو اس کے لئے بہت بھاری (اور مشکل) ہو اور اگر ایسے (مشکل) کام کا مکلف کرے تو پھر اس کام میں خود اس کی مدد کرے۔“ (صحیح بخاری، صحیح مسلم، مشکوٰۃ)

حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”جب تم میں سے کسی کا خادم اس کے لئے کھانا تیار کرے اور پھر وہ کھانا لے کر اس کے پاس آئے تو جس کھانے کے لئے اس (خادم) نے گرمی اور دھوئیں کی تکلیف اٹھائی ہے تو آقا کو چاہئے کہ کھانا تیار کرنے والے اُس خادم کو اپنے ساتھ (دسترخوان پر) بٹھانے تاکہ وہ بھی کھائے۔ اگر کھانا تھوڑا ہے اور کھانے والے زیادہ ہوں تو آقا کو چاہئے کہ اس کھانے میں سے ایک دو لقمنے اس خادم کو دے دے۔“ (صحیح مسلم، مشکوٰۃ: باب العفقات)

حضرت جابر رض یہ روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”جس شخص میں یہ تین باتیں ہوں گی اللہ تعالیٰ اس پر موت کو آسان کر دے گا اور اس کو جنت میں داخل کرے گا۔

(۱) کمزوروں اور ضعیفوں کے ساتھ زندگی کرنا۔

(۲) ماں، باپ پر شفقت کرنا۔

(۳) اپنے مملوک (اماتختوں، غلاموں اور مزدوروں) پر احسان کرنا۔ (ترمذی، مشکلہ)

حضرت ابو بکر صدیق رض سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسالہ وآلہ وسالم نے فرمایا کہ:

”اپنے مملوک (اور ماتحت غلام، خادم) کے ساتھ برائی و بدسلوکی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔“ (ترمذی، ابن ماجہ، مشکلہ)

اور حضرت نافع بن مکہیث رض سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسالہ وآلہ وسالم نے فرمایا کہ:

”اپنے مملوک (اور ماتحت غلام، خادم) کے ساتھ برائی و بدسلوکی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔“ (ترمذی، ابن ماجہ، مشکلہ)

اور حضرت نافع بن مکہیث رض سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسالہ وآلہ وسالم نے فرمایا کہ:

”اپنے مملوک (اور ماتحت) کے ساتھ بھلانی اور حسن سلوک خیر و برکت کا باعث ہے اور اپنے مملوک کے ساتھ بدسلوکی بے برکتی کا باعث ہے۔“ (ابوداؤد، مشکلہ)

قرآن مجید نے بھی غلاموں اور ماتختوں کے ساتھ حسن سلوک پر زور دیا ہے اور ان لوگوں کی سخت نہست فرمائی ہے جو غلاموں اور مزدوروں کے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں۔ (دیکھنے سورہ نساء: ۳۶)

خادموں مزدوروں اور ماتختوں کے حقوق اور آداب کا خلاصہ یہ ہوا!

(۱) ان پر دشوار اور سخت کام کا بوجھ نہ ڈالیں اور نہ ان پر دشوار احکام جاری کریں اگر کبھی مشکل اور دشوار کام کا مکلف بھی کریں تو پھر ان کے ساتھ اس کام میں مدد کریں تاکہ ان کا بوجھ ہلکا ہو جائے۔

(۲) ان کے ساتھ خوش گفتاری کریں مثلاً ان کو اچھے نام سے پکاریں اور شفقت آمیز لہجہ میں کسی کام کرنے کے بارے میں کہا کریں جیسے کوئی اپنے بیٹے یا چھوٹے بھائی کو کہتا ہے۔

(۳) مجموعوں اور ماتختوں کو راحت پہنچانا اور ان کے ساتھ کاموں میں تعاون کرنا مثلاً حتی الوع چھوٹا موٹا کام خود ہی کر لینا، اسی طرح ان کو اپنے ساتھ ملنے کے لئے آسان طریقے مقرر کرنا اور ان کے آرام کا خیال رکھنا۔

(۴) ان کی ملازمت کا تحفظ کرنا (یعنی خادموں اور مزدوروں کی ان کوتا ہیوں کو نظر انداز کرنا جو انہوں نے اس کے حق میں کی ہیں) اور ان کی چھوٹی چھوٹی غلطیوں کی بنیاد پر ان کو ملازمت سے برطرف نہ کرنا بلکہ ان کو کثرت سے معاف کرنا۔

(۵) ان کے ساتھ حسن سلوک کریں اور ان کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کریں، خادم کوئی چیز پکائے تو اس کو بھی اس میں سے کھلائیں اور وہ پہنائیں جو خود پہننے ہوں، اگر مزدوروں اور خادموں میں کوئی بھگڑا پڑ جائے تو ان میں عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کریں اور کسی ایک جانب میلان نہ کریں۔

(۶) مزدور اور خادم کو ٹھیک وقت پر مزدوری اور تنخواہ دیں۔

**ما تخلو اور خادموں کے ذمہ حقوق اور فرائض!**

(۱) اپنے مخدوم اور آقا کی اطاعت کریں البتہ خلافِ شرع امور میں اس کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔

(۲) اپنے فرائض کو مختت اور ذمہ داری کے ساتھ سرانجام دیں۔

(۳) اس کے مال و متعاع میں کسی فتنہ کی خیانت نہ کریں۔

(۴) اگر مخدوم اور آقا سے کوئی امر خلاف طبع پیش آئے تو صبر کریں شکایت اور بدعا نہ کریں۔

(۵) اگر اپنے مخدوم سے آرام و راحت پہنچی ہو اور اس نے حسن سلوک کیا ہو تو اس کے احسان مندر ہیں اور اس کے لئے دعائیں کریں۔

(۶) خادم اور مخدوم دونوں میں باہم مشترک حق اور ذمہ داری یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کی جان، مال اور آب روکی حفاظت کریں۔

**رعایا کے ذمہ حکمرانوں کے حقوق!**

حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”جو شخص میری فرمانبرداری کرتا ہے تو اس نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی اور جس شخص نے میری نافرمانی کی تو اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور جس شخص نے امیر (اور سردار) کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے اپنے امیر کی نافرمانی کی تو اس نے میری نافرمانی کی۔“ (بخاری، مسلم، مشکوہ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”(اپنے امیر اور حاکم کی بات اور حکم کو) سننا اور اس کی فرمانبرداری کرنا ہر حالت میں مسلمان پر واجب ہے خواہ وہ حکم اس کو پسند ہو یا ناپسند جب تک وہ کسی گناہ کا حکم نہ دے، جب اس کو گناہ اور نافرمانی کا حکم دیا جائے تو اس کو نہ سناجائے اور نہ اس کی اطاعت کی جائے۔“ (بخاری، مسلم، مشکوہ)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

(لَا طَاعَةَ فِي مَعْصِيَةٍ إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ)

”کسی بھی گناہ کی بات میں (کسی کی بھی) اطاعت جائز نہیں، اطاعت اور فرمانبرداری تو صرف اچھے (اور جائز) حکم کی ہوگی۔“ (بخاری، مسلم، مشکوہ)

حکمرانوں کے حقوق کا خلاصہ یہ ہے!

(۱) عوام اور رعایا حکام کی اور اپنے امیروں کی اطاعت کریں البتہ اگر وہ شریعت مطہرہ کے خلاف کوئی حکم دیں تو اس میں ان کی اطاعت نہ کریں۔

(۲) ان کا ادب و احترام کریں لیکن احترام کو احترام کے درجہ میں رکھا جائے گا احترام کی آڑ میں ان کی عبادت یا شرکے افعال سے قطعی پرہیز کریں۔

(۳) ان کے ہاں بڑی سفارش لے کرنہ جائیں۔ (یعنی حکام کو مال کی حرمت دے کر ان سے کوئی کام نہ کرایا جائے) اور نہ ان کے پاس کوئی ایسی سفارش لے جائیں جس میں دوسرے کا حق مارا جائے۔ یاد رہے کہ جائز سفارش اچھی چیز ہے بشرطیکہ جس کی سفارش کی جائے اس کا مطالبہ حق اور جائز ہو اور اس میں کسی فتنہ کی رشوت کی آمیزش نہ ہو۔

(۴) عادل اور اچھے امیروں کے خیر خواہ رہیں، ان کے لئے دعا کیں کہ اگر ان کے پاؤں را حق سے ہٹ گئے ہوں یا ہٹ رہے ہوں تو ان کو راہ حق پر لانے اور قائم رکھنے کی کوشش کریں۔ نبی کریم ﷺ نے ہم کو خیر خواہی کی ہدایت فرمائی ہے خصوصاً انہم اور امیروں کے بارے میں خاص تاکید فرمائی ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(أَفْضَلُ الْجِهَادِ مَنْ قَالَ كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ)

”افضل اور سب سے بہتر جہاد اس شخص کا ہے جو ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہے۔“ (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، مشکوہ)

## حکام کے ذمہ رعایا کے حقوق!

عادل حکمران اللہ تعالیٰ کے عرش کے سامنے کے نیچے ہوگا اور قیامت کے دن نور کے منبروں پر جگہ پائیں گے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے بخاری، مسلم)

ظالم اور خائن امیر کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

”جس بندے کو اللہ تعالیٰ کسی رعیت کا حاکم اور نگران بنائے اور وہ اس کی خیرخواہی پوری پوری نہ کرے تو جنت کی بونے پائے گا۔“ (بخاری، مسلم، مشکوہ)  
بیز آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

”جس بندہ کو اللہ تعالیٰ کسی رعیت کا نگران بنائے اور وہ مرتبے دم تک اس حال میں مر جائے کہ وہ اپنی رعیت پر ظلم اور ان کے حقوق میں خیانت کرے تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت کو حرام کر دے گا۔“ (بخاری، مسلم، مشکوہ)  
امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک بندوں میں بلند مرتبہ کے اعتبار سے سب سے بہتر جو شخص ہو گا وہ عادل اور نرمی کرنے والا حاکم ہے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک بندوں میں مرتبہ کے اعتبار سے سب سے بدتر جو شخص ہو گا وہ ظالم اور سختی کرنے والا حاکم ہے۔“ (یہقی، مشکوہ)

عوام اور رعایے کے حقوق کا خلاصہ یہ ہے!

(۱) ان کے درمیان عدل و انصاف کرنا اور قانون کی بالادستی کو قائم رکھنا۔ اسلامی حکومت کا مقصد وجود ہی نظام کا قیام ہے۔ عدل کی ضرورت صرف عدالت اور حاکم کی حد تک محدود نہیں بلکہ ہر معاملے میں اس کی ضرورت پڑتی ہے یہ عدل و انصاف ہر جگہ مطلوب ہے تاہم عام لوگوں کی نسبت ایک حاکم کی عدالت میں عدل کرنا زیادہ اہم ہے کیونکہ ایک تو اس کے پاس اس غرض ہی کے لئے خاص طور پر رجوع کیا جاتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ حاکم کا عادلانہ رویہ عوام پر اثر انداز ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے عوام بھی ایک دوسرے پر ظلم و زیادتی کرنے سے رک جاتے ہیں اور حاکم بھی عوام پر ظلم و زیادتی سے باز رہتے ہیں۔

(۲) دیانت داری اور امانت داری بھی ہر آدمی سے مطلوب ہے لیکن حاکم کی خیانت اور بد دیانتی کے نتائج عالم اور دورس ہوتے ہیں اس لئے حکمرانوں کو خیانت سے سخت پر ہیز کرنا چاہئے اور ان کے ذہن میں ہر وقت یہ بات ہونی چاہئے کہ سرکاری اشیاء دراصل پوری قوم کی امانت ہے اور ان کو صرف قومی مفاد ہی پر خرچ کیا جا سکتا ہے۔ یہی مناصب اور ذمہ داریوں کی تقسیم کا معاملہ ہے کہ سرکاری اشیاء کو بے جا خرچ کرنا منصبوں اور ذمہ داریوں کی تقسیم میں اہل اور نا اہل کی خوب چھان بین اور خیال نہ کرنا بد دیانتی اور خیانت ہے۔

(۳) عوام کے ساتھ زرمی کرنا اور ان کے سامنے خوش اخلاقی سے پیش آنا۔

(۴) عوام سے ملنے کے طریقے آسان بنانا۔

(۵) احساس فرض اور احساس منصب کا ہونا۔

(یعنی وقت کی پابندی اور اپنا کام صحیح طور پر کرنا) اوقات کا رکو خوش گپیوں میں یا غیر ضروری کاموں میں نہ گزارنا جس کو اپنی ذمہ داری اور منصب کا احساس نہ ہو وہ خیانت اور بد دیانتی میں بیتلار ہے گا۔

(۶) اپنی رعایا اور عوام کی جان، مال اور آبرو کو تحفظ دینا۔ رعایا اور حاکم کی ذمہ داریوں کی تفصیل اور ان کے بارے میں نبی کریم ﷺ کی ہدایات اور ارشادات کے لئے ”اسرار العروج“ کو پڑھ لیجئے۔

## مہمان کے حقوق و آداب!

قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کا واقعہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاں اللہ تعالیٰ کے فرشتے معزز مہمانوں کی صورت میں آئے اور سلام کیا، ابراہیم علیہ السلام نے سلام کا جواب دیا اور دل میں کہا کہ یہ لوگ تو اجنبی معلوم ہوتے ہیں پھر جلدی سے اپنے گھر جا کر ایک موٹا تازہ پچھڑ بھنو کر مہمانوں کے لئے لائے اور ان کے سامنے رکھا۔ (سورۃ الذاریات: ۲۶-۲۷)

نیز حضرت لوط علیہ السلام کے پاس اللہ تعالیٰ کے فرشتے حسین اڑکوں کی صورت میں آئے تو قومِ لوط نے ان فرشتوں کو لڑ کے خیال کر کے ان کے ساتھ اہانت آمیز بر تاؤ کرنا چاہا تو لوط علیہ السلام نے قوم سے فرمایا:

”یہ میرے مهمان ہیں تم (ان کے بارے میں) مجھے رسوانہ کرو اللہ تعالیٰ سے ڈرومیری بے عزتی (اور مجھے ذلیل) نہ کرو۔“ (سورہ الحجر: ۲۸، ۲۹)

خلاصہ یہ کہ حضرت لوط علیہ السلام نے اپنے مہمانوں کی جانب سے اپنی طاقت کے مطابق خوب مدافعت کی جو کچھ ان کے بس میں تھا وہ کرڈا الابنی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

(مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَيُكِرِّمْ ضَيْفَهُ)

”جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے تو اس کو اپنے مہمان کی خاطر تواضع کرنی چاہئے۔“ (بخاری، مسلم، مشکلۃ)

مذکورہ بالاقرآن مجید کی دو حکایتوں اور بنی کریم ﷺ کے ارشادات کی روشنی میں مہمان کے حقوق و آداب کا خلاصہ یہ ہے:

(۱) مہمان اور میزبان میں کلام کی ابتداء بآہمی سلام سے ہونی چاہئے۔

(۲) مہمان کے آنے پر بنشاشت اور خوشی کا اظہار کرنا اور خندہ پیشانی سے ملنا اور ایسے خوش اخلاقی سے پیش آنا کہ وہ مجھ سے نہ کرے کہ میں اس پر کوئی بوجھ بنا ہوا ہوں۔

(۳) دل کھول کر مہمان کی خاطر مدارت کرنا اور اس کو راحت و آرام پہنچانے کی حتی الوعظ کوشش ۔ کرنا اگر کوئی آپ کی مہمان نوازی نہ بھی کرے پھر بھی وہ شخص جب آپ کے پاس آئے تو آپ اس کی مہمان نوازی میں کوتا ہی نہ کریں۔ (دیکھئے ترمذی، مشکلۃ: باب الضیافت)

(۴) مہمان کے کھانے، پینے کا فوراً اہتمام کرنا اور یہ انتظام مہمانوں کو دکھا کر اور جتنا کرنہ ہو بلکہ چپکے سے کریں کیونکہ اگر مہمانوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ ہمارے لئے کوئی سامان کیا جا رہا ہے تو وہ شرم کی وجہ سے منع کریں گے۔ اگر کھانے، پینے کا وقت نہ ہو پھر بھی معلوم کریں شاید اس نے کھانا نہ کھایا ہو لیکن یہ معلوم کرنا ایسی خوش اسلوبی سے ہو کہ مہمان تکلف میں انکار نہ کرے۔

(۵) تین دن تک مہمان کا حق ہے اور تین دن کے بعد میزبان کی طرف سے صدقہ و خیرات ہے مہمانی میں

۔ مثلاً مہمان کے آتے ہی اس کی انسانی ضرورتوں جیسے رفع حاجت اور ہاتھ، منہ و ہونے کا انتظام کرنا اور اس کو ان ضرورتوں کے پورا کرنے کی جگہ بتانا۔

کم از کم پہلے دن اس کے لئے کھانے میں کسی درجہ کا تکلف کرنا چاہئے اور اپنے ہاتھ سے اس کی خدمت کرنی چاہئے البتہ اگر آپ کی خدمت سے مہمان پر بوجہ پڑتا ہے اور اس کا دل تنگ ہو جاتا ہے تو بہر حال مہمان کی خوشی اور دلی راحت کو مقدم رکھے۔

(۶) مہمانوں کے کھانے پینے پر خوشی محسوس کریں تنگ دلی، کڑھن اور کوفت محسوس نہ کریں کیونکہ مہمان زحمت اور تاو ان نہیں بلکہ رحمت اور خیر و برکت کا ذریعہ ہوتا ہے۔

(۷) مہمان کی عزت و آبرو کا لاحاظہ رکھیں اس کی عزت و آبرو کو اپنی عزت و آبرو سمجھیں اور اس کی عزت پر کوئی حملہ کرنا چاہے تو اس کو اپنی غیرت و حمیت کے خلاف چیلنج سمجھیں اور اپنی پوری طاقت سے اس کی مدافعت کریں۔

(۸) مہمانوں سے تھوڑی دیر کے لئے الگ ہو جانا چاہئے تاکہ ان کو آرام کرنے یادوسری ضروریات سے فارغ ہونے میں آپ رکاوٹ نہ بنیں اور بے تکلف اپنی ضروریات پوری کر سکیں۔

(۹) گھر میں اندر جانے کے وقت مہمان پیچھے اور میزبان اگے ہو گا اور گھر سے باہر آتے وقت مہمان کو اگے کر دے اور میزبان پیچھے رہے اور مہمان کو رخصت کرتے وقت اس کے ساتھ دروازہ کے باہر تک آئے اس سے مہمان کی عزت افزائی ہوگی اور دوسرے لوگوں کو کسی طرح کاشک کرنے کا موقع بھی نہیں ملے گا۔ (ابن ملجم: یہ حقیقت، مشکلوة)

(۱۰) جب تک سب کھانے والے مہمان کھانے سے ہاتھ نہ اٹھائیں اس وقت تک میزبان اپنا ہاتھ نہ اٹھائے اور نہ دسترخوان کو اٹھایا جائے یہاں تک کہ وہ سارے مہمان جو دسترخوان پر بیٹھے ہیں وہ کھانے سے فارغ نہ ہو جائیں اور اگر مجبوراً اٹھنا پڑے تو چاہئے کہ عندر کر دے۔

(۱۱) مہمان کے لئے ایثار سے کام لیجئے خود تکلیف اٹھا کر اس کو آرام پہنچانے کی کوشش کریں۔

(مشکلوة: باب الضيافۃ)

لہتا کہ وہ گھر یا مہمان خانے کا راستہ صاف کر دے اور پردے کا اہتمام کرے۔ یہ تاکہ مہمان پر کسی قسم کا شک نہ ہونے پائے کیونکہ وہ آپ کے سامنے ہو گا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سنت یہ ہے کہ آدمی گھر کے دروازے تک مہمان کے ساتھ جائے۔

### میزبان کے حقوق و آداب!

(۱) مہمان کو چاہئے کہ وہ میزبان کو تنگ نہ کرے اور اس کی مصروفیات اور ذمہ داریوں کا لحاظ رکھے مثلاً اس سے ایسی فرمائش کرنا جو میزبان کو مشقت میں ڈالے یا میزبان کے بیہاں تین دن سے زیادہ ٹھہرنا جو اس کے لئے تنگی کا باعث بنے البتہ اگر میزبان خود ٹھہر نے پر اصرار کرے یا خاص موقع ہو تو زیادہ ٹھہر نے میں کوئی حرج نہیں، نیز اس بات کا بھی اہتمام کریں کہ آپ کی وجہ سے میزبان کی مصروفیات اور اس کی ذمہ داریوں میں خلل نہ پڑے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

(وَلَا يَحِلُّ لَهُ أَنْ يُؤْتُوا عِنْدَهُ حَتَّى يُحَرِّجَهُ)

”اور مہمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ میزبان کے پاس ٹھہر ار ہے یہاں تک کہ اس کو تنگی میں ڈالے۔“ (بخاری، مسلم، مسلمانہ)

(۲) میزبان کی عزت و آبرو کا خاص خیال رکھنا مثلاً نظر وں کی حفاظت کرنا اور اس کے عیوب لوگوں پر نہ کھولنا وغیرہ وغیرہ۔

(۳) جب مہمان واپس ہونے لگے تو صاحب خانہ اور میزبان سے اجازت لے کر جائے البتہ اگر اس نے پہلے اجازت دے دی ہے یا اس کی طرف سے عام اجازت ہو تو پھر بلا اجازت واپس جانے میں مضائقہ نہیں۔

(۴) حسب توفیق میزبان کے لئے یا میزبان کے بچوں کے لئے کچھ تخفی، تھائف لے جانا چاہئے اور تخفیہ وہ دی یہ میزبان کے ذوق اور پسند کا لحاظ رکھنا چاہئے تھفتوں اور ہدیوں کے تبادلے سے محبت و تعلق کے جذبات بڑھتے ہیں اور تخفیہ دینے والے کو ثواب ملتا ہے اور اس سے دلوں میں سخاوت پیدا ہوتی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”آپس میں تھفتوں کا لین دین کیا کرو کیونکہ تھفہ کا لینا دینا کینوں اور کردور توں کو دور کرتا ہے۔“

(ترنذی مغلوۃ)

مطلوب یہ ہے کہ تھفتوں اور ہدیوں کے تبادلے سے باہمی بعض وعداوت کے جذبات اور قلبی

کدو رتیں ختم ہو جاتی ہیں اور آپس کی الفت و محبت بڑھتی رہتی ہے۔

(۵) کھانے کی مجلس میں تواضع سے آنا چاہئے اور میزبان جہاں بٹھانا چاہے وہیں بیٹھنا چاہئے۔

(۶) مہمان کو چاہئے کہ وہ میزبان سے خوش خرم واپس آجائے اگرچہ اس کی مہمان نوازی میں کچھ کوتاہی ہو گئی ہو۔

(۷) کھانا کھا کر صاحب خانہ اور میزبان کے لئے دعا کرنی چاہئے۔

(۸) ہمیشہ دوسروں کا مہمان نہ بننے بلکہ خود بھی کبھی لوگوں کو اپنے یہاں کھانے کی دعوت دت جئے۔

کسی کے یہاں کھانا کھا کر کھلانے والے کے لئے دعا کرنا!

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ

”اپنے بھائی کو (کھانا کھلانے کا) بدله دو کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اس کو کیا بدله دیا جاسکتا ہے؟“

آپ ﷺ نے فرمایا:

”جب کسی بھائی کے گھر جائیں اور وہاں کھائیں پہیں تو پھر اس کے لئے خیر و برکت کی دعا کریں بس بندوں کی طرف سے بدله ہے۔“ (ابوداؤد، مسلم)

اس باب سے متعلق نبی کریم ﷺ کی چند مسنون دعائیں:

(۱) (أَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُونَ وَأَكَلَ طَعَامَكُمُ الْإِبَارُ وَصَلَّى عَلَيْكُمُ الْمَلَائِكَةُ)

”اللہ تعالیٰ کے روزہ دار بندے تمہارے ہاں افطار کریں صالحین اور نیکو کا تمہارے ہاں کھانا کھایا کریں اور فرشتے تمہارے لئے دعائے خیر کیا کریں۔“ (ابوداؤد)

(۲) (اللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِيمَا رَفَعْتُهُمْ وَاغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ)

”اے اللہ! تو نے ان کو روزی کا جو سامان عطا فرمایا ہے اس میں ان کے لئے برکت دے اور ان کو اپنی مغفرت و رحمت سے نواز دے۔“ (مسلم، مسلم)

(۳) اگر کوئی مختصر کہے تو یوں کہے کہ:

(اللَّهُمَّ أَطِعْمُ مَنْ أَطْعَمْنَا وَاسْقِ مَنْ سَقَانَا)

”اے اللہ! کھلادیجے اس کو جس نے مجھے کھلایا اور پلایے اس کو جس نے مجھے پلایا۔“

عربی میں دعا ضروری نہیں اپنی ہی زبان میں ان کے لئے خیر و برکت کی دعا بکجئے البتہ مسنون دعائیں بہتر ہیں کہ یاد ہوں۔

## غیر مسلموں کے حقوق و آداب!

دین اسلام میں عام انسانی برادری اور غیر مسلموں کے حقوق بھی مقرر ہیں جن کا پورا کرنا ہر مسلمان کا دینی فریضہ ہے۔

(۱) ان کو خیرخواہی اور ہمدردی کے ساتھ دین اسلام سے خبردار کریں اور ان کو دین حق (یعنی دین اسلام) کی تبلیغ کریں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿كُتُمْ خَيْرَ أَمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَايُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾

”تم بہترین امت ہو جس کو لوگوں کے واسطے نکالا گیا ہے تم بھلانی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔“ (آل عمران: ۱۱۰)

(۲) ان سے اچھائی سے پیش آنا اور بغیر کسی وجہ شرعی کے ان میں سے کسی کے ساتھ بذریبائی نہ کرنا اللہ تعالیٰ تورات کے بعض احکام کو دوہرائی فرماتے ہیں کہ:

﴿وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا﴾ ”اور لوگوں سے اچھی بات کہو۔“ (بقرہ: ۸۳)

(۳) حالت جنگ میں جو کفار مسلمانوں سے لڑ رہے ہیں ان کو قتل کیا جائے گا لیکن ان کے علاوہ دوسرے غیر مسلموں اسی طرح عورتوں اور بچوں کو مارنے کی اجازت نہیں ان کو اگر کسی مصیبت، فاقہ یا مرض میں بنتا دیکھیں تو ان کی مدد کرنی چاہئے، ان کو کھانا کھلانا چاہئے، ان کا علاج معالج کرنا چاہئے۔ غرض یہ کہ اگر وہ اڑنے والا کافر نہیں تو اس سے نیکی سے پیش آنا چاہئے اور جس مصیبت میں وہ گرفتار ہیں ان کو اس سے چھڑانے کی کوشش کرنی چاہئے۔

حضرت انس رض سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

”خالق اللہ تعالیٰ کی عیال ہے پس اللہ تعالیٰ کو مخلوق میں سب سے زیادہ وہ شخص محبوب ہے جو اللہ تعالیٰ کی عیال (مخلوق) کے ساتھ ایسا سلوک کرے۔“ (بیہقی، مشکلۃ)

نیز آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”اس شخص پر اللہ رحم نہیں کرے گا جو انسانوں پر رحم نہ کھائے گا۔“  
(بخاری، مسلم، مشکلۃ)

(۲) جس صورت میں شریعت مطہرہ نے سزا کی اجازت دی ہے اس میں بھی حد سے تجاوز کر کے ظلم نہ کریں اور ان کے درمیان عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا کریں دین اسلام میں کسی دشمن کے ساتھ بھی ناالنصافی کی کوئی گھجائش نہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا يَجِدُونَكُمْ شَانِئاً قَوْمٍ عَلَى الَّتَّعْدِيلِ وَأَهُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ وَاتَّقُوا اللَّهَ طَإَنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾

”کسی قوم (اوگروہ) کی دشمنی تم کو اس پر نہ ابھارے کہ تم انصاف نہ کرو بلکہ انصاف کرو یہی تقویٰ سے زیادہ قریب ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈر و بے شک اللہ تعالیٰ خبردار ہے اس سے جو کچھ تم کرتے ہو۔“ (ماہدہ: ۸)

(۱) ان کے کفر پر عدم رضا کا اظہار کیا جائے۔

(۲) مسلمانوں کے خلاف ان کے ساتھ رازداری کا معاملہ بالکل نہ رکھیں اور نہ ان کو مسلمانوں کی کوئی راز کی بات بتلائیں اور نہ مسلمانوں کے خلاف ان کی کوئی مدد اور حمایت کریں اس کے علاوہ ان کو ہدیہ بھی دیا جا سکتا ہے ان سے ہدیہ لینا اور ان کے ساتھ لیں دین اور کار و بار بھی درست ہے، ان کی دعوت قبول کر لینی بھی درست ہے، ان کو کھانا کھلانا بھی صحیح ہے، ان کی عیادت اور بیمار پر سی بھی کی جاسکتی ہے، ان کے ساتھ تعاون بھی درست ہے لیکن، ان کے ساتھ اساتھ اتعاون حائز نہیں جس کے نتھے میں مسلمانوں کو نقصان ہو۔

(۳) جب کافر چھینک مار کر اللہ تعالیٰ کی حمد کرے تو اس کو ان الفاظ میں جواب دینا چاہئے ”یہدیٰ کُم اللہ وَيُصلحُ بِالْكُم“، اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دیں اور تمہارے اعمال و احوال درست فرمائے۔

(۲) غیر مسلم کے ساتھ ملاقات ہو جائے تو اس کو خوش آمدید اور مر جبایسے الفاظ کہہ کر ملنا چاہئے اگر وہ سلام

کرے تو جواب میں علیکم کہہ دینا چاہئے اور اس کے متصل خوش آمدید جیسے الفاظ ملائے جائیں تاکہ وہ بر محسوس نہ کرے۔

## ذمیوں کے حقوق و آداب!

اسلامی حکومت کے غیر مسلم باشندوں کو ذمی کہا جاتا ہے۔

(۱) عقد ذمہ کے بعد امام اور کسی مسلمان کو یہ حق باقی نہیں رہتا کہ وہ ان کی املاک پر قبضہ کریں بلکہ ان کے مال و جان کی حفاظت کرنا مسلمانوں پر فرض ہو جاتا ہے۔

(۲) حکومت اسلامیہ میں مسلمانوں سے زکوٰۃ اور عشر وصول کیا جاتا ہے جبکہ غیر مسلم باشندوں سے جزیہ (یعنی ٹیکس) وصول کیا جاتا ہے لیکن ٹیکس بھی تندرست کمانے والوں پر لگایا جائے گا لیکن جو لوگ عرفاؤ عادۃ لڑنے اور کمانے والے نہیں ان پر جزیہ نہیں جیسے عورتیں، بچے، دیوانے، اندھے، اپاچ اور معذور لوگ یا سخت بوڑھے اور ایسے بیمار جن کی بیماری سال کے اکثر حصے پر حاوی ہو، اس طرح کے تمام لوگ جزیہ سے مستثنی ہیں۔

(۳) ذمی کوزبان سے یا ہاتھ سے تکلیف پہنچانا، اس کو گالی دینا، مارنا، پینٹنا اس کو قتل کرنا، اس کی غیبت کرنا وغیرہ سب کچھ اسی طرح ناجائز ہیں جس طرح کہ مسلمان کے حق میں ناجائز ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رض سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

”جو شخص عہدوں کے قتل کرے گا وہ جنت کی بوئیں پائے گا اور جنت کی بوچالیں سال کی مسافت سے آتی ہے۔“ (بخاری، مشکلۃ)

عہدوں والا اس کافر کو کہا جاتا ہے جس نے امام وقت (سربراہِ مملکت اسلامی) سے جنگ وجدل نہ کرنے کا عہد کر لیا ہو خواہ وہ ذمی ہو یا غیر ذمی۔ (مظاہر حق)

(۴) جب تک ذمی از خود عقد ذمہ نہ توڑ دے اس وقت تک وہ عہد ذمہ پر قائم سمجھا جائے گا۔

ذمی خواہ کیسے ہی بڑے جرم کا ارتکاب کرے مثلًا مسلمان کو قتل کیا یا زنا کیا وغیرہ وغیرہ ان جرائم سے اس کا ذمہ نہیں ٹوٹا بلکہ اس کو ان جرائم کی سزا قانون اسلام کے مطابق دیجائے گی خواہ وہ سزاۓ موت

کیوں نہ ہو لیکن عقد ذمہ اس سے نہیں ٹوٹا بلتہ دو صورتیں ایسی ہیں جن میں عقد ذمہ باقی نہیں رہتا: ایک یہ کہ وہ دارِ اسلام سے نکل کر دشمنانِ اسلام سے جا ملے۔ دوسرا یہ کہ حکومتِ اسلامیہ کے خلاف اعلانیہ بغاوت کر کے فتنہ و فساد برپا کر دے۔

(۵) ذمی لوگوں کے وہ انفرادی اعمال اور عبادات کے زائلے ڈھنگ جو اسلام میں منوع ہیں وہ ان اعمال اور عبادات کو اپنی بستیوں میں آزادی سے کر سکتے ہیں اور جو انفرادی اعمال ان کے مذہب میں بھی منوع ہیں ان سے انہیں بہر حال منع کیا جائے گا۔

## جانوروں کے حقوق و آداب!

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

”اللہ تعالیٰ کی (خالق) پر حم کرنے والوں پر حمل کی رحمت نازل ہوتی ہے الہام زمین والوں پر رحم کر و آسمان والا تم پر حم فرمائے گا۔“ (ابوداؤد، ترمذی، مشکوہ)

”زمین والوں“ میں سارے جاندار داخل ہیں خواہ جانور ہوں یا انسان۔ حضرت جابر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی نظر ایک گدھے پر پڑی جس کے چہرے پر داغ دے کر نشان بنایا گیا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

(لَعْنَ اللَّهِ الَّذِي وَسَمَّهُ)

”اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہے وہ شخص جس نے اس کو داغا ہے۔“ (مسلم، مشکوہ)

جو لوگ گھوڑوں گدھوں جیسے جانوروں کی پیچان کے لئے ان کے گھر پر گرم لوہے سے داغ دے کر ان پر نشان بنادیتے ہیں ان کی یہ طالمانہ اور سنگدلانہ حرکت ان کا واللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کرنے والی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

”ایک طالم عورت نے ایک بیلی کو (طالمانہ طریقے سے) مارڈا لتواس کے جرم میں عذاب دیا گیا۔

اس نے اس بیلی کو بند کر لیا پھر نہ تو خود اسے کچھ کھانے کو دیا اور نہ اسے آزاد کیا کہ وہ خود حشرات الارض سے اپنا پیٹ بھر لیتی (ای طرح اسے بھوکا تڑپا تڑپا کر مارڈا لاس کی سزا میں وہ عورت عذاب میں ڈالی گئی

ہے)۔ (بخاری، ترغیب)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

”نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے اس شخص پر لعنت فرمائی جو کسی جاندار چیز کو باندھ کر اس پر نشانہ لگائے۔“ (مسلم، مشکوہ)

حضرت عبد اللہ بن عمر و بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا:

”اگر کوئی شخص کسی چڑیا یا اس سے چھوٹے بڑے کسی اور جانور اور پرندے کو ناقص مارڈا لے گا تو اللہ تعالیٰ اس شخص سے اس (ناحق مارنے) کے بارے میں باز پرس کرے گا آپ صلی اللہ علیہ و سلم سے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ! اس کا حق کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ اس کو ذبح کیا جائے اور کھایا جائے یہ نہیں کہ اس کا سرکاٹ کر پھینک دیا جائے۔“ (احمد ونسائی وداری و مشکوہ)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے جانوروں کو ایک دوسرے پر بھڑکانے (یعنی ایک دوسرے کے خلاف لڑانے) سے بھی منع فرمایا ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی، ترغیب و تہذیب)

### حیوانات کے حقوق و آداب کا خلاصہ!

(۱) عادۃً موزی حیوانات کا مارنا ہر حال میں جائز ہے جیسے سانپ، چوبہ، بچھو، بھڑک، جوں، کھٹل لیکن ان چیزوں کے مارنے بھی نرمی اور احسان کا معاملہ کرنا چاہئے مثلاً ان کو آگ میں جلانے یا تڑپا تڑپا کر مارنے سے گریز کیا جائے البتہ اگر مجبوری ہو کہ بغیر اس کے دفعہ نہ ہوں مثلاً چارپائی پر کھوتا ہوا پانی ڈال دینا کہ کھٹل مر جائیں تو اس طرح کرنا بوقت ضرورت درست ہے۔

(۲) جو حیوانات عادۃً موزی نہیں ہیں تو جب تک وہ ضرر نہ پہنچا کیں ان کا مارنا جائز نہیں جیسے چیونٹی اگر اس نے کاٹنے میں پہلی نہیں کی ہے تو بلا وجہ اس کا مارنا درست نہیں اسی طرح بلی جب تک نقصان نہ پہنچا کے اس کو بلا وجہ مارنا جائز نہیں۔

(۳) جانوروں کے ساتھ مہربانی کا برداشت کریں ان کے بارے میں بے رحمی کے برداشت سے پرہیز کریں مثلاً پرندوں کے انڈوں کو ان کے مخصوص ایام میں گھوسلوں سے نہ زکایں اور ان کی ٹانگیں باندھ کر الٹانہ لٹکائیں جیسا کہ بعض لوگ پرندوں اور مرنیوں کی ٹانگیں باندھ دیتے ہیں اور پھر ان کی ٹانگوں کو پکڑ کر لٹکاتے ہوئے

بازار سے لاتے ہیں، نیزان کو کھانے، پینے کی تیگی نہ دیں اگر کسی جانور کو بھوکا، پیاسا دیکھیں تو اس کو پانی اور خوراک پہنچائیں بالخصوص وہ جانور جو آپ کے گھر میں ہیں ان کی خوردگی، ان کی راحت اور سخت کا خوب خیال رکھیں۔

(۲) اگر کسی جانور کو ذبح کرنا ہے یا بوجہ موزی ہونے کے قتل کرنا ہے تو تیز اوزار سے جلدی جلدی اس کا کام تمام کر دیں ترسا، ترسا کرنے ماریں اور نہ پیاسا سار کھر کراس کی جان لیں اور نہ اس کو شدید ضرورت کے بغیر جلا کیں اور نہ اس کا مثلہ کریں اور نہ اس کو بلا وجہ قید کریں البتہ اگر اس لئے بند کیا ہے کہ اس سے شکار کرائے جیسے شاپین یا تیتر وغیرہ کو قید کر دیا یا فروخت کرنے کے لئے پنجھرے میں رکھ دیا تو اس میں کوئی حرج نہیں لیکن ایسی صورت میں اس کے دانے، پانی اور راحت کا خوب خیال رکھیں۔

(۵) کسی جانور کو باندھ کر مارنے کے لئے نشانہ بنانا اسلام میں سخت ممنوع ہے اسی طرح جو جانور ناقابلِ انتفاع ہو جس کا نہ گوشت کھایا جا سکتا ہے اور نہ اس کی کھال سے کوئی خاص فائدہ ہو اور نہ وہ موزی ہو تو اس کو محض مشغله اور تفریح کے طور پر مارنا یا شکار کرنا ناجائز ہے۔

(۶) حیوانات کو لڑانا جیسے کبوتر بازی، مرغ بازی، بیبر بازی یا کتوں کو لڑانا درست نہیں اور ان چیزوں پر بازی لگا کر ان کو لڑانا جو اور سخت حرام ہے۔ اگر بازی نہ بھی لگائے تو بوجہ ایذا جاندار شریعت مطہرہ میں یہ کام ناجائز اور ممنوع ہے۔

(۷) جو جانور جس کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے اس سے وہی کام لینا چاہئے اور ان سے صرف اس قدر کام لیا جائے کہ جتنی ان میں طاقت ہوان کو حد سے زیادہ نہ ماریں۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

”ایک شخص ایک بیل پر سوار ہو کر جا رہا تھا نیل نے مڑ کر کہا کہ میں اس کے لئے نہیں پیدا کیا گیا ہوں: بلکہ میں تو صرف کھیتی باڑی کے لئے پیدا کیا گیا ہوں۔“ (بخاری: ابواب الحرش والمرع) (۸) جانوروں کو منہ پر داغ دینا شریعت مطہرہ میں ممنوع ہے۔

## تجارت اور کاروبار کے آداب!

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُّهُمْ مِّنَ الْأَرْضِ حَلَالٌ لَّا طَيْبًا﴾

”اے لوگو! ان چیزوں میں سے کھاؤ جو زمین میں حلال و پاک ہیں۔“ (بقرہ: ۱۶۸)

نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد کاروبار کی اجازت دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

﴿فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَادْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا إِعْلَمُكُمْ نُفْلِحُونَ﴾

”پس جب نماز جمعہ ادا ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ تعالیٰ کا فضل (یعنی حلال رزق) تلاش کرو اور

(کاروبار کے وقت بھی) اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کروتا کہ تم فلاح پاؤ۔“ (سورہ جمعہ: ۱۰)

حضرت عبداللہ بن مسعود رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(طَلَبُ كَسْبِ الْحَلَالِ فَرِيْضَةُ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ)

”حلال روزی کمانا فرض کی ادائیگی کے بعد فرض ہے۔“ (تہہقی، مشکوہ)

مطلوب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان، نماز، روزہ، زکوٰۃ جو اسلام کے اولین اور بنیادی فرائض ہیں

پہلا درجہ تو ان فرائض کا ہے دوسرا درجہ میں ان کے بعد حلال روزی کی فکر اور کوشش بھی ایک اسلامی

فریضہ ہے۔

حرام کمائی سے بچو!

قرآن و حدیث میں جس طرح حلال کھانے اور حرام کمائی کی ترغیب دی گئی ہے اس سے زیادہ

حرام کمائی، حرام کھانے اور حرام کے استعمال سے پرہیز کی تاکید بھی فرمائی ہے جیسا کہ اس کی پوری تفصیل

بیج و شراء اور سود میں گزر چکی ہے (حضرت مفتی صاحب کی کتاب ”جوہر اسلام“ میں تفصیل موجود ہے)

یہاں صرف اس باب کی مناسبت سے قرآن مجید اور احادیث شریف سے اختصار کے ساتھ ایک آیت

کریمہ اور دو حدیثوں کو نقل کر دیتا ہوں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

حَلَالٌ حَلَالٌ حَلَالٌ حَلَالٌ حَلَالٌ حَلَالٌ حَلَالٌ حَلَالٌ حَلَالٌ حَلَالٌ

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا كُلُّكُمْ أَمْوَالُكُمْ يَسْتَكْمُ بِالْبَاطِلِ﴾

”اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال کو ناقص نہ کھاؤ۔“ (سورہ نساء: ۲۹)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس شخص نے دس درہم میں کوئی کپڑا خریدا اور ان میں ایک درہم بھی حرام کا تھا تو جب تک وہ کپڑا اُس کے جسم پر ہو گا اس کی کوئی نماز اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول نہ ہو گی (یہ بیان کر کے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے) پھر اپنی دو انگلیاں اپنے دونوں کانوں میں دیں اور بولے۔

”بہرے ہو جائیں میرے یہ دونوں کان اگر میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بات فرماتے نہ سنتا ہو (یعنی

میں نے جو یہ کہا تو میں نے خود رسول اللہ ﷺ سے اپنے ان کانوں سے سننا ہے)۔“ (احمد، بہقی، مشکوہ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

”وہ گوشت جس نے حرام مال سے پروش پائی جنت میں داخل نہ ہو گا اور جو گوشت حرام مال سے نشوونما پائے وہ دوزخ کی آگ ہی کے لائق ہے۔“ (احمد، دارمی، بہقی، مشکوہ)

کاروبار میں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہ بنو!

کاروبار میں اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کے احکامات سے غافل نہیں ہونا چاہئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ

کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تُلْهِمُكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ جَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ

فَأُولَئِكَ هُمُ الْخَسِيرُونَ﴾

”اے ایمان والو! تمہارے اموال اور تمہاری اولاد (تمہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں اور جو ایسا کرے گا تو وہی نقصان اٹھانے والے ہیں۔“ (سورہ المنافقون: ۹)

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا يَتَبَعُّ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ﴾

”وہ مرد جن کو تجارت اور خرید و فروخت اللہ تعالیٰ کی یاد سے، نماز کی اقامت سے اور زکوٰۃ کی

ادائیگی سے غافل نہیں کرتی۔“ (سورہ نور: ۳۷)

## کاروبار کے آداب کا خلاصہ!

کاروبار کے آداب کا خلاصہ یہ ہے:

- (۱) دچکپی اور محنت سے کاروبار بکھجئے اور اپنی روزی خود اپنے ہاتھوں سے کمایئے اور کسی پر بوجھنے بنئی۔

(۲) وقت کی پابندی کریں بروقت کام پر تینچھے کی کوشش کریں اگر اپنا کاروبار ہے پھر بھی نماز فجر کے بعد کچھ ذکر اور اشراق پڑھ کر کام پر جلدی جانے کی کوشش کریں حضرت صحر الغامدی رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آله و سلم نے فرمایا: ”یا اللہ میری امت کے لئے اس کے صحیح سوریے (جانے) میں برکت نصیب فرماء۔“ (ترمذی: ابواب البویع)

(۳) اسلام نے ہر روزی کمانے والے کو پابند کیا ہے کہ وہ تجارت، ہیئتی باڑی، ملازمت کے اوقات میں اگر نماز کا وقت آجائے تو ہر قسم کا کام بند کر کے بروقت نماز ادا کرے اور اس کے علاوہ جس قدر ہو سکے اپنی زبان کو ذکرِ الہی سے ترکھے اور کاروبار میں اللہ تعالیٰ کے احکامات اور اس کی یاد سے غافل نہ ہو۔

(۴) کاروبار میں نرمی اور اچھے اخلاق کا مظاہرہ کریں خریداروں اور مزدوروں کے ساتھ ہمیشہ نرمی کا معاملہ کیجئے اور ملازمین کے حقوق فیاضی اور ایثار کے ساتھ ادا کریں۔ حضرت جابر رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آله و سلم نے فرمایا کہ: ”اللہ تعالیٰ اس شخص پر اپنی رحمت نازل فرمائے جو بیچنے میں اور خریدنے میں اور تقاضہ کرنے میں نرمی کرتا ہے۔“ (بخاری، مشکوہ)

(۵) کاروبار میں زیادہ فتمیں نہ کھائیں اور جھوٹی قسم سے سخت پر ہیز کریں حضرت ابو قادہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آله و سلم نے فرمایا: ”خرید و فروخت میں زیادہ فتمیں کھانے سے پر ہیز کرو کیونکہ زیادہ فتمیں کھانا (پہلے تو) کاروبار کو رواج دیتا ہے مگر پھر برکت کو مٹا دیتا ہے۔“ (مسلم، مشکوہ) حضرت ابوذر رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آله و سلم نے فرمایا:

”تین شخص ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ تو ان سے کلام کرے گا اور نہ (رحمت کی نظر سے) ان کی طرف دیکھے گا اور نہ ان کو گناہوں سے پاک کرے گا اور ان تینوں کے لئے دردناک عذاب سے۔“

حضرت ابوذر نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! خیر سے محروم اور خسارے میں رہنے والے وہ کون لوگ ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: ایک تو پانچ لڑکا نے والا۔ دوسرا احسان جتلانے والا اور تیسرا جھوٹی قسمیں کھا کر پنا کاروبار بڑھانے والا۔ (مسلم، مشکوہ)

(۶) کاروبار میں اپنے عہدو بیان اور وعدوں کا خوب لاحاظہ کیں اور جو رقم آپ کے ذمہ ہے اس کو بروقت ادا کرنے کی پوری کوشش کریں۔ ہمیشہ سچائی اور امانت داری کے ساتھ کاروبار کریں، جھوٹ، خیانت اور دھوکہ سے قطعی پر ہیز کریں۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ”سچا امانت دار تاجر قیامت میں نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔“ (ترمذی، داری، مشکوہ)

نیز نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”قیامت کے روز تاجر لوگوں کا حشر فاجروں (یعنی دروغ گو اور نافرمان لوگوں) کے ساتھ ہو گا مگر (وہ تاجر اس سے مستثنی ہوں گے) جنہوں نے پر ہیز گاری اختیار کی (یعنی جھوٹ، خیانت اور فریب دہی سے بچتے رہے) اور نیکی کی (یعنی معاملات میں لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور نماز پر قائم رہے) اور سچائی پر قائم رہے۔“ (ترمذی، ابن ماجہ، مشکوہ)

(۷) کاروبار اور تجارتی کوتا ہیوں کا کفارہ ادا کرتے رہئے وہ یہ کہ زکوٰۃ کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں دل کھول کر فقراء اور مساکین پر صدقہ و خیرات کیا کریں۔ نبی کریم ﷺ نے ایک موقع پر تاجر و فوجوں کو خطاب فرمایا: ”اے تاجر! تجارت میں اکثر بے فائدہ اور لغو با تین اور (کبھی کبھی) قسم کھانے کی صورتیں پیش آتی ہیں اس لئے تم تجارت کو صدقہ و خیرات کے ساتھ ملائے رکھو۔“ (ابوداؤد، ترمذی، مشکوہ)

(۸) قرض اور تجارتی قراردادوں اور اس کی تفصیلات کو تحریر میں لانا چاہئے اس کی قدر تے تفصیل یہ ہے۔

(۱) نقد معاملہ کو لکھ لیا جائے تو بہتر ہے مگر ادھار کے معاملات کے لئے ضروری ہے کہ ان کو باقاعدہ تحریر میں لایا جائے تاکہ بھول چوک اور انکار کے وقت کام آئے۔

(ب) معاملہ کی ساری تفصیل (یعنی فروخت شدہ چیز کی قسم، مقدار، قیمت اور اس کی ادائیگی کا مقررہ وقت وغیرہ) لکھ لی جائے۔

(ج) جس شخص کے ذمہ ادھار ہے اس کو چاہئے کہ اس ادھار کی دستاویز خود لکھے اگر خود نہیں لکھ سکتا تو کسی

کاتب سے لکھائے تاکہ یہ اس کی طرف سے اقرار نامہ ہو جائے۔

(د) دستاویز کی تحریر یہی کو کافی نہ سمجھا جائے بلکہ اس پر گواہ بھی بنالیں تاکہ اگر کسی وقت باہمی نزاع پیش آجائے تو عدالت میں ان گواہوں کی گواہی سے فیصلہ ہو سکے۔

(اللہ تعالیٰ نے اس لکھنے کے سلسلہ میں جو ہدایات اپنے بندوں کو دی ہیں ان کی پوری تفصیل سورہ بقرہ: ۲۸۲ تا ۲۸۳ میں موجود ہے۔)

## خریداروں کے حقوق و آداب!

(۱) خریدنے والے کے لئے مناسب یہ ہے کہ ناپ تول ٹھیک ٹھیک کیا کریں بلکہ جھلتا ہو ناپ تول کیا کریں خلاصہ یہ کہ خریدار کو اس کا حق پورا پورا دیا کریں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَيُنْهِي لِلْمُمْطَقِفِينَ الَّذِينَ إِذَا كُتَلُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ۝ وَإِذَا كَلُوْهُمْ أَوْزَنُوهُمْ

يُخْسِرُونَ ۝﴾

”تابی (اور ہلاکت) ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے جو لوگوں سے ناپ کر لیں تو پورا پورا لیں اور جب ان کو ناپ کے یا تول کر دیں تو گھٹا کر دیں۔“ (سورۃ التطعیف: ۳۴)

(۲) خریدار کو جو چیز بتلا میں وہی چیز دیں اس میں تغیر اور اس کی جگہ دوسری چیز دینے سے پر ہیز کریں نیز ایسی ملاوٹ سے بھی اجتناب کریں جس کی وجہ سے خریدار کو دھوکہ میں پڑ جائے مثلاً اچھا اور عدمہ مال اور رکھ دیا اور اس کے نیچے گھٹیا مال رکھ دیا یا مثلاً دودھ میں پانی ملا دیا یا عدمہ گھٹی میں گھٹیا گھٹی ملا دیا البته اگر ملاوٹ ایسی ہو جو خریدار کے سامنے ہو مثلاً کچھ بڑے اخروٹ اور کچھ چھوٹے اخروٹ ایک ساتھ مل گئے ہوں اور خریدار ان کو دیکھ رہا ہے تو ایسی ملی ہوئی چیز جو خریدار پر بالکل واضح ہو اس میں مضائقہ نہیں اگر اس قدر واضح نہ ہو تو پھر یہ خریدار کو دھوکہ دینا اور خیانت ہے اسی طرح دھوکہ اور ملاوٹ سے کمایا ہو مال حرام ہے۔ خلاصہ یہ کہ فروخت ہونے والے مال کے تمام عیوب کو خریدار پر واضح کر دیا کریں۔ ایک بار بھی کریم ﷺ غلے کے ایک ڈھیر پر سے گزرے اور آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک اس ڈھیر میں اندر کیا تو انگلوں میں کچھ تری

محسوس کی آپ ﷺ نے غلے والے سے پوچھا یہ کیا ہے؟ دوکاندار نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ﷺ اس ڈھیر پر بارش ہو گئی تھی آپ ﷺ نے فرمایا پھر بھیگے ہوئے غلے کو اوپر کیوں نہیں رکھ دیا کہ لوگ اسے دیکھ لیتے بلاشبہ جو شخص دھوکہ دے اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔ (مسلم، مشکوٰۃ)

حضرت واٹلہ بن اسقع رض سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنائے:

”جو شخص کسی عیب دار چیز کو اس طرح بیچے کہ وہ اس عیب پر خریدار کو مطلع نہ کرے تو وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے غصب میں رہتا ہے یا (آپ ﷺ نے) یہ فرمایا کہ اس پر فرشتے ہمیشہ لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔“

(ابن ماجہ، مشکوٰۃ)

(۳) قیمتیں چڑھنے کے انتظار میں ضروری اشیاء جیسا کہ کھانے، پینے کی چیزیں روک کر ذخیرہ اندوزی نہ کریں خصوصاً جبکہ عوام کو اس کی ضرورت ہو۔

رسول اللہ نے فرمایا ہے: (مَنِ احْتَكَرَ فَهُوَ خَاطِئٌ)

”جو شخص ذخیرہ اندوزی کرے وہ گنہگار ہے۔“ (مسلم، مشکوٰۃ)

حضرت عمر فاروق رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

(الْجَالِبُ مَرْدُوقٌ وَالْمُحْتَكِرُ مَلْعُونٌ)

”جالب (یعنی تاجر جو باہر سے شہر میں غلہ لا کر موجودہ رائج نرخ پر فروخت کرنے والا) کو رزق دیا جاتا ہے اور احتکار کرنے والا (یعنی گرال فروشی کی نیت سے ذخیرہ اندوزی کرنے والا) ملعون ہے۔“

(ابن ماجہ، دارمی، مشکوٰۃ)

(۴) ایک مسلمان کو چاہئے کہ وہ زیادہ منافع نہ لے اگرچہ خریدار اپنی مجبوری کی وجہ سے زیادہ دینے پر رضا مند ہی کیوں نہ ہو۔

## بیچنے والے کے حقوق و آداب!

خریدار کے ذمہ بیچنے والے کے حقوق اور اس کے آداب یہ ہیں:

(۱) حسن ادا یا گنگی (یعنی کھوٹے اور جعلی سکے سے احتراز کرے)۔

(۲) اگر معاملہ ادھار پر ہو چکا ہے تو اپنے وقت پر ادا کرنے کی پوری کوشش کرے۔

نبی کریمؐ نے فرمایا ہے کہ:

(فَإِنَّ خَيْرَكُمْ أَحْسَنُكُمْ قَضَاءً)

”پس تم میں بہترین شخص وہ ہے جو قرض ادا کرنے میں اچھا ہو۔“ (بخاری، مسلم، مشکوہ)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ)

”صاحب استطاعت کا (ادائیگی قرض میں) تاخیر کرنا ظلم ہے۔“ (بخاری، مسلم، مشکوہ)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(يُغْفِرُ لِشَهِيدٍ كُلُّ ذَنْبٍ إِلَّا الَّذِينَ)

”شہید ہونے والے کے تمام گناہ (اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان کی قربانی کی وجہ سے) معاف کر دیئے جاتے ہیں بجز قرض اے کے۔“ (مسلم، مشکوہ)

(۳) یہچنے والے کے وقت کو ضائع نہ کریں اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ جو دام بتائے آپ دے دیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ بلا وجہ دوکاندار کے وقت کو ضائع نہ کریں مثلاً ایک چیز لینی ہے اور دوکاندار بیچارے کی دکان کا تمام سامان نیچے اتروالیا یا کوئی چیز لینی نہیں ہے مگر اس کی قیمت ایسے انداز میں پوچھ رہے ہو کہ گویا آپ ہی اس کے خریدار ہو۔

خریدار اور یہچنے والے کے مشترک حقوق و آداب!

(۱) ایفاۓ عہد خریدار اور یہچنے والے دونوں میں باہم مشترک حق ہے ایفاۓ عہد اگرچہ ہر معاملہ میں ضروری ہے لیکن چونکہ خرید و فروخت میں اس کے موقع بہت کثرت سے آتے ہیں مثلاً مال یہچنا اور قوم کی ادائیگی میں یہ سلسلہ جاری رہتا ہے یہاں اس لئے اس کا ذکر خصوصی طور پر کیا گیا۔

(۲) اقالہ۔ اقالہ کا مطلب ہے (سودا) مکمل ہو جانے کے بعد بیع کو واپس اور فتح کر دینا۔

۔۔۔ قرض کی پوری تفصیل قرض کے بیان باب الیوع میں گزر چکی ہے۔

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دو شخصوں کے درمیان کسی چیز کا سودا ہو جاتا ہے اور فریقین سے لین دین ہو کہ بات بالکل ختم ہو جاتی ہے اس کے بعد خریدار یا بیچنے والا پشیمان ہوتا ہے اور اس معاملہ کو شخ کرنا چاہتا ہے اگرچہ قانونِ شریعت کی رو سے دوسرا فریق مجبور نہیں ہے کہ وہ اس کے لئے راضی ہو لیکن نبی کریم ﷺ نے اس عمل کی بڑی فضیلت بیان فرمائی ہے۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

”جو بندہ اپنے کسی مسلمان بھائی کے ساتھ اقالہ کرے (یعنی اس کی بیچی یا خریدی ہوئی چیز کی واپسی پر راضی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کے گناہ بخش دے گا)۔“ (ابوداؤد، ابن ماجہ، مشکوہ)

(۳) کسی کے معاملہ میں بے جامداخلت نہ کریں مثلاً ایک شخص کوئی چیز خرید رہا ہے اور وہ بیچنے والے کے ساتھ اس معاملے میں بات چیت میں مصروف ہے تو کسی دوسرے کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ درمیان میں آئے کہ یہ چیز مجھے دیجئے میں خریدوں گا اور نہ اس کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ خریدار سے یہ کہے کہ آؤ یہی چیز مجھ سے لے لو میں اس سے کم قیمت پر دوں گا اس طرح مداخلت سے نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

### ملاقات کا بیان!

اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور اسلامی رشتہ کی بنیاد پر دوستوں کی ملاقات کے لئے جانا ثواب کا کام ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”جب کوئی مسلمان بھائی اپنے کسی مسلمان بھائی کی عیادت کے لئے یا اس کی ملاقات کی خاطر اس کے ہاں جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ (خود یا فرشتوں کی زبانی) فرماتا ہے تم اچھے، تمہارا آنا بھی اچھا اور تو نے اپنے لئے جنت میں ایک مکان (اور ٹھکانہ) بنالیا۔“ (ترمذی، مشکوہ)

اسلام نے ملاقات کے جو آداب بتلائے وہ یہ ہیں:

### ملاقات کے آداب!

- (۱) مسلمان بھائی کے سامنے خندہ پیشانی سے پیش آنا اور مسرت کا اظہار کرنا اگرچہ جنپی اور نا آشنا ہو۔
- (۲) مسلمان بھائی پر سلام کرنا خواہ جانے والا ہو یا نہ جانے والا اور سلام میں پہل کی کوشش کرنا۔ اگر وہ

پہلے کرے تو اس کا جواب بہتر طریقے پر دینا مثلاً اگر وہ السلام علیکم کہے تو آپ ”علیکم السلام و رحمۃ اللہ“ کہیں اگر وہ سلام میں ”رحمۃ اللہ“ بڑھادے تو آپ ”رحمۃ اللہ“ کے ساتھ ”و برکاتہ“ بھی بڑھادیں یعنی ”علیکم السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ“ کہہ دیں۔

(۳) نئی ملاقات میں مصافحہ کرنا بہتر ہے اور معافہ (یعنی گلے ملنا) بھی جائز ہے لیکن معافہ اس وقت جائز ہے جبکہ شہوت کا خطرہ نہ ہوا اور ہبھی سادگی کے ساتھ (یعنی جب کوئی سفر سے آیا ایک عرصہ کے بعد ملاقات ہوئی۔) اگر شہوت کا خطرہ ہو تو معافہ بہر حال ناجائز ہے اور چاہئے کہ جہاں شہوت کا خطرہ نہ ہبھی ہو پھر بھی ہر روز گلے ملنے سے احتراز کیا جائے۔ حضرت براء بن عازب رض سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آله و سلم نے فرمایا کہ جب دو مسلمان ملتے ہیں اور (آپس میں ایک دوسرے سے) مصافحہ کرتے ہیں تو ان دونوں کے جدا ہونے سے پہلے دونوں کو بخشن دیا جاتا ہے۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

ابوداؤد کی روایت میں یوں ہے کہ ”جب دو مسلمان ملیں اور ایک دوسرے سے مصافحہ کریں اللہ تعالیٰ کی حمد کریں اور اللہ تعالیٰ سے بخشش چاہیں تو ان دونوں کو بخشن دیا جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ)

حضرت ایوب بن بشیر بن عنزہ کے ایک شخص سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابوذر رض سے پوچھا۔ جب آپ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آله و سلم سے ملاقات کیا کرتے تھے تو کیا آپ آپ لوگوں سے مصافحہ بھی کیا کرتے تھے؟ حضرت ابوذر رض نے فرمایا کہ میں نے جب بھی آپ صلی اللہ علیہ و آله و سلم سے ملاقات کی تو آپ نے مجھ سے ہمیشہ مصافحہ کیا۔ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ و آله و سلم نے مجھے گھر سے بلوایا اس وقت میں گھر میں موجود نہیں تھا جب میں گھر آیا تو مجھے اطلاع دی گئی چنانچہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ اس وقت ایک چارپائی پر تشریف فرماتھے آپ (اس سے اٹھ کر) مجھ سے لپٹ گئے اور گلے لگایا اور آپ کا یہ معافہ بہت خوب اور بہت ہی خوب تھا (یعنی بڑی الذلت بخش اور بہت ہی مبارک تھا)۔ (ابوداؤد، مشکوٰۃ)

(۴) کسی کے گھر میں جا کر اس سے ملاقات کرنی ہو تو گھر میں جانے سے پہلے صاحب خانہ سے اجازت لینی چاہئے۔

اجازت حاصل کرنے کا بیان اور اس کا طریقہ!

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ امْنُوا إِذَا تَدْخُلُوْنَا يُؤْتُكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلَىٰ أَهْلِهَا ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ تَدْكُرُوْنَ ۝ فَإِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيهَا أَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْنَاهَا حَتَّىٰ يُؤْذَنَ لَكُمْ وَإِنْ قِيلَ لَكُمْ أَرْجِعُوْا فَارْجِعُوْهَا رَكْيَ لَكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَدْخُلُوْنَا يُؤْتَا غَيْرَ مَسْكُونَةٍ فِيهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدِيُوْنَ وَمَا تُكْتُمُوْنَ ۝﴾

”اے ایمان والو! اپنے گھروں کے علاوہ دوسروں کے گھروں میں اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک گھروں سے اجازت حاصل نہ کرلو اور گھروں کو سلام نہ کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو پھر اگر وہاں کسی آدمی کو نہ پاؤ تو گھر کے اندر نہ جاؤ جب تک تمہیں اجازت نہ دی جائے اور اگر (گھر میں کوئی ہوا اور) تم سے کہا جائے (کہ اب اس وقت موقع نہیں) تو لوٹ جاؤ (خوشی سے بلا تامل) لوٹ آؤ یہ تمہارے لئے (بہتر اور) زیادہ پاکیزگی کی بات ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو (خوب) جانتا ہے تم پر اس میں کوئی گناہ نہیں کہ تم ان گھروں میں (بلا اجازت) داخل ہو جن میں کوئی نہ رہتا ہو۔ ان میں تمہارے (فائدے کی کوئی چیز اور) سامان ہو اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم چھپاتے ہو۔“ (سورہ نور: ۲۷ تا ۲۹)

مذکورہ بالا آیتوں سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

(۱) کسی کے رہائشی مکان جس میں اس کے بیوی، بچے رہتے ہوں اس میں داخل ہونے سے قبل صاحبِ خانہ جو اجازت دینے کا اہل ہو اس سے اجازت لینا ضروری ہے یوں ہی بلا اجازت دوسرا مسلمان بھائی کے گھر میں نہ گھس جائے۔

(۲) گھروں کو سلام کریں۔ نبی کریم ﷺ نے اجازت اور سلام کا طریقہ یہ بتایا ہے کہ دروازے کے ایک طرف کھڑے ہو کر کہے ”السلام علیکم“، کیا میں اندر آ سکتا ہوں۔ (ابوداؤد)

اور بہتر یہ ہے کہ اجازت لینے والا خود اپنا نام لے کر اجازت طلب کرے مثلاً یوں کہے ”السلام علیکم“

میں فلاں اندر آسکتا ہوں،” یا سلام کے بعد یوں کہہ دے کہ ”میں فلاں ہوں کیا اندر آسکتا ہوں۔“ اگر کوئی جواب ملے تو فیما اور اگر جواب نہ ملے تو تین بار تک سلام کر کے واپس لوٹ آئے۔ (بخاری، مسلم)

(۳) اگر آپ نے پہلے نام نہ بتایا اور صاحب خانہ نے پوچھا کہ کون ہیں؟ تو اس کے جواب میں صرف اتنا کہیں کہ ”میں“ بلکہ اپنا نام بتائیے۔ (بخاری، مسلم، متفقاً)

(۴) اگر گھر بڑا ہے اور اندر آوازنہیں پہنچتی اگر گھنٹی ہوتی گھنٹی دے ورنہ دروازہ کھٹکھٹائے اور جب اندر سے جواب آئے تو سلام کہہ کر اجازت طلب کریں۔

(۵) اگر کسی شخص نے اجازت طلب کر لی اور صاحب خانہ نے جواب میں کہہ دیا کہ اس وقت ملاقات نہیں ہو سکتی تو اس سے برانہ مانتا چاہئے کیونکہ بعض اوقات کوئی مجبور ہوتا ہے وہ باہر نہیں آسکتا نہ وہ اندر بلا نامناسب سمجھتا ہے تو ایسی حالت میں اس کے عذر کو قبول کرنا چاہئے۔

(۶) ایک طرف تو اجازت مانگنے والے کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ اگر صاحب خانہ کی طرف سے اجازت نہ ملے تو اس کو معذور سمجھ کر خوشدنی کے ساتھ واپس ہونا چاہئے لیکن دوسری طرف صاحب خانہ کو بھی یہ ہدایت فرمائی گئی ہے کہ بلا کسی شدید مجبوری اور عذر کے ملاقات سے انکار نہ کرے۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

(انِ لِزَوَارِكَ عَلَيْكَ حَقًا) ”جو شخص آپ سے ملاقات کے لئے آیا اس کا بھی آپ پر حق ہے (کہ بلا کسی شدید مجبوری کے ملاقات سے انکار نہ کرو)۔“

(۷) کسی عالم یا بزرگ کے دروازہ پر دستک دیئے بغیر ان کے انتظار میں بیٹھنا بہتر ہے تاکہ وہ اپنی فرصت کے مطابق باہر آئیں تو ملاقات ہو جائے گی قرآن کریم نے لوگوں کو یہ ہدایت دی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ گھر میں ہوں تو وہ آواز دے کر بلا نے کی بجائے انتظار کریں اور جس وقت آپ ﷺ اپنی ضرورت کے مطابق باہر تشریف لائیں اس وقت ملاقات کریں۔

(۸) غیر رہائشی مکانات جن میں آدمی کے بیوی، بچے نہ رہتے ہوں اور نہ وہ ان میں اکیلے رہتے ہوں بلکہ وہ عام ضرورت کے مکانات ہوں مثلاً دکانیں، سرائے، ہوٹل، سرراہ نشست گاہیں، مساجد تمام رفایع عام

اداروں میں ہر شخص بلا اجازت جا سکتا ہے البتہ رفایع عام اداروں میں جس مقام پر اس کے مالکان یا متولیان کی طرف سے داخلہ کے لئے کچھ شرائط اور پابندیاں ہوں اس کی پابندی شرعاً واجب ہے مثلاً ریلوے اسٹیشن پر اگر بغیرِ تکٹ پلیٹ فارم کے جانے کی اجازت نہیں تو پلیٹ فارم سے تکٹ حاصل کرنا ضروری ہے، اسی طرح مساجد، مدارس، ہسپتالوں اور ہوٹلوں میں جو کمرے و ہاں کے منتظمین یادوسرے لوگوں کی رہائش کے لئے مخصوص ہوں تو ان میں بھی بغیر اجازت جانا شرعاً درست نہیں۔

(۸) کسی کے مکان پر ملاقات کے لئے جائیں اور اجازت حاصل کرنے کھڑے ہوں تو اس طرح کھڑے ہوں کر گھر کی اندر ورنی حالت آپ پر ظاہر نہ ہو اور آپ کی حالت اہل خانہ پر ظاہر نہ ہو۔ اگر پہلے ہی گھر میں جھانک کر دیکھ لیا جائے تو اجازت کی مصلحت فوت ہو جائے گی۔ دوسرے کے گھر میں جھانکنے سے نبی کریم ﷺ نے بہت سختی سے منع فرمایا ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے بخاری، مسلم: کتاب الادب)

(۹) جب کسی کے یہاں ملاقات کے لئے جائیں تو اس کی مصروفیات اور آرام کا لحاظ رکھیں۔

(۱۰) اگر کسی جگہ عام اجازت ہو مثلاً مہمان خانہ ہو یا اور کوئی ایسی جگہ ہو جہاں لوگ باہم مل کر بیٹھ جاتے ہوں جہاں آپ کے دوست اکٹھے ہوتے ہیں تو اسی جگہوں میں کھانس کر اندر جانے میں مضائقہ نہیں۔

(۱۱) جس گھر میں صرف اپنی بیوی رہتی ہو اس میں داخل ہونے کے لئے اگرچہ اجازت لینی واجب نہیں مگر مستحب طریقہ یہ ہے کہ وہاں بھی اچانک بغیر کسی اطلاع کے اندر نہ جائیں بلکہ داخل ہونے سے پہلے اپنے پاؤں کی آہٹ سے یا کھنکار کسی طرح سے پہلے باخبر کر دیں پھر داخل ہو جایا کریں۔

(۱۲) اگر گھر میں اپنی ماں اور بہن یادوسری محروم عورتوں کے پاس جائیں تو بھی اجازت لینی چاہئے۔

(مؤطراً امام مالک)

## سلام کا بیان!

”السلام عليکم“ تمام انبیاء علیہم السلام کا متفقہ طریقہ ہے، یہ بہترین اور نہایت جامع دعا یہ کلمہ ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو ہر طرح کی سلامتی نصیب فرمائے۔ انسان کو جو بہتر سے بہتر دعا دی جاسکتی ہے وہ اس کے لئے سلامتی کی دعا ہے کہ یہ جان، مال، ایمان و اعمال، آل و اولاد دنیا و آخرت کی ہر قسم

کی سلامتی کو مشتمل ہے۔ یا پنے چھوٹوں کے لئے شفقت اور پیار و محبت کا کلمہ ہے اور بڑوں کے لئے اس میں اکرام و احترام بھی ہے۔ اگر ملنے والے پہلے سے ایک دوسرے کو جانے والے ہیں اور ان میں محبت و اخوت کا تعلق ہے تو اس کلمہ میں اس تعلق پورا اظہار ہے۔ اگر پہلے سے کوئی جان پہچان نہیں ہے تو یہ کلمہ ہی تعلق کا ذریعہ بنتا ہے اور اس کلمہ کے ذریعے دونوں ایک دوسرے کو اپنی طرف سے اطمینان دلاتے ہیں کہ میں تمہارا خیر اندیش اور دعا گو ہوں میرے اور تمہارے درمیان ایک روحانی رشتہ اور تعلق ہے۔ بہر حال ملاقات کے وقت ”السلام علیکم“ اور ”علیکم السلام“ اللہ تعالیٰ کا حکم اور نبی کریم ﷺ کا طریقہ ہے اور اس کے بڑے فضائل ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَإِذَا جَاءَكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاِيمَانَكُلُّ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ﴾

”اور جب آپ کے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آئیتوں پر ایمان لائے ہیں تو ان سے کہئے ”السلام علیکم“۔ (سورہ انعام: ۵۲)

اس آیت میں نبی کریم ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے بالواسطہ امت مسلمہ کو یہ اصولی ہدایت کی گئی ہے کہ مسلمان جب بھی مسلمان سے ملے تو وہ ایک دوسرے کے لئے سلامتی و عافیت کی دعا ”السلام علیکم“ ”علیکم السلام“ کہہ کر کیا کریں۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

”(اللہ تعالیٰ کے بندو) رحمٰن کی بندگی کرو اور لوگوں کو کھانا کھلاو اور سلام کو خوب پھیلاو تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے سلامتی کے ساتھ۔“ (ترمذی، مشکوٰۃ)

ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا اسلام (یعنی اہل اسلام) کی کون سی خصلت زیادہ اچھی اور بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”کھانا کھلانا اور ہر شناساً و نشانساً کو سلام کرنا۔“ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

سلام میں پہل کرنے کی فضیلت!

حضرت ابو امامہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگوں میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک شخص

وہ ہے جو سلام کرنے میں پہل کرے۔ (احمد، ترمذی، ابو داؤد: باب من بدأ بالسلام، حدیث نمبر: ۵۱۹۹)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سلام میں پہل کرنے والا تکبر سے بری ہے۔ (مشکوٰۃ)

### سلام کے ثواب میں باعث اضافہ بننے والے الفاظ!

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا۔ ”السلام علیکم“، آپ ﷺ نے جواب دیا پھر وہ شخص مجلس میں بیٹھ گیا تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ”دُن“ (یعنی اس بندے کے لئے اس کے سلام کی وجہ سے دُن نیکیاں لکھی گئیں) پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے کہا۔ ”السلام علیکم و رحمة اللہ آپ ﷺ نے اس کے سلام کا جواب دیا جب وہ بیٹھ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ”بَيْنَ“ اس کے بعد ایک اور شخص آیا اور کہا ”السلام علیکم و رحمة اللہ و برکاتہ“، آپ ﷺ نے اس کے سلام کا جواب دیا اور وہ مجلس میں بیٹھ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ”تَمَّنَ“ (یعنی اس کے لئے تمیں نیکیاں لکھی گئیں ہیں)۔

(ترمذی، ابو داؤد، مشکوٰۃ)

### گھروالوں کو بھی سلام کرو!

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میٹا! جب تم اپنے گھروالوں کے پاس جاؤ تو سلام کرو یہ سلام تم پر اور تمہارے گھروالوں پر خیر و برکت کے نزدیک باعث ہوگا۔ (ترمذی، مشکوٰۃ)

### سلام کے احکام و آداب!

(۱) جب کسی سے ملاقات ہو تو سب سے پہلے سلام کیجئے اس کے بعد جوبات کرنی ہو وہ بات کریں۔ ہر مسلمان کو سلام کیجئے شناسا ہو یا ناشناسا۔

(۲) گھروالوں کو بھی سلام کریں۔

(۳) چھوٹے بچوں کو بھی سلام کریں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بچوں پر سے گزرے تو ان کو سلام کیا اور فرمایا کہ نبی کریم ﷺ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ (بخاری، مسلم)

بچوں کو سلام کہنا، بچوں کو سلام سکھانا کا بہترین طریقہ بھی ہے اور تو اضع بھی۔

## حقوق و آداب

117

فَلَمْ يَرْجِعُوا مِنْ حَيْثُ أَتَوْا وَلَا هُمْ بِالْأَرْضِ  
مُكْثُونٌ

(۲) گھر سے نکلتے اور مجلس سے اٹھ کر جاتے وقت بھی لوگوں کو سلام کرنا چاہئے۔ (ترمذی، ابو داؤد، موطا امام مالک، مشکلہ)

(۵) جس شخص کو سلام کیا جائے اس کا فرض یہ ہے کہ سلام کا جواب اسی طریقہ سے بلکہ اس سے بہتر طریقہ سے دے (یعنی سلام کرنے والے نے جو لفاظ کہے ہیں ان پر دوسرے مناسب الفاظ کا اضافہ کریں) ورنہ کم از کم وہی الفاظ دہرائیں۔ (دیکھئے سورۃ النساء: ۸۶)

(۶) ہر ملاقات میں سلام کرنا چاہئے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

”تم میں سے کوئی شخص جب اپنے مسلمان بھائی سے ملے تو اس کو سلام کرے اس کے بعد اگر دونوں کے درمیان کوئی درخت یا دیوار یا (بڑا) پھر حائل ہو جائے اور پھر اس کے سامنے آئے تو اس کو پھر سلام کرے۔ (ابوداؤد، مشکلہ)

(۷) سلام ذرا اوپنجی آواز سے کرنا چاہئے تاکہ وہ شخص سن سکے جس کو سلام کیا جا رہا ہے۔ زبانی سلام کے بغیر صرف انگلیوں کے ذریعہ اشارہ کرنے یا ہتھیلوں کے ذریعہ اشارہ سے احتراز کرنا چاہئے کیونکہ انگلیوں اور ہتھیلوں سے اشارہ کرنا یہودا اور عیسائیوں کا طریقہ ہے۔ (مشکلہ، مظاہر حق)

البتہ اگر زبان سے ”السلام علیکم“ کہنے کے ساتھ ساتھ ہاتھ یا سر سے اشارہ کرنے کی ضرورت ہو تو کوئی مضائقہ نہیں مثلاً جس کو سلام کر رہے ہیں وہ دور ہے یا آپ گاڑی میں ہیں اور وہ آپ کی آواز نہیں سن سکتا تو ایسی حالت میں سلام کے ساتھ اشارہ کرنا چاہئے۔

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ایک دن نبی کریم ﷺ مسجد کے پاس سے گزرے وہاں کچھ عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں تو آپ ﷺ نے ان کو اپنے ہاتھ کے اشارے سے سلام کیا۔ (ترمذی)

مطلوب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سلام کے ساتھ ساتھ ہاتھ کے اشارے سے بھی سلام کیا جیسا کہ اس کی وضاحت دوسری روایتوں سے ہوتی ہے۔

(۸) بڑوں کو سلام کرنے کا اہتمام کرنا چاہئے اگر آپ پیدل چل رہے ہوں اور بیٹھنے والوں پر گزریں تو ان

فَلَمْ يَرْجِعُوا مِنْ حَيْثُ أَتَوْا وَلَا هُمْ بِالْأَرْضِ  
مُكْثُونٌ

کو سلام کبھی اور جب آپ کسی چھوٹی ٹولی کے ساتھ ہوں اور کچھ زیادہ لوگوں سے ملاقات ہو جائے تو سلام کرنے میں پہل کبھی اور جب آپ سوار ہو تو پیدل چلے والوں کو سلام کریں۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

(۹) مجلس میں جائیں یا جس مجلس پر سے گزیں تو پوری مجلس کو سلام کبھی مخصوص طور پر کسی کا نام لے کر سلام نہ کبھی۔

(۱۰) جماعت میں سے کسی ایک کا سلام کرنا یا جواب دینا پوری جماعت کی طرف سے کافی ہے۔ (بیہقی، ابو داؤد، مشکوٰۃ)

(۱۱) جو آدمی گناہ کے کام میں مشغول ہو مثلاً گانا سن رہا ہے، ڈاڑھی موندیا منڈوار رہا ہے، جو اکھیل رہا ہے یا شراب نوشی کر رہا ہے تو اس کو اس حالت میں سلام نہیں کرنا چاہئے۔ (بخاری: ح: ۲: کتاب الاستیذان ص: ۹۲۵)

(۱۲) جو شخص پیشاب کے لئے بیٹھا ہو تو اس کو اس حالت میں سلام نہیں کرنا چاہئے اور اگر کوئی آدمی ناواقفی سے سلام کرے تو اس کو جواب نہیں دینا چاہئے۔ (دیکھئے معارف الحدیث بحوالہ ترمذی)

(۱۳) سلام کرنے والے کو اس کا لحاظ کرنا چاہئے کہ اس کے سلام سے بیاروں یا سونے والوں کے آرام میں یا کسی کے دینی امور میں خلل نہ پڑے اور اللہ کے کسی بندے کو اذیت نہ پہنچ جائے۔

(۱۴) اگر کسی غیر مسلم کو سلام کرنے کی ضرورت پیش آئے تو السلام علیکم کے بجائے آداب عرض اور خوش آمدید قسم کے الفاظ استعمال کبھی اور ہاتھ سے بھی کوئی ایسا اشارہ نہ کبھی جو اسلامی عقیدے اور اسلامی مزاج کے خلاف ہو۔

هر قل کے نام نبی کریم ﷺ نے جو مکتب بھیجا تھا اس میں سلام کے الفاظ یہ تھے:

(سَلَامُ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَى)

”سلام ہے اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔“ (بخاری: ص: ۹۲۶)

مثلاً کوئی قرآن و حدیث کے پڑھنے پڑھانے میں مصروف ہے یا نماز میں مشغول ہے یا خطبہ دینے یا سننے میں مصروف ہے یا کوئی اذان یا عکبر کہہ رہا ہے یا کوئی بیان یادیں احکام سمجھا رہا ہے اس طرح کے مشغول لوگوں کو سلام کرنے سے ان کے دینی امور میں خلل پڑتا ہے اور ان کی توجہ ہٹ جاتی ہے اس لئے ایسی حالت میں سلام کرنے سے احتراز کرنا چاہئے۔

## یوم جمعہ کے آداب!

حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اُن سارے دنوں میں جن میں سورج طلوع ہوتا ہے سب سے بہتر دن جمعہ کا ہے۔ اسی دن حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا اسی دن وہ جنت میں داخل ہوئے اور اسی دن انہیں جنت سے باہر کیا گیا (اور زمین پر اتارا گیا) اور قیامت بھی خاص جمعہ ہی کے دن قائم ہوگی۔ (مسلم، مشکوٰۃ باب الجمٰع)

جمعہ کے دن کے چند آداب یہ ہیں!

(۱) جمعہ کے روز جمیعت (یعنی بال درست) کرنا۔ ناخن تراشنا، غسل کرنا۔ پاک صاف کپڑے پہنانا، تیل اور خوشبو لگانا۔

(۲) مسجد میں لوگوں کے سروں اور کندھوں کو پھلانگ کر جانے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے بلکہ جہاں خالی جگہ مل جائے وہاں بیٹھنا چاہئے۔

(۳) مسجد میں چپ چاپ بیٹھ کر خاموشی سے نوافل، ذکر و فکر اور دعا میں مشغول رہیں۔ خطبہ کو نہایت خاموشی، توجہ اور یکسوئی کے ساتھ سنیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے جواہام و ہدایات معلوم ہو جائیں ان پر سچے دل سے عمل کرنے کا پختہ ارادہ کریں۔

حضرت سلمان فارسی رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور جس قدر ہو سکے پا کی اور صفائی کا اہتمام کرے اور جوتیل اور خوشبواس کے پاس گھر میں ہو وہ لگائے پھر وہ گھر سے نماز کے لئے (مسجد کی طرف) نکلے اور (مسجد پہنچ کر) یہ احتیاط کرے کہ آدمیوں کو ایک دوسرے سے جدانہ کرے (یعنی اس نے لوگوں کے سروں سے پھلانگے، صفوں کو چیرنے، یادو بیٹھے ہوئے نمازیوں کے پہنچ گھس کر جا بیٹھنے کی غلطی نہیں کی) پھر جو نماز (یعنی سنن و نوافل کی جتنی رکعتیں) اس کے مقدار میں ہوں وہ پڑھے پھر جب امام خطبہ دے تو توجہ اور خاموشی کے ساتھ اس کو سننے تو اس شخص کے وہ سارے گناہ بخش دیئے جائیں گے جو ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اس سے سرزد ہوئے ہیں۔ (بخاری، نسائی، ترغیب:

رج: اص: ۲۸۷)

حدیث کا اسی طرح کا مضمون حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابوہریرہ رض دونوں سے ابوادونے بھی نقل کیا ہے اس میں یہ اضافہ بھی ہے کہ (وَلِيسَ مِنْ أَحْسَنِ ثَيَابِهِ) ”اور جو عمدہ کپڑے اسے میسر ہوں وہ پہنے“، اور اس میں صراحتاً آیا ہے کہ (فَلَمْ يَتَخَطَّ أَغْنَانَقَ النَّاسِ) ”اور (مسجد جا کر پہلے سے بیٹھے ہوئے) لوگوں کی گردنوں کو نہ پھلانے“ (دیکھئے مشکوٰۃ بحوالہ ابوادون)

نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ و آله و سلم نے فرمایا کہ ”جو شخص جمعہ کے دن (جامع مسجد میں جگہ حاصل کرنے کے لئے) لوگوں کی گرد نیں پھلانے اس سے جہنم کی طرف پل بنایا جائے گا۔“ (ترمذی، ابن ماجہ، الترغیب والترہیب : ج: اص: ۵۰۳)

یعنی جس طرح اس نے گردنوں کو پھلانے کر لوگوں کو اپنی گزرگاہ بنایا اسی طرح اس کو جہنم کی طرف پل بنانے کے لئے گزرگاہ بنایا جائے گا۔ اس سے اندازہ لگائیے کہ ایذا مسلم کس قدر ظیم جرم ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آله و سلم نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن اس حالت میں بات چیت میں مشغول ہو جبکہ امام خطبہ پڑھ رہا ہو تو وہ گدھے کی مانند ہے کہ جس پر کتابیں لادی گئی ہوں اور جو شخص اُس (بات چیت کرنے والے) کو کہے کہ ”چپ رہو“ تو اس کے لئے جمعہ (کا ثواب) نہیں ہے۔ (رواہ محدث والطبرانی، الترغیب: ج: اص: ۵۰۵)

نیز حضرت ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آله و سلم نے فرمایا:

(إِذَا قُلْتَ لِصَاحِبِكَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اَنْصِتْ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ فَقَدْ لَعُوتَ)

”جمعہ کے روز جب امام خطبہ پڑھ رہا ہوا گرم نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے شخص سے یہ کہا کہ ”چپ رہو“ تو تم نے بھی لغو کام کیا۔“ (بخاری، مسلم، ترغیب: ج: اص: ۵۰۵)

(۲) جمعہ کی اذان اول سنتے ہی کاروبار اور دوسری مشغولیتیں یک لخت بند کر دیجئے اور مسجد کی طرف تیزی سے چلنے بلکہ کوشش کریں کہ پہلے سے نمازِ جمعہ کی تیاری کر کے جلد از جلد اول وقت میں مسجد میں جا پہنچیں اور صافِ اول میں جگہ حاصل کریں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِي لِلصَّلوةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعُوا إِلَيْ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ طَذِلُكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ (سورہ الجمعہ: ۹)

”اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لئے پکارا جائے تو اللہ تعالیٰ کی یاد کی طرف چل پڑو

خرید و فروخت (اور ہر قسم کی مشغولیتیں یک لخت) چھوڑ دو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔“

حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے جمعہ کے روز اس طرح (پورا) غسل کیا جیسا کہ جنابت سے پا کی حاصل کرنے کے لئے غسل کرتا ہے پھر اول وقت مسجد میں جا پہنچا تو گویا اس نے ایک اونٹ کی قربانی دی اور جو (اس کے بعد) دوسرا ساعت میں پہنچا تو اس نے گویا گائے کی قربانی کی اور جو (اس کے بعد) تیسرا ساعت میں پہنچا تو گویا اس نے سینگوں والے مینڈھ کی قربانی کی اور جو (اس کے بعد) چوتھی ساعت میں پہنچا تو گویا اس نے (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) مرغی دے دی اور جو (اس کے بعد) پانچویں ساعت میں پہنچا تو گویا اس نے (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) انڈا صدقہ کیا۔

پھر جب خطیب خطبہ پڑھنے کے لئے نکل آتا ہے تو فرشتے (مسجد کا دروازہ چھوڑ کر) ذکر (خطبہ)

سنن میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ (رواہ مالک و البخاری، مسلم، ابو داؤد، الترغیب: ج: اص: ۳۹۹)

بخاری و مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور شروع میں آنے والوں کے نام یکے بعد دیگرے لکھتے رہتے ہیں اور اول وقت دو پہر میں آنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو مکہ عمرہ میں قربانی کے لئے اونٹ بھیجا ہے پھر اس کے بعد آنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو گائے کو بھیجا ہے پھر اس کے بعد آنے والے کی مثال مینڈھ بھیجنے والے کی سی ہے اس کے بعد مرغی پیش کرنے والے کے اس کے بعد انڈا پیش کرنے والے کی سی ہے پھر جب امام خطبہ کے لئے منبر کی طرف جاتا ہے تو یہ فرشتے اپنے لکھنے کے دفتر لپیٹ لیتے ہیں اور خطبہ سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے ترغیب و تہذیب: ج: اص: ۳۹۹، بکوالہ بخاری، مسلم)

(۵) اگر جامع مسجد بہت زیادہ دور نہیں اور کوئی عذر بھی نہ ہو تو پھر مسجد جانے کے لئے پیدل چلیں کیونکہ جامع مسجد پیدل جانا افضل اور بہت کارثوں سے بچتا ہے۔ مسجد کو پیدل جانے والے کے لئے ہر قدم پر ایک سال روزوں اور راتوں

میں جانے اور عبادت کا ثواب لکھا جاتا ہے بشرطیکہ وہ اچھی طرح غسل کرے اور اول وقت میں جامع مسجد پہنچے اور امام کے قریب بیٹھے اور خوب توجہ سے خطبہ سنے اور کوئی یہودہ بات زبان سے نہ نکالے۔ (دیکھئے ترغیب بن ج: اص: ۲۸۸: بحوالہ احمد، ابو داؤد، ترمذی، نسائی)

(۶) کسی شخص کو اس کی جگہ سے نہ ہٹاؤ کر وہاں خود بیٹھ جائے۔ نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے کہ کسی شخص کو اس کی جگہ سے ہٹا کر وہاں خود بیٹھ جائے اور یہ طرز عمل جماعت کے ساتھ خاص نہیں بلکہ یہ ممانعت جماعت کے لئے بھی ہے اور جماعت کے علاوہ کے لئے بھی۔ (دیکھئے مشکلۃ باب التقطیف بحوالہ بخاری، مسلم)

البته لوگوں سے یہ کہنا صحیح اور درست ہے کہ ان سے کہا جائے کہ (بھائیو!) جگہ کشادہ کرو۔ (مسلم، مشکلۃ)

یہ اس وقت جائز ہے جبکہ جگہ میں کشادگی کی گنجائش ہو یہاں یہ بات بھی یاد رکھیں کہ اگر کوئی از خود

خوشی اور بغیر کسی دباؤ کے کسی کے لئے اپنی جگہ سے ہٹ جائے تو پھر اس کو وہاں بیٹھنا جائز ہے۔

(۷) خطبہ کے وقت گوٹ مار کر نہ بیٹھا جائے۔ (یہ ایک خاص قسم کی نشست اور بیٹھنے کا ایک مخصوص طریقہ ہے اس کی صورت یہ ہے کہ اکڑوں بیٹھ کر کپڑے یا ہاتھوں کے ذریعے دونوں گھٹنے اور رانیں پیٹ کے ساتھ ملائی جائے) اس طرح بیٹھنے میں آدمی کو نیند آ جاتی ہے جس کی وجہ سے آدمی خطبہ سننے سے محروم ہو جاتا ہے بلکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اس طرح بیٹھنے والا غنوڈگی کے عالم میں ایک پہلو پر گر پڑتا ہے اور اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اور نبی کریم ﷺ نے خطبہ کے وقت اس طرح بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔ (دیکھئے مشکلۃ بحوالہ ترمذی و ابو داؤد)

(۸) جماعت کے روز سورۃ کہف پڑھنی چاہئے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص جماعت کے دن سورۃ کہف پڑھنے تو اس کے لئے ایک نور روشن ہوگا و مجموعوں کے درمیان۔ (بیہقی، مشکلۃ کتاب فضائل القرآن)

مطلوب یہ ہے کہ جو شخص سورۃ کہف پڑھتا ہے تو اس کے دل میں ایمان و ہدایت کا ایک خاص نور پیدا ہوگا جس کی نورانیت اور روشنی اگلے جماعت تک رہے گی۔ ظاہر ہے جس کے دل میں ایسا خاص نور ہو گا وہ

گمراہیوں اور فتنوں سے محفوظ رہے گا۔

حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن سورہ کہف پڑھ لے وہ آٹھ دن تک (یعنی اگلے جمعہ تک) ہر فتنے سے محفوظ رہے گا اور اس دوران اگر دجال نکل آئے تو یہ اس کے فتنے سے بھی محفوظ رہے گا۔ (تفسیر ابن کثیر: ج: ۳ ص: ۱۷)

حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا جو شخص سورہ کہف کی پہلی دن آیتیں یاد کر لے (اور روزانہ پڑھتا رہے) تو وہ دجال کے فتنہ (اور شر) سے محفوظ رہے گا۔ (مسلم: کتاب فضائل القرآن ج: اص: ۲۷۱)

نیز حضرت ابو درداءؓ سے یہ روایت بھی منقول ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا:

(مَنْ قَرَأَ ثُلُثَ إِيَّاتٍ مِّنْ أَوَّلِ الْكَهْفِ عُصِّمَ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَالِ)

”جو شخص (روزانہ) سورہ کہف کی شروع کی تین آیتیں پڑھ لے وہ دجال کے فتنے سے بچالیا گیا۔“  
(ترمذی: ابواب فضائل القرآن جلد دوم)

(۹) جمعہ کی رات اور جمعہ کے دن کثرت سے نبی کریمؐ پر درود سمجھنے کا اہتمام کیجئے۔

درود شریف کی اہمیت اور فضیلت اپنی جگہ (ذکر کے فضائل و مسائل) میں بیان کر چکا ہوں نیز درود شریف کے فضائل و برکات کے بارے میں مرشدی شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ ”فضائل درود شریف“ مشہور اور معروف ہے۔

حضرت اوس بن اوسؓ کی روایت میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا تم لوگ جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش ہوتا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا رسول اللہ (آپ کی وفات کے بعد) آپ پر ہمارا درود کیسے پیش کیا جائے گا حالانکہ آپ کا جسم اطہر تو بوسیدہ ہو چکا ہو گا آپؐ نے ارشاد فرمایا:

(إِنَّ اللَّهَ حَرَمَ عَلَى الْأَرْضِ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ)

”بے شک اللہ تعالیٰ نے اننبیاء علیہم السلام کے جسموں کو زمین پر حرام کر دیا ہے (کہ وہ ان کے

جسموں کو کھائے، ان کے اجسام قبروں میں بالکل صحیح سالم رہتے ہیں)۔“ (ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی، بیہقی، مشکلۃ: باب الجموعہ)

(۱۰) جمعہ کے دن میں رحمت و قبولیت کی ایک خاص گھڑی جس میں اللہ تعالیٰ ضرور دعا قبول فرماتے ہیں:  
لہذا جمعہ کے روز زیادہ سے زیادہ ذکر، تسبیح و تہلیل، درود شریف اور دعا میں کرنی چاہئیں۔

حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جمعہ کے دن ایک گھڑی ایسی ہے کہ اگر کسی مسلمان بندے نے صحنِ اتفاق سے خاص اس ساعت میں خیر و بھلائی کی کوئی چیز اللہ سے مانگی تو اللہ تعالیٰ اس کو وہ چیز عطا فرمادیتا ہے۔ (بخاری، مسلم، مشکلۃ: باب الجموعہ)

اللہ تعالیٰ نے اس گھڑی کو پوشیدہ رکھا ہے تاکہ لوگ اس گھڑی کی امید میں پورا دن عبادت، ذکر و دعا میں گزاریں اور جب وہ گھڑی آئے تو ان کی عبادت اور دعا اس خاص گھڑی میں واقع ہو۔ جمعہ کے دن میں اس گھڑی کی تعین میں علماء کے بہت سے اقوال موجود ہیں لیکن ان میں دو قول ایسے ہیں جن کا ذکر صراحتاً اشارہ بعض حدیثوں میں بھی موجود ہے اس لئے صرف ان دونوں یہاں نقل کر دیتا ہوں۔

(۱) ایک یہ کہ جس وقت امام خطبہ کے لئے نمبر پر آئے تو اس وقت سے لے کر نماز جمعہ کے ختم ہونے تک جو وقت ہوتا ہے وہی گھڑی رحمت و قبولیت کی گھڑی ہے۔

(ب) دوسرا قول یہ ہے کہ وہ گھڑی عصر کے بعد سے لے کر غروب آفتاب تک ہے۔

حضرت ابو بردہ اپنے والد حضرت ابو موسیٰ اشعری رض سے نقل کرتے ہیں کہ وہ فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ وہ گھڑی (خطبہ کے لئے) امام کے (نمبر پر) بیٹھنے اور نماز پڑھی جانے کا درمیانی عرصہ ہے۔ (مسلم، ابو داؤد، ترغیب: ج: اص: ۲۹۳)

حضرت ابو ہریرہ رض نے حضرت عبد اللہ بن سلام و کعب احرار رض دونوں سے نقل کیا ہے کہ جمعہ کے دن کی اس گھڑی کا ذکر تورات میں بھی ہے (اور یہ دونوں حضرات تورات اور آسمانی کتابوں کے بہت بڑے عالم تھے) حضرت ابو ہریرہ رض نے حضرت عبد اللہ بن سلام رض سے اس گھڑی کے متعلق پوچھا تو حضرت عبد اللہ بن سلام رض نے جواب میں فرمایا کہ وہ جمعہ کے دن کی آخری گھڑی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رض

نے پوچھا کہ ساعت جمعہ کے دن کی آخری گھری کیسے ہو سکتی ہے جبکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”جو بندہ مومن اس گھری کو پائے اور وہ اس میں نماز پڑھتا ہو (اور جو وقت آپ نے تھا یا ہے اس میں تو نمازنیں پڑھی جاتی) حضرت عبد اللہ بن سلام رض نے فرمایا (یہ تو صحیح ہے لیکن) کیا یہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نہیں ہے کہ جو شخص نماز کے انتظار میں بیٹھا رہے تو وہ (حکماً) نماز ہی کے حکم میں ہے۔“ (دیکھئے مؤطا امام مالک، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، مشکلۃ باب الجموع)

حضرت عبد اللہ بن سلام رض کی ایک روایت میں یہ بھی موجود ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خود یہ فرمایا کہ:

(آخِرُ سَاعَاتِ النَّهَارِ)

”(یہ قولیت کی گھری) دن کی آخری گھریوں میں ہے۔“

(دیکھئے تغییب و تہییب: ج: اص: ۳۹۳: بحوالہ ابن ماجہ قال و اسنادہ علی شرط اصحاح)

حضرت ابوسعید خدری رض سے روایت کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کے دن جس گھری میں دعا قبول ہوتی ہے وہ روز جمعہ کی آخری گھری میں غروب آفتاب سے پہلے ہوتی ہے۔

(رواه الاصحابی، تغییب: ج: اص: ۳۹۵)

نیز حضرت جابر رض کی روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

(فَالْتَّمِسُوهَا آخِرَ سَاعَةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ)

”اس (قولیت کی) ساعت کو عصر جمعہ کے بعد آخری گھری میں تلاش کرو۔“ (ابوداؤد، نسائی، حاکم، تغییب: ج: اص: ۳۹۵)

نیز حضرت انس رض سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جمعہ کے دن کی اس گھری جس میں قبولیت دعا کی امید کی جاتی ہے (اس کو) عصر کے بعد سے غروب آفتاب تک تلاش کرو۔ (ترمذی: ابواب الجموع)

منظہ ہرق میں ہے کہ حضرت علی رض، حضرت فاطمۃ الزہر ارضی اللہ عنہا اور تمام اہل بیت نبوت

رسوان اللہ علیہم اجمعین اپنے خادموں کو معین کرتے تھے کہ وہ ہر جمعہ کے روز آخری گھری کا خیال رکھیں اور اس وقت سب کو یاد دلائیں تاکہ وہ سب اس گھری میں پروردگار کی عبادت اس کے ذکر اور اس سے دعا مانگنے میں مشغول ہو جائیں۔ (مظاہر حق جدید: ج: اص: ۸۷-۸۸)

بہر حال جمعہ کے پورے دن میں ذکر و فکر اور دعاوں کا اہتمام کیجئے خصوصاً اس وقت جبکہ امام خطبہ کے لئے ممبر پر بیٹھ جائے اس وقت سے لے کر نماز کے ختم ہونے تک دل میں دعائیں مانگیں اور عصر کی نماز کے بعد سے غروب آفتاب تک ذکر و فکر اور دعاوں میں مشغول رہیں۔ اگر عصر کے بعد کوئی ضروری کام پیش آیا تو پھر چلتے، پھرتے، اٹھتے، بیٹھتے اللہ تعالیٰ کے ساتھ مناجاہ اور سرگوشی جاری رکھیں، دل دل میں اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑائیں اور اس بات کی خوب کوشش کریں کہ سورج زرد ہونے سے لے کر غروب آفتاب تک کے وقت کو ذکر و فکر اور دعاہی کے لئے فارغ کر دیں۔

### مشورہ کا بیان!

مشورہ جن معاملات میں کیا جاتا ہے ان معاملات کی بڑی بڑی دوستی میں ہیں:

- (۱) انفرادی اور ذاتی معاملہ۔
- (۲) اجتماعی اور مشترک معاملہ۔

### انفرادی اور ذاتی معاملہ میں مشورہ لینا!

انفرادی اور ذاتی معاملہ وہ ہے جس کے ساتھ کسی دوسرے کا کوئی حق وابستہ نہ ہو مثلاً کوئی شخص کسی چیز کی تجارت شروع کرنا چاہتا ہے یا کسی سے رشتہ کرنا چاہتا ہے یا علم حاصل کرنا چاہتا ہے وغیرہ اور وہ اپنے ذاتی معاملہ میں کسی ایسے شخص سے مشورہ لیتا ہے جس کے بارے میں اس کو غالب گمان ہو کہ وہ اس معاملہ کو خوب جانتا ہے اور اس بارے میں میری رہنمائی کرے گا۔

انفرادی معاملات میں بھی مشورہ کی اہمیت اور افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا جو لوگ اپنے ذاتی معاملات میں مشورہ کرتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے معاملات میں خیر و برکت نصیب فرماتے ہیں اور ان کے کاموں کو حسن و خوبی کے ساتھ پایہ تکمیل تک پہنچادیتے ہیں لہذا لوگوں کو چاہتے کہ اپنے ذاتی

معاملات میں بھی اپنے خیرخواہ اور تجربہ کار لوگوں سے مشورہ لیتے رہیں۔

اجتماعی اور مشترک معاملات میں مشورہ!

اجتماعی معاملات سے مراد وہ امور ہیں جن کا تعلق ایک یا زیادہ لوگوں کے ساتھ ہو خواہ وہ مشترک

کاروبار ہو یا وہ قومی، سیاسی اور جماعتی معاملات ہوں۔

مشورہ کن امور میں کیا جاتا ہے؟

پھر تمام تر معاملات کے دو پہلو ہوتے ہیں: ان کا ایک پہلو خالص دینی نوعیت کا ہوتا ہے اور دوسرا

انتظامی نوعیت کا ہوتا ہے۔

دینی پہلو کا مطلب یہ ہے کہ کوئی چیز فرض یا واجب ہو مستحب ہو یا حلال و حرام، جائز و ناجائز ہو مثلاً فریضہ نمازو و حج اور زکوٰۃ کی ادائیگی یادِ دین اسلام کی نشر و اشاعت اور خلافتِ اسلامیہ کا قیام بے حیائی اور برائیوں کی روک تھام، سود، سطہ حرام کا روبار سے بچنا اسی طرح کے تمام معاملات میں خالص دینی پہلو کے بارے میں کسی سے مشورہ کی کوئی گنجائش نہیں البتہ اس کی حدود و قیود اور جائز ناجائز کو معلوم کرنے کے لئے عوام علمائے اسلام کی طرف رجوع کریں گے تاکہ وہ کسی امر کے متعلق اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی مرضی کو صحیح طور پر پورا کر سکیں۔

ان امور کا دوسرا پہلو انتظامی نوعیت کا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ امور جو صرف انتظامی نوعیت کے ہوں مثلاً مشترک کاروبار، تجارت کی حفاظت اور ترقی کے لئے یا قوم و ملت اور جماعت کی حفاظت، ترقی و بہبود کے لئے کوئی انتظامی ڈھانچہ بنانا یادِ دین کی نشر و اشاعت اور اس کے نفاذ و قیام کے لئے سود، سطہ، بے حیائی، فناشی اور دوسرے منکرات کے روکنے اور خاتمے کے لئے کوئی لائحہ عمل تیار کرنا۔ انتظامی امور کا یہ پہلو مشورہ کا میدان ہے اہم انتظامی امور میں ان تمام لوگوں سے مشورہ لینا ضروری ہے جو ان امور میں کسی قدر تعلق دار ہوں، اگر کوئی معاملہ قومی اور ملی ہے یا کسی بڑی جماعت کا معاملہ ہے اور ہر ایک کی رائے لینی مشکل ہو تو پھر اس قوم و جماعت کے اہل حل و عقد، سمجھدار، دیانت دار، مفتی اور معتمد نمائندوں سے مشورہ لینا ضروری ہے۔

### مشورہ کی ضرورت اور اہمیت!

جس طرح نماز دین اسلام کا ایک اہم ستون ہے اسی طرح مشترک اور انتظامی امور میں مشاورت اسلامی طرز زندگی اور خلافتِ اسلامیہ کا ایک اہم ستون ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی جو صفات بیان فرمائی ہیں ان میں ایمانداروں کی صفت نماز کے بعد متصل یہ فرمایا ہے کہ:

﴿وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ يَبْيَنُهُمْ﴾

”اور وہ اپنا کام آپس کے مشورہ سے چلاتے ہیں۔“ (سورہ شوریٰ: ۳۸)

اور سورۃ آل عمران میں اللہ تعالیٰ نے خود نبی کریم ﷺ کو اس کا حکم فرمایا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَشَارِرُهُمْ فِي الْأَمْرِ﴾

”اور کام (یعنی انتظامی امور اور معاملات) میں ان سے مشورہ کیجئے۔“ (سورہ آل عمران: ۱۵۹)  
نبی کریم ﷺ دینی معاملات میں کسی کے مشورے کے محتاج نہیں تھے اس لئے کہ آپ ﷺ ہر کام وہی کی رہنمائی میں کرتے تھے البتہ سیاسی اور اجتماعی معاملات میں آپ برابر صحابہ کرام ﷺ سے مشورے کرتے رہتے تھے گویا آپ ﷺ نے خود اپنے طرزِ عمل سے اس شورائیت کی بنیاد ڈالی جو اسلام کے سیاسی نظام کی ایک بنیادی خصوصیت رہی ہے۔ شورائیت، راعی، رعایا، امیر اور مامور میں حسن ظن اور اعتماد پیدا کرتی ہے اور اس سے استبداد اور سنگدلی اور انانیت کی جڑ کٹتی ہے۔ امیر اور ماموروں کی طرف سے تعاون ظہور میں آتا ہے اور یہ باہمی الفت، محبت اور حسن ظن کی بنیاد ہے۔

اہم اجتماعی امور میں مشورہ نہ کرنے والا زیادتی کرتا ہے!

جس معاملہ کا تعلق دو یادو سے زیادہ آدمیوں کے مفاد سے ہواں میں کسی ایک شخص کو اس کے اہم امور میں من مانی چلانے کا کوئی حق نہیں ہے ایسے امور میں جو شخص صرف اپنی رائے سے فیصلہ کر ڈالتا ہے اس معاملہ سے متعلقہ دوسرے لوگوں کو نظر انداز کرتا ہے وہ ایسی جرأت مندرجہ ذیل وجہ کی بنا پر کرتا ہے۔  
(۱) پہلی اور اصل وجہ یہ ہے کہ ایسے شخص کے دل میں خوفِ الہی کم یا نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے کیونکہ جن معاملات کا تعلق دوسروں کے حقوق اور مفاد سے ہوان میں فیصلہ کرنا ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے جو شخص

اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوا اس کو یہ احساس ہو کہ مجھے اپنے رب کے سامنے جواب دہ ہونا ہے تو وہ بھی اس بھاری بوجھ کو تنہا اپنے سر لینے کی جرأت نہیں کر سکتا اس طرح کی جرأت صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے بے خوف اور آخرت سے بے فکر ہوں۔ آخرت کی باز پرس یاد رکھنے والا خدا ترس آدمی لازماً یہ کوشش کرے گا کہ ایک مشترک معاملہ میں قاعدے کے مطابق صحیح مشورہ کرے تاکہ صحیح اور منی بر انصاف فیصلہ کیا جاسکے اگر نادانستہ کوئی خطا ہو بھی جائے تو تنہا کسی ایک آدمی پر اس کی ذمہ داری نہ آپڑے۔

(۲) یا اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنی ذاتی اغراض کے لئے دوسروں کا حق مارنا چاہتا ہے اس لئے وہ مشترک معاملات میں اپنی منی مانی چلانے کی کوشش کرتا ہے۔

(۳) یا اس کی وجہ اس کا عجب و تکبر ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو بڑا اور اپنی رائے کو بہت بڑھایا سمجھتا ہے دوسروں کو اور ان کی رائے کو تغیریجانتا ہے اس لئے وہ دوسروں کو نظر انداز کرتا ہے۔

(۴) یا اس کی وجہ اس کی جلد بازی اور گھبراہٹ ہوتی ہے جس کی وجہ سے دوسروں سے پوچھے بغیر وہ کسی اہم بات کا فیصلہ کر لیتا ہے۔ یہ بھی دراصل اس وجہ سے ہوتا ہے کہ ایسے شخص کے دل میں خوفِ الہی کم اور فکرِ آخرت کمزور ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو خوفِ الہی اور فکرِ آخرت کی نعمت سے مالا مال فرمائے۔ آمین

### مشورہ کے فوائد اور برکات!

(۱) مشورہ کے فوائد اور برکات کے لئے یہی کافی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم اور اس کے رسول ﷺ کی مبارک سنت ہے۔

(۲) اس کی وجہ سے معاملہ اور کام سے متعلقہ افراد کی دلخواہی ہو جاتی ہے۔

(۳) اس کی وجہ سے متعلقہ افراد کی آراء اور تجربہ کی قدر دانی ہوتی ہے۔

(۴) اس سے لوگوں میں غور و فکر اور صحیح فیصلے کی قوت اور صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے اور یہ صلاحیت وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتی رہتی ہے۔

(۵) اس سے باہمی الفت و محبت بڑھتی ہے۔

(۶) اس کی وجہ سے خود غرضی، ظلم، تکبر، خود پسندی اور خود رائی کا کچھ علاج بھی ہو جاتا ہے۔

(۷) اس کی وجہ سے صحیح رہنمائی اور منی بر انصاف اور بے لائق فیصلہ کیا جاسکتا ہے اگر نادانستہ طور پر کوئی غلطی بھی ہو جاتی ہے تو اس کی ذمہ داری تنہا ایک شخص پر نہیں پڑتی۔

(۸) اس کی وجہ سے حکمرانوں کے لئے ظلم، زیادتیوں اور بداعلائقوں کے موقع کم ہو جاتے ہیں۔

### مشورہ لینے والے کے فرائض و آداب!

مشورہ کا مقصد یہ ہے کہ کسی معاملہ میں لوگوں کی رائے سے فائدہ اٹھایا جائے جس طرح شہد کی مکہی مختلف بچلوں، پھولوں سے مفید اجزاء کو واچک کر شہد کا پختہ تیار کر لیتی ہے مشورہ کے اس مقصد کو سامنے رکھ کر مشورہ جن جن باتوں کا تقاضا کرتا ہے وہ یہ ہیں۔

(۱) جس انفرادی یا اجتماعی کا کم متعلق مشورہ لینا ہو تو ایسے لوگوں سے اس کے بارے میں مشورہ لیں جو اس کام میں علم و تجربہ بھی رکھتے ہوں اور وہ مختص متمنی بھی ہوں۔ ورنہ اگرنا تجربہ کا راوی بے وقوف لوگوں میں مشورہ کو دائر کیا جائے اور ان کے مشوروں پر عمل کیا جائے تو ان کے مشورے میں بگاڑ اور فساد برپا کریں، گے مثلاً کسی مریض کے متعلق حاذق طبیبوں اور ڈاکٹروں سے مشورہ لیا جائے گا اور مکان کی تغیر کے بارے میں انحصاریوں سے مشورہ لیا جائے گا اور جنگی منصوبوں میں جنگی امور کے ماہرین سے مشورہ لیا جائے گا۔ پھر یہ بھی ضروری ہے کہ وہ مختص اور متمنی بھی ہوں ورنہ جو لوگ کام کے ساتھ مختص اور متمنی نہ ہوں تو ایسے لوگ علم و تجربہ کے باوجود کام میں رخنہ ڈالیں گے مثلاً کوئی تجربہ کا رڈاکٹ کسی مریض کے ساتھ مختص نہیں اور اس کی جان کے درپے ہے تو اس ڈاکٹر کا علان جس مریض کے لئے باعث ہلاکت بنے گا۔ اسی طرح اگر کوئی جرنبیں کمائیں مسلمانوں اور اسلام کے ساتھ مختص نہیں تو اس کے منصوبے اور مشورے پر چلنا مسلمانوں کی ہلاکت کا سبب بنے گا۔

(۲) مشورہ دینے والوں کو اظہار رائے کی پوری آزادی حاصل ہو اور ان کو اس بات کا پورا حق حاصل ہو کہ وہ اس معاملہ میں کوئی کوتاہی دیکھیں تو بلا جھگک اس پر روک ٹوک کر سکیں۔

(۳) مشورہ لینے والا کوئی ایسا طرز اختیار نہ کرے جس کی وجہ سے مشورہ دینے والے آزادانہ رائے دینے سے گریز کریں۔ مثلاً مشورہ دینے والوں پر خفیہ دباؤ ڈالنا یا ان کو کسی مال و منصب کا لائق دے کر ان کی

رائے کو خرید لینا یا ان کو یہ خوف ہونا کہ اگر ہم نے اس کی مرضی کے خلاف رائے دی تو ہم اس مشورہ لینے والے کے عتاب اور ناراضیگی کی زد میں آئیں گے۔

(۲) مشورہ لینے والا دھوکہ اور مکروہ فریب سے اپنی رائے کی تائید حاصل کرنے کے لئے پہلے سے راہ ہموار نہ کرے۔ جہاں بھی مشورہ لینے والا کوئی ایسا طریقہ اختیار کر لیتا ہے جس کی وجہ سے مشیر اپنے علم کے مطابق مشورہ دینے سے محروم ہو جاتا ہے یا وہ مشیر کی رائے کو لالج و خوف دلانے سے خرید لیتا ہے یا خود مجلس شوریٰ گروہ بندی کا شکار ہو یا جہاں کوئی شخص اپنی رائے منوانے کے لئے مکروہ فریب کی راہ اختیار کر لیتا ہے وہاں مشورہ اور کافر کافر کوئی فائدہ نہیں ایسی صورتوں میں یہ شوریٰ اور کافر کافر بے روح ہو کر ایک مردار ڈھانچہ بن جاتا ہے جس سے خیر کی کوئی امید نہیں ہو سکتی بلکہ اس مجلس کی خیانت و خباثت کی بدبو سے پوری جماعت اور قوم بدبو دار ہو سکتی ہے۔ لہذا مشورہ لینے والوں کا یہ فرض بتاتا ہے کہ وہ مشوروں کے لئے ایسا کھلا اور پراغتماد ماحول تیار کریں جس میں مشیر کسی دباؤ و خوف یا طمع و لالج کی زد میں نہ آئے اور مجلس شوریٰ کو ہر قسم کی گروہ بندی سے پاک کرنے کی کوشش کریں تاکہ ہر مشیر اپنے ایمان اور علم کے مطابق خیرخواہ مشورہ دے سکے۔

مشورہ دینے والے (یعنی مشیر) کے فرائض و آداب!

جب یہ بات معلوم ہوگی کہ مشورہ کا مقصد یہ ہے کہ دوسرے خیرخواہ لوگوں کے ذہنوں سے فائدہ اٹھایا جائے یہ مقصد اس وقت حاصل ہوگا جبکہ مشیر پوری امانت داری، ذمہ داری اور خلوص کے ساتھ مشورہ دے۔ جو شخص کسی معاملہ میں کسی سے مشورہ لیتا ہے تو وہ مشیر پر یہ ذمہ داری ڈال دیتا ہے کہ اس معاملہ کے متعلق جو نیروں بھلائی آپ کے علم اور سمجھ میں آئے اس کو پیش کیجئے۔ ایسی صورت میں مشورہ لینے والا مشیر کو ذمہ دار اور امانت دار بنا دیتا ہے اگر وہ اپنی ذمہ داری کو اچھی طرح نہیں نبھائے گا تو ایسی صورت میں وہ خیانت کا مرکتب ٹھہرے گا۔

حضرت ابو ہریرہ علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(الْمُسْتَشَارُ مُؤْمِنٌ)

”بے شک جس سے مشورہ لیا گیا وہ امین (امانت دار) ہے۔“ (ترمذی: ج: ۲ ابواب الاستیذان

والادب: ۴۸۵ وابن ماجہ: ابواب الادب: ص ۲۷۴)

مطلوب یہ ہے کہ مشیر کو چاہئے کہ مشورہ چاہئے والے کو خیر خواہانہ مشورہ دے اور وہی مشورہ جو اس کے ایمان اور علم کے مطابق بہتر ہو اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو امانت میں خیانت کا مرتكب ہو گا۔ نیز حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ جس شخص کو بغیر علم کے فتویٰ دیا گیا تو اس کا گناہ اس شخص پر ہو گا جس نے اس کو (غلط) فتویٰ دیا ہے اور جس شخص نے اپنے (مسلمان) بھائی کو کسی ایسے کام کے بارے میں مشورہ دیا جس کے متعلق وہ جانتا ہے کہ اس کی بھلائی اس میں نہیں ہے تو اس نے خیانت کی۔ (ابوداؤد، مشکوٰۃ: کتاب العلم)

مذکورہ بالامضمون کو سامنے رکھ کر مشورہ دینے والے کے فرائض اور مشورہ کے آداب یہ ہیں:

(۱) مشورہ امانت ہے لہذا اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر خلوص کے ساتھ مشورہ دیں اور اپنے ایمان اور علم کے مطابق جو خیر کی بات آپ کے ذہن میں ہے وہ مشورہ دینے والے کے سامنے پیش کریں۔ اپنے مشورے کے حق میں جو دلائل اور تجربہ آپ کے ساتھ ہے ان کو بھی سامنے لا میں تاکہ مشورہ لینے والے پر حقیقت کھل سکے۔

(۲) مشورہ میں دلائل پیش کرنا اور اپنی رائے کا اظہار ایسے انداز میں کرنا کہ دوسرے ساتھیوں کے مشورے بھی سامنے آئے اور آپ کے انداز بیان سے کسی کو ایذا نہ پہنچ کیونکہ طعن و تشنیع اور کوتکلیف پہنچانا ناجائز ہے اور اس کا ایک نقصان یہ بھی ہے کہ بعض دوسرے مشوروں کی بھی حوصلہ شکنی ہو جائے گی جس کے بعد وہ بے لگ اور بلا جگہ مشورہ نہیں دے سکیں گے۔

(۳) مشورہ دینے میں گروہ بندی سے پرہیز کریں جس معاملہ کے بارے میں مشورہ لیا جاتا ہے اسی معاملہ میں خیر خواہانہ مشورہ دیں ورنہ خیانت کے مرتكب ہوں گے۔

(۴) مشورہ دیتے وقت اس حقیقت کو سامنے رکھیں کہ میرا رب میرے دل کو دیکھ رہا ہے اور میری نیت کو اچھی طرح جانتا ہے اور میرے مشورے کو دیکھ رہا ہے کہ میں اپنے ایمان اور علم کے مطابق خلوص سے مشورہ دے رہا ہوں یا اس کے خلاف دے رہا ہوں۔

(۵) مشورہ دینا ہے لیکن اپنی رائے کو منوانا نہیں (یعنی مشورہ میں یہ درست نہیں کہ کوئی اپنی رائے کو منوانے کی کوشش کرے) جو شخص اس طرح کرتا ہے وہ مشاورت کو درہم برہم کر دیتا ہے البتہ اپنی رائے کی تائید میں دلائل پیش کرنا درست ہے۔

(۶) مشورہ میں جوبات طے ہو جائے تمام اہل شوری اس کو اپنا مشورہ، اپنی رائے اور اپنا طے شدہ فیصلہ مان لیں فیصلے کے بعد کسی کے لئے یہ درست نہیں کہ اس فیصلے کے خلاف شو شے نکالیں۔

مشورہ لینے والا فیصلہ کس طرح کرے!

کسی معاملہ کے بارے میں مشورہ لینے والے کے پاس جب مختلف قسم کی آراء اور ان سے متعلقہ دلائل اور جرح و تقدیم کی تمام تفصیلات جمع ہو جائیں تو اس پوری تفصیل میں وہ دلائل کی قوت وضعف کو بھی جان لے گا اور اس کے سامنے اس معاملہ کے بارے میں پوری حقیقت حال بھی واضح ہو جائے گی اس کے بعد جس بات پر دل مطمئن ہو جائے تو اس کے مطابق فیصلہ کرے اور اہل مجلس کو بھی اس پر مطمئن کر کے اس کام کو کر گزرے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿وَشَاوِرُهُمْ فِي الْأَمْرِ إِذَا عَزَمْتَ فَنَوَّكُلْ عَلَى اللَّهِ طَفَانَ اللَّهِ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ﴾۵۰﴾  
”اور کام میں ان سے مشورہ لیتے ہو پس جب ارادہ کرو (کسی بات کا) تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو (اور اس کام کو کر گزو) بے شک اللہ تعالیٰ اپنے اور پر بھروسہ کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔“ (آل عمران: ۱۵۹)

خلاصہ یہ کہ مشورہ لینے کے بعد صاحب مشورہ (مشورہ لینے والا امیر) کا جس بات پر دل مطمئن ہو جائے تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے وہ کام اسے کر گزنا چاہئے۔ صاحب مشورہ کے اطمینان کے بعد اس بات کی کچھ زیادہ اہمیت نہیں کہ اس نے جو رائے اختیار کی ہے وہ اکثریت کی رائے ہے یا اقلیت کی؟

نہ اکثریت بذات خود صحت اور درستگی کی دلیل ہے نہ اقلیت خطاء کی دلیل ہے البتہ اگر شوری میں عقل، تجربہ اور علم و تقویٰ کے لحاظ سے تمام شیر قریب قریب ہیں تو اکثریت میں فی الجملہ صحت کا گمان غالب ہے خصوصاً جبکہ کسی معاملہ کے بارے میں عقل، علم اور تقویٰ و تجربہ رکھنے والی مجلس مشاورت میں اختلاف

پایا جائے اور کسی ایک طرف دلائل کا وزن اور برتری سامنے نہ آئے اور کسی ایک رائے پر ان کا اتفاق مشکل نظر آئے تو ایسے اختلافات میں اگر اکثریت کی رائے کو فیصلہ کرن مانا جائے تو مصلحت کے پہلو سے یہ راه محفوظ اور مامون ہے بالخصوص اس زمانے میں جبکہ اتباع ہوا کا ذرہ ہے اور ہر کسی کو اپنی رائے پر ناز ہے اور مشورہ لینے والے (امیر) لوگ بھی اپنے اقتدار و اختیار کو حدود کے اندر استعمال کرنے والے کم ہی ہیں۔

## مجلس کے آداب کا بیان!

(۱) اپنی صحبت اور ہم نشینی کے لئے ہمیشہ نیک چلن، خدا ترس اور ایسے لوگوں کا انتخاب کرنا چاہئے جن کی صحبت سے آپ کو فائدہ پہنچے، اور بری صحبت سے احتراز کیا کریں۔

(۲) مجلس میں بیٹھنے سے قبل تمام اہل مجلس کو سلام کرنا چاہئے اور خصت ہوتے وقت بھی بشرطیکہ شرعی عذر نہ ہو مثلاً اہل مجلس تعلیم میں مشغول ہوں یا ذکر یا خطاب یا بیان سننے میں مشغول ہوں تو پھر سلام نہیں کرنا چاہئے جیسا کہ اس کی تفصیل سلام کے بیان میں گزر چکی ہے۔

(۳) مجلس میں جہاں بے تکلف جگہ ملے وہاں بیٹھنا چاہئے جمع کو چیرنے اور لوگوں کے سروں کو پھلانگتے ہوئے خواہ خواہ آگے بیٹھنے کی کوشش نہیں کرنا چاہئے کیونکہ ایسا کرنے سے ایک تو پہلے بیٹھنے والوں کو توکلیف ہوتی ہے اور دوسرے ایسا کرنے والوں میں اپنی بڑائی کا احساس پیدا ہوتا ہے۔

(۴) مجلس میں کسی کو اٹھا کر خود اس کی جگہ پر بیٹھنا درست نہیں کیونکہ اس سے اپنے کو بڑا سمجھنے اور اپنی اہمیت جتنے کا اظہار ہوتا ہے اور دوسروں کے دل میں کدو رت اور نفرت پیدا ہوتی ہے نبی کریم ﷺ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کو اس کی جگہ سے اٹھا کر خود اسی جگہ بیٹھ جائے۔

(بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

البتہ اگر خود بیٹھنے والا ایثار کر کے کسی کے لئے اپنی جگہ خالی کر دے تو اس کو اپنی نیت کے مطابق اجر و ثواب ملے گا۔

(۵) دوآدمی با ہم مل کر بیٹھے ہوئے ہوں تو ان کی اجازت کے بغیر ان کے درمیان نہ بیٹھیں شاید وہ کوئی ایسی بات کرنا چاہئے ہوں جو ان دونوں کا اندر وہی معاملہ ہو یا کوئی راز کی بات ہو یا آپ کی وجہ سے ان دونوں کی

بے تکفانہ بات چیت میں رکاوٹ پیدا ہوگی۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

(لَا تَجْلِسْ بَيْنَ إِثْنَيْنِ إِلَّا يَأْذِنُهُمَا)

”دوآدمیوں کے درمیان ان کی اجازت کے بغیر نہ بیٹھو۔“ (ابوداؤد، مشکوہ)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ:

”کسی شخص کے لئے یہ حلال نہیں کہ دو بیٹھے ہوئے آدمیوں میں ان کی اجازت کے بغیر بیٹھ کر ان کو ایک دوسرے سے الگ کر دے۔“ (ترمذی، ابوداؤد، مشکوہ)

(۲) مجلس میں آنے والوں کا احترام کرنا چاہئے مثلاً جو نیا شخص مجلس میں آئے اس کے لئے اپنی جگہ سے تھوڑا سا کھسک جانا اگرچہ مجلس میں کافی جگہ ہو لیکن پھر بھی اس کے اکرام کے لئے تھوڑا سر کرنا چاہئے اور اگر مجلس میں بیٹھنے کی گنجائش کم ہے پھر تو ضرور تھوڑا سا کھسک جانا چاہئے تاکہ اس نئے آنے والے کو بھی بیٹھنے کے لئے جگہ مل سکے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَقَسَّمُو فِي الْمَجَلِسِ فَافْسُحُوا يَفْسَحَ اللَّهُ لَكُمْ﴾

”اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلسوں میں کشادگی کرو تو تم (کھول کر) کشادگی کرو اللہ تعالیٰ تم کو کشادگی دے گا (یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری تنگیوں کو دور فرمائے گا اور تم پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دے گا)۔“ (جادلہ: ۱۱)

نبی کریم ﷺ مسجد میں تشریف فرماتھے کہ آپ کے پاس ایک شخص آئے تو آپ ﷺ اس کے لئے اپنی جگہ سے کھسک گئے اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مکان میں جگہ کافی کشادہ ہے (مطلوب یہ تھا کہ میرے لئے اپنی جگہ سے کھسک جانے کی زحمت نہ فرمائیں) آپ ﷺ نے فرمایا ”یہ مسلمان کا حق ہے کہ جب کوئی مسلمان بھائی اس کو (اپنے پاس آتا) دیکھے تو اس (کے اکرام) کے لئے اپنی جگہ سے کچھ بیٹھے۔“ (یہقی، مشکوہ)

(۷) اگر لوگ حلقہ باندھ کر بیٹھے ہوئے ہوں تو ان کے نیچ میں نہ بیٹھیں کیونکہ اس طرح بیٹھنے والا شخص اپنی مجلس کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور اپنی مجلس ایک دوسرے کو چھپی طرح نہیں دیکھ سکتیں گے اور یہ ایک سخت قسم کی بد تیزی بھی ہے کہ کوئی حلقہ باندھے ہوئے لوگوں کے سروں کو پھلانگتا ہو اور درمیان میں جا کر بیٹھ جائے۔ بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ وہ مسخر اپن کرنے کے لئے حلقہ کے نیچ میں جا کر بیٹھ جاتے ہیں اور لوگوں کو ہنساتے ہیں شاید ایسے لوگوں کے بارے میں حضرت خذیلہؑ فرماتے ہیں کہ:

(مَلُوْعُونٌ عَلَى لِسَانِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قَعْدَ وَسْطَ الْحَلَقَةِ)

”محمد ﷺ کی زبان مبارک کے ذریعے اس شخص کو ملعون قرار دیا گیا ہے جو حلقہ کے درمیان بیٹھے۔“ (ترمذی، ابو داؤد، مشکلۃ)

(۸) مجلس میں کسی شخص کے اردو گردی یا آمنے سامنے ایسے نہیں کھڑا ہونا چاہئے کہ وہ بیٹھا ہوا اور لوگ اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوں۔ تعظیم کا یہ طریقہ اسلامی مزاج کے خلاف ہے ہاں اگر اس کی خدمت کے لئے یا اور کسی کام کے لئے کھڑا ہوتا تو کوئی حرج نہیں، اسی طرح آنے والے کے اکرام کے لئے کھڑے ہونے اور اس کے استقبال کے لئے اس کے آگے جانے میں کوئی گناہ نہیں البتہ جو شخص خود یہ چاہے اور اس سے خوش ہو کر لوگ اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوں تو یہ تکبر کی نشانی ہے اور تکبر والوں کی جگہ جہنم ہے اور نبی کریم ﷺ نے بھی ایسے شخص کے بارے میں (جو اس بات سے خوش ہوتا ہو کہ لوگ اس کی تعظیم میں کھڑے رہیں) فرمایا ہے کہ اس کو حاصل ہے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔ (ترمذی، ابو داؤد، مسکلۃ)

(۹) مجلس میں کوئی ایسی بات یا کام نہ کریں جو وقار کے خلاف ہو مثلاً پاؤں پھیلایا کریا پہنڈ لیاں کھول کر نہ پیڑھیں، تھیقہ نہ لگائیں، اپنی داڑھی، انگوٹھی، گھٹری سے نہ کھلیں اور نہ ناک میں بار بار انگلی ڈال کر ناک کو صاف کریں۔ اور منہ میں پان یا کوئی چیز ڈال کر اس طرح بات نہ کریں کہ مخاطبین پر چھینٹیں اڑیں۔ اگر ناک صاف کرنے کی ضرورت ہو تو لوگوں کی زگاہ سے نجع کریا اگالدان وغیرہ استعمال کر کے اطمینان سے ناک صاف کریں۔ طعن آمیز بات اور جھگٹے والی بات سے پرہیز کریں۔ جب دوسرا بات کرے تو نہایت توجہ سے اس کی بات کو سینیں اور بات کرنے والے کوٹوں کی کوشش نہ کریں غرض ہر اس کام اور بات سے پرہیز

کریں جو وقار اور سنجیدگی کے خلاف ہو۔

(۱۰) حتی الوع کوشش کریں کہ سنتی کا اظہار نہ ہو مثلاً حتی الوع بھائی کو روک لینا اور انگلیوں کو چٹانے سے احتراز کرنا اور انگڑا ایساں لینے جیسی چیزوں سے اپنے آپ کو روکنے کی کوشش کرنا۔

(۱۱) شرکاء مجلس میں کوئی شخص کسی ضرورت کے لئے اٹھ کر جائے تو اس کی جگہ پر قضاۃ نہیں کرنا چاہئے کیونکہ وہ اس جگہ پر پہلے قابض ہو چکا تھا اور اس کا یقین عارضی طور پر اٹھ جانے سے ختم نہیں ہو گا البتہ اگر یہ معلوم ہو جائے کہ اب وہ شخص واپس نہیں آئے گا تو پھر بتے تکلف اس جگہ بیٹھ سکتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اپنی جگہ سے (کسی ضرورت سے) اٹھا اور پھر واپس آگیا تو اس جگہ کا وہی شخص زیادہ حقدار ہے۔ (مسلم، مشکوٰۃ)

(۱۲) دوسرے لوگوں کو بھی اور صدر مجلس بھی کو چاہئے کہ وہ اگر کسی ضرورت سے مجلس سے اٹھے اور پھر واپس آنے کا خیال ہو تو اٹھتے وقت کوئی چیز جیسے چادر یا رومال اپنی جگہ پر رکھ جائے تاکہ یہ معلوم ہو کہ یہ جگہ رکھی ہوئی ہے اور وہ مجلس میں واپس آنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ نبی کریم ﷺ جب مجلس سے اٹھ کر واپس آنے کا ارادہ کھتے تھے تو اپنی کوئی چیز اپنی جگہ پر چھوڑ جاتے تھے جس سے صحابہ کرام رض یہ جان لیتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وس علیہ مجلس میں پھر واپس آئیں گے اس لئے صحابہ کرام رض اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہتے۔ (دیکھئے مشکوٰۃ: بات القیام بحوالہ ترمذی، ابو داؤد)

(۱۳) مجلس میں کسی امتیازی جگہ پر بیٹھنے کی کوشش نہ کیجئے کسی کے بیہاں جائیں تو وہاں پر اس کی خاص جگہ پر از خود نہ بیٹھیں ہاں اگر وہ خود ہی اصرار کرے تو پھر وہاں بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں اسی طرح اگر خاص جگہ آپ کے لئے ہی بنائی گئی ہے تو بھی اس جگہ پر از خود نہیں بیٹھنا چاہئے بلکہ جب منتظمین مجلس یا میزبان وہاں بیٹھنے کو کہے تو پھر اس جگہ بیٹھیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ: ”اپنے بھائی کی معزز جگہ پر اس کی اجازت کے بغیر کوئی نہ بیٹھے۔“ (ابواب الاستیزان: باب جاءء فی الاتکاء)

(۱۴) مجلس میں اگر راز کی کوئی بات معلوم ہو تو اسے راز ہی میں رکھے۔ مجلس کا حق یہ ہے کہ اس کے رازوں کی حفاظت کی جائے البتہ اگر کسی پاک دامن کی آبرو یا کسی کے مال پر حملہ یا اسلام اور مسلمانوں کے خلاف

كَلْمَانْ كَلْمَانْ كَلْمَانْ كَلْمَانْ كَلْمَانْ كَلْمَانْ

کوئی خفیہ سازش ہوری ہونو بس کے معنی یہ سازش ہوری ہے اس کو مطلع کر دینا چاہئے تاکہ وہ اس سازش کے شر اور ضرر سے اپنی حفاظت کا سامان کر لے۔

حضرت جابر بن عبد الله رضي الله عنه سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”مجلس امانت کے ساتھ ہیں (یعنی کسی مجلس میں رازداری کے ساتھ جو مشورہ یا فیصلہ ہوا ہل مجلس امانت سمجھ کر اس کو راز میں رکھیں) لیکن تین باتیں اس سے مستثنی ہیں: ایک وہ جس کا تعلق کسی کے ناحق خون کی سازش کے ساتھ ہو۔ دوسرے وہ جس کا تعلق کسی کی عصمت اور عزت لوٹنے کے ساتھ ہو۔ اور تیسرا وہ جس کا تعلق بغیر کسی حق کے کسی کامال چھیننے سے ہو۔“ (ابوداؤد، مشکلاۃ)

(۱۵) اگر تین آدمیوں کی مجلس ہے تو ان میں سے دو آدمیوں کے لئے یہ درست نہیں کہ وہ ایک سے علیحدہ ہو کر کوئی راز کی بات کریں کیونکہ ایسی سرگوشی میں تیرے شخص کو یہ خیال ہو گا کہ انہوں نے مجھے اس راز کے قابل نہیں سمجھا وسرے اس کو یہ بدگمانی بھی ہو سکتی ہے کہ وہ شاید میرے ہی متعلق کچھ کہہ رہے ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رض سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”جب تم تین ہوتو دو آدمی اپنے تیرے ساتھی سے الگ ہو کر سرگوشی نہ کریں کیونکہ یہ سرگوشی اسے غمزدہ کر دے گی۔“ (مسلم: کتاب السلام / ۲۱۹)

اگر کوئی سرگوشی اس طرح ہے جس کے متعلق تیرے شخص کو کوئی شبہ اور خطرہ محسوس نہیں ہو سکتا تو پھر ایسی سرگوشی میں مضائقہ نہیں۔

(۱۶) مجلس میں چھینک آئے یا جماں یا کھانسی آئے تو منہ پر کوئی کپڑا، مال یا ہاتھ رکھنا چاہئے اور پست آواز سے چھینکنے کی کوشش کرنا چاہئے چھینکنے والا "الْحَمْدُ لِلّٰهِ" کہے اور اہل مجلس "يَرْحَمُكَ اللّٰهُ" کہیں بہتر یہ ہے کہ چھینکنے والا جواب میں یہ کہے "يَهُدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالْكُمْ"

حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو اسے چاہئے کہ ”الْحَمْدُ لِلّٰهِ“ اور اس کا جو مسلمان بھائی (اس کے پاس) ہو وہ کہے ”يَرَحْمُكَ اللّٰهُ“، تم پر اللہ تعالیٰ رحم کرے۔ (اور یہ چھینک تھا رے لئے خیر و برکت کا ذریعہ بنے گی) اور جب یہ بھائی ”يَرَحْمُكَ اللّٰهُ“ کہے تو چھینکنے والے کو چاہئے کہ اس کے جواب میں یہ کہے ”يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالْكُمْ“، اللہ تعالیٰ

تمہیں ہدایت سے نوازے اور تمہارے تمام احوال درست فرمائے۔” (صحیح بخاری، مشکوٰۃ)  
اگر تین بار سے زائد اور کثرت سے بار بار چھینک آئے تو اس صورت میں ہر دفعہ ”بِرَحْمَةِ اللَّهِ“  
کہنا ضروری نہیں۔ (ابوداؤد، ترمذی، مشکوٰۃ)

نیز جو چھینکے والا ”بِرَحْمَةِ اللَّهِ“ نہ کہے تو وہ جواب کا مستحق نہیں۔

یا جس نے ”الحمد لله“ کہا لیکن کسی نے سانہیں تو ایسی صورت میں جواب کا مستحق نہیں کیونکہ  
جواب کا مستحق وہ اس وقت ہے جبکہ اس کے ”الحمد لله“ کہنے کو کوئی سن لے تو اب دوسرے کے لئے  
جواب دینا ضروری ہو جاتا ہے۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

(۱۷) راستوں میں نہیں بیٹھنا چاہئے کیونکہ وقار کے خلاف ہے لیکن اگر ضرورت مجبور کرے تو راستے کا حق  
ادا کیا کریں اور نبی کریم ﷺ نے ہمیں اس کے متعلق یہ ہدایت فرمائی ہے کہ نگاہ کو پنجی رکھیں اور نظر وہ کی  
حافظت کریں۔ اور ضرر رسائی چیزوں کو راستے سے دور کریں (اور راستے میں کسی قسم کی رکاوٹ کھڑی نہ  
کریں)۔ سلام کا جواب دیں، نیکی کا حکم کریں اور بری باتوں سے روکیں، بھولے اور بھلکلے ہوؤں کو راستہ  
وکھلا میں اور اس شخص کی مدد کریں جو بوجھ لادے ہوئے ہوں (اور مظلوم کی فریاد رسی کریں)۔ (دیکھئے مشکوٰۃ  
باب السلام بحوالہ بخاری، مسلم، ابوداؤد، شرح السنۃ)

(۱۸) ایک وقت میں ایک شخص سے بولنا چاہئے اور ہر شخص کی بات کو غور سے سننا چاہئے اور صدر مجلس کو چاہئے  
کہ گفتگو کے دوران سارے حاضرین کی طرف توجہ کھلے دائیں بائیں رخ پھیر کر بات کرنی چاہئے۔

(۱۹) مجلس کسی خاص موضوع اور بات کے لئے منعقد ہوئی ہو تو جب تک اس کے بارے میں کچھ طے  
نہ ہو جائے تو دوسرا موضوع نہ پھیٹرا جائے اور نہ دوسروں کی بات کاٹ کر اپنی بات شروع کریں اگر کوئی ایسی  
ضرورت پیش آجائے کہ آپ کے لئے فوری بولنا ضروری ہے تو بولنے والے سے پہلے اجازت لینی  
چاہئے۔

(۲۰) مجلس میں بیٹھ کر اس طرح آپس میں کاناپھوتی نہیں کرنی چاہئے کہ دوسرے حاضرین یہ سمجھیں کہ آپ  
ان کے متعلق کچھ کہہ رہے ہیں۔ منافقوں کی اس طرح سرگوشی کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّمَا النَّجْوَى مِنَ الشَّيْطَنِ لِيُحَرِّكَ الَّذِينَ أَمْنُوا﴾

”(منافقین کی) یہ کاپھوسی تو صرف شیطانی بات ہے (یعنی یہ شیطانی کام شیطان ہی ان سے کرا رہا ہے) تاکہ وہ ایمان والوں کو رنجیدہ کر دے۔“ (سورۃ الحجادۃ: ۱۰)

(۲۱) مجلس میں جو کچھ کہنا ہے صدر مجلس (مثلاً شیخ یا استاد) سے اجازت لے کر کہیں نفتگو اور سوال و جواب میں ایسا انداز اختیار نہ کریں کہ آپ ہی صدر مجلس معلوم ہونے لگیں یہ خود نمائی بھی ہے اور صدر مجلس کے ساتھ زیادتی بھی ہے۔

(۲۲) استاد اور شیخ جب مجلس سے اٹھ جائے تب اہل مجلس کو اٹھنا چاہئے یا اس وقت مجلس سے منتشر ہونا چاہئے جب خود صدر مجلس فرمائے کہ مجلس ختم ہوئی آپ اپنی اپنی جگہوں پر چلے جائیں اور یہ طرزِ عمل وقار کے خلاف ہے کہ صدر مجلس تو بیٹھا رہے اور دوسرے لوگ مجلس سے منتشر ہو جائیں۔

حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے ساتھ مسجد میں تشریف فرمائے تھے اور ہم سے بتیں فرماتے تھے پھر جب آپ (جانے کے لئے) اٹھتے تو ہم بھی کھڑے ہو جاتے اور اس وقت تک کھڑے رہتے جبکہ ہم دیکھ لیتے کہ ازواج مطہرات کے گھروں میں سے کسی کے گھر میں آپ داخل ہو گئے۔ (بیہقی، مشکوٰۃ: باب القیام)

صحابہ کرام رض کا یہ کھڑا ہو جانا مجلس کے برخاست ہو جانے کی وجہ سے ہوتا ہا اس کے بعد چونکہ خود اہل مجلس اپنے اپنے ٹھکانوں پر بھی جانے والے ہوتے تھا اس لئے نبی کریم صل مجلس کے برخاست ہو جانے اور اس کے بعد کھڑے ہونے کو گوارا فرمایتے تھے ورنہ نبی کریم صل اپنے لئے تعظیمی قیام کو ناپسند فرماتے تھے۔ یہ بھی یاد رہے کہ ازواج مطہرات کے گھر مسجد کے ساتھ لگے ہوئے تھے اور صحابہ کرام رض انتظار میں اس لئے کھڑے ہو جاتے تھے کہ شاید آپ کسی کام کے لئے فرمائیں گے یا یہ امید ہوتی تھی کہ آپ صل شاید دوبارہ تشریف لائیں گے اور مجلس برقرار رہے گی لیکن جب امید ختم ہو جاتی تو صحابہ کرام رض منتشر ہو جاتے تھے۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَإِذْ أُقِيلَ أُنْشُرُوا فَأَنْشُرُوا﴾

”اور جب (صاحب مجلس کی طرف سے) کہا جائے کہ اٹھ جاؤ تو تم اٹھ جاؤ۔“ (المجادلة: ۱۱)

اللہ تعالیٰ کے اس حکم کا تعلق فرد سے بھی ہے اور اجتماع سے بھی (مطلوب یہ ہے کہ اگر پوری مجلس کو کہا جائے کہ اب آپ تشریف لے جائیں تو اہل مجلس کو فوراً چلے جانا چاہئے اور خواہ مخواہ بلا وجہہ دھرنانہ لگائیں کیونکہ بعض اوقات اہل خانہ کو اور منتظمین مجلس کو اس سے بڑی تکلیف ہوتی ہے۔) نیز اگر امیر مجلس یا اس کی طرف سے مقرر کردہ منتظمین کسی کو کسی جگہ سے اٹھ جانے کے لئے کہیں تو مجلس کے آداب میں سے یہ ہے کہ وہ ان سے مراجحت نہ کرے بلکہ خوشی کے ساتھ اپنی جگہ سے اٹھ جائے البتہ امیر مجلس کے لئے یہ لازم ہے کہ طریقہ ایسا اختیار کریں کہ جس کو اٹھایا جاتا ہے اس کی تحریر و تذییل نہ ہو اور نہ وہ اپنی خفت اور ذلت محسوس کرے۔ یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ آنے والے کے لئے یہ درست نہیں کہ وہ اپنے لئے کسی کو اس کی جگہ سے اٹھائے اور وہاں خود بیٹھ جائے البتہ امیر مجلس اور منتظمین کے لئے بعض حالات میں یہ درست ہے کہ وہ مہمانوں کے اکرام و اعزاز میں اپنے بے تکلف دوستوں اور شاگردوں کو جگہ خالی کرنے کے لئے کہیں اور ان کو بھی چاہئے کہ وہ خوشی کے ساتھ اپنی جگہ کو مہمانوں کے لئے خالی کر دیں۔

(۲۳) آپ کی کوئی مجلس ایسی نہیں ہونی چاہئے جو ذکر اللہ اور ذکر آخرت سے خالی ہو مجلس سے اٹھنے کے وقت یہ دعا پڑھ لجئے:

(سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ اسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوْبُ إِلَيْكَ)

حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا جو شخص کسی جگہ بیٹھا اور اس نشست میں اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کیا تو یہ مجلس اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑی حرمت اور خسران کا باعث ہوگی۔ (ابوداؤد: کتاب الادب)

نیز حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آله و سلیمان نے فرمایا جو قوم بھی کسی مجلس سے اٹھے اور انہوں نے اس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کیا تو وہ ایک قسم کے مردار گدھے (کے کھانے) سے اٹھی اور (قیامت کے دن) ان پر حرمت ہوگی (یعنی قیامت کے دن وہ افسوس کریں گے)۔ (ابوداؤد: کتاب الادب)

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا چند کلمات ہیں اگر کوئی بندہ کسی مجلس سے اٹھتے وقت تین بار کہہ لے تو وہ اس کی مجلس کی ساری لغزشوں کا کفارہ ہو جائیں گے اور اگر یہی کلے کسی مجلس خیر یا مجلس ذکر کے خاتمے پر کہے جائیں تو اس مجلس رومنداد کے نوٹھہ پر ان کلمات کی مہر اس طرح لگادی جاتی ہے جس طرح اہم کاغذات اور دستاویزات پر مہر لگادی جاتی ہے وہ کلے یہ ہیں:

(سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ اسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ)

”اے اللہ! میں تیری حمد کے ساتھ تیری پاکی بیان کرتا ہوں تیرے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں (صرف تو معبد برحق ہے) میں اپنے گناہوں کی بخشش تجھ سے مانگتا ہوں اور تیرے حضور میں توبہ کرتا ہوں۔“ (ابوداؤد: کتاب الادب)

اس مضمون کے قریب قریب نسائی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی نقل کیا ہے۔ (مشکوٰۃ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”جو شخص کسی مجلس میں بیٹھا جس میں اس سے بہت سی قابل گرفت باتیں سرزد ہوئیں مگر اس نے مجلس سے اٹھتے وقت کہا:

(سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ اسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ)

”اے اللہ تعالیٰ! میں تیری حمد کے ساتھ تیری پاکی بیان کرتا ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں صرف تو ہی معبد برحق ہے) اور میں اپنے گناہوں کی تجھ سے بخشش مانگتا ہوں اور تیرے حضور میں توبہ کرتا ہوں) تو اللہ تعالیٰ اس کی تمام لغزشوں کو معاف کر دے گا جو اس سے سرزد ہوئیں۔ نبی کریم ﷺ خود بھی مجلس سے اٹھتے وقت یہی مذکورہ دعا پڑھتے تھے۔ (دیکھئے ابو داؤد: الادب

باب کفارہ مجلس)

## بات چیت کے آداب!

بات چیت کے آداب یہ ہیں۔

(۱) ہمیشہ حق بولنا جھوٹ سے پرہیز کرنا، غیبت نہ کرے، کسی پر بہتان نہ لگائے، گالی گلوچ اور گندی

باتوں سے غرض ہر قسم کی نافرمانی سے پرہیز کیا جائے۔ نیز ہر ایسی بات سے پرہیز کرنا جس کی وجہ سے دو مسلمانوں کے درمیان نزاع اور جگہڑا پیدا ہوا اگرچہ بات سچی ہو، مثلاً ازید نے عامر کے خلاف کوئی بات کی تو وہ بات اس تک پہنچانا یہ چغلی ہے جس کے بارے میں سخت وعدید آئی ہے۔ (جھوٹ، غیبت، گالی گلوچ اور چغلی کے بارے میں تفصیلی مضمایں پہلے گزر چکے ہیں ایمانی صفات میں پڑھ لجئے۔)

خلاصہ یہ کہ انسان کو چاہئے کہ اپنی زبان کو قابو میں رکھے گفتگو کے دوران کوئی غیر مناسب بات منہ سے نہ نکالے اور یہ یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ہر سو سے وحیاں کو جانتا ہے اور ہربات کو سنتا ہے اور میرے دائیں، بائیں دو فرشتے مقرر ہیں جو میرے ہر عمل اور زبان سے نکلنے والی ہربات کو لکھتے رہتے ہیں۔  
چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسِّعُ بِهِ نَفْسُهُ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ۝۵۰ إِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيْنَ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدَ ۝۵۰ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدُّهُ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ۝۵۰﴾ (سورہ ق: ۱۶-۱۷)

”اور بے شک ہم نے ہی انسان کو پیدا کیا اور ہم (خوب) جانتے ہیں ان وسوسوں (اور خیالات) کو جو اس کے دل میں گزرتے ہیں اور ہم اس کی شہرگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں (اس کے علاوہ) جبکہ (اس کے اعمال اور اقوال کو لے لیتے) دو لینے والے (فرشتے ان میں ایک) دائیں جانب اور (دوسرے) بائیں جانب بیٹھا ہوتا ہے وہ زبان سے کوئی لفظ نہیں نکالتا مگر اس کے پاس ایک مستعد نگران (لکھنے اور ریکارڈ کرنے کے لئے) موجود رہتا ہے۔“

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص اس غلط فہمی میں نہ رہے کہ کسی شخص کا کوئی قول فعل اور کوئی حرکت مجھ سے چھپ سکتی ہے اگر میرا بندہ مجھے نہیں دیکھ رہا تو میں اس کو دیکھ رہا ہوں اور میں ہر شخص سے اس کی رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہوں۔ میرے علم و قدرت نے ہر شخص کو ہر طرف سے اور ہر پہلو سے گھیر رکھا ہے، اس کا ظاہر و باطن ہر لمحہ میری نگاہوں میں ہے اور میں بذات خود ہر شخص کے وساوں اور خیالات تک سے اچھی طرح باخبر ہوں کسی کا کوئی قول فعل اور کوئی خیال، وسوسہ مجھ سے مخفی نہیں اس کے باوجود

اللہ عز وجل نارا ض ہو بلکہ وہ ہر غیر پسندیدہ خیال سے بھی پرہیز کرے گا۔

(۲) بات صاف اور سیدھی کرنی چاہئے گوں مول بات نہیں کرنی چاہئے۔

(۳) فضول بات نہ کرنا اور ضرورت کے مطابق بات کرنا۔ ہر وقت اور بے موقع باتیں کرنا وقار اور سنجیدگی کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ فلاخ پانے والوں کی صفات میں فرماتے ہیں:

{وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ الْلَّغُو مُعْرِضُونَ ٥٠}

”اور جو فضول باتوں (اور کاموں) سے اعراض کرنے والے ہیں۔“ (سورۃ المؤمنون: آیت ۳)

(۲) بات متوسط آواز سے اور مسکراتے ہوئے لمحے میں کرنی چاہئے۔ (اس کی پوری تفصیل ایمانی صفات نامی کتاب میں کتاب الاخلاق کے اندر نرم خوبی اور خوش کلامی کے بیان میں موجود ہے۔)

(۵) عورت کو چاہئے کہ غیر محرم کے ساتھ اگر بات کرنے کی ضرورت پڑے تو صاف اور سیدھے الفاظ میں اور کسی قدر خشک انداز سے بات کرے۔ نرم لہجہ میں ایسی ملائم بات نہ کرے جس سے مخاطب کے دل میں کوئی بد خیال اور لامتحب پیدا ہو جائے۔ (دیکھئے سورہ احزاب: ۳۲)

(۲) باتوں میں کسی کوتکلیف نہ پہنچانا مثلًاً کسی کوستا نے کے لئے کوئی بات کرنا یا کسی کامڈا ق اڑانا وغیرہ۔  
(دیکھئے سورۃ الحجرات: ۱۱)

(۷) جاہل ضدی اور جذباتی لوگ اگر باتوں میں الجھانا چاہیں تو مناسب انداز میں سلام کر کے وہاں سے رخصت ہونا۔ (سورۃ الفرقان: ۶۳)

(۸) دو آدمی بات کر رہے ہوں تو اجازت لئے بغیر دخل نہیں دینا چاہئے اور نہ کسی کی بات کاٹ کر بولنے کی

کوشش کریں اگر بولنا ضروری ہو تو اجازت لے کر بولیں جیسا کہ اس کا بیان آداب مجلس میں گزر چکا ہے۔

(۹) کوئی کچھ پوچھنے تو پہلے غور سے اس کا سوال سن لیجئے پھر خوب سوچ کر جواب دیجئے۔

(۱۰) جس سے بات کریں تو اس کی عمر، مرتبے اور اس سے اپنے تعلق کا لحاظ رکھتے ہوئے بات کیجئے مثلاً باپ، دادا اور دوسرے بڑوں کے ساتھ دوستوں کی طرح گفتگونہ کیجئے اور نہ ان کے سامنے بلا ضرورت بلند آواز کے ساتھ بولیں۔

(۱۱) ٹھہر ٹھہر کر صاف انداز میں بات کریں اور مخاطب کے ذہن اور عقل کے مطابق بات کر کے اس کو سمجھانے کی کوشش کریں۔ (دیکھئے ابو داؤد: کتاب الادب باب الهدی فی الكلام نیز دیکھئے ابو داؤد:

كتاب العلم بباب تكرير الحديث و بباب في سرد الحديث)

(۱۲) اگر چند لوگوں کے سامنے کوئی بات کہنی ہو تو صرف ایک ہی شخص کی طرف متوجہ نہ ہو بلکہ وقفے و قفے سے ہر ایک کی طرف التفات کرنا چاہئے کہ دوسروں کو عدم التفات کی شکایت پیدا نہ ہو۔ (الادب المفر

للبخاری رحمة الله عليه باب اذا حديث الرجل لا يقبل على واحد)

(۱۳) ہمیشہ مختصر اور سادہ الفاظ میں مطلب کی بات کیجئے بلا وجہ گفتگو کو طول دینا مناسب نہیں گفتگو یا تقریر سے بعض اوقات حق کی تبلیغ مقصود نہیں ہوتی بلکہ اپنی شہرت مقصود ہوتی ہے اور بعض اوقات اس کے ذریعے لوگوں کو اپنا گرویدہ بنایا جاتا ہے ان اغراض کے حاصل کرنے کے لئے لوگ نہایت مسیح، مشقی اور تکلف ایمیز تقریر کرتے ہیں، گفتگو اور بیان کو طول دیتے ہیں اور چباچبا کے باتیں کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ان تمام باتوں کو ناپسندیدہ بتایا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(إِنَّ اللَّهَ يُيَغْضِبُ الْبَلِيْغَ مِنَ الرِّجَالِ الَّذِيْ يَتَخَلَّ بِلِسَانِهِ كَمَا يَتَخَلَّ الْبَقَرَةُ بِلِسَانِهَا)

”بے شک اللہ تعالیٰ ایسے فصح و بلیغ شخص کو مبغوض رکھتا ہے جو اپنی زبان کو اس طرح توڑ مرور

(اور چباچبا) کر باتیں کرے جس طرح گائے اپنی زبان سے گھاس توڑ مرور کر کھاتی ہے۔“ (ترمذی،

ابو داؤد، مشکلۃ باب البیان)

حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وس علیہ الرحمۃ الرحمیۃ نے فرمایا کہ جو شخص اسلوب کلام میں رد و بدل کو اس لئے سیکھتا ہے کہ وہ اس کے ذریعے لوگوں کے دلوں پر قابو پالے (اور ان کو اپنا گرویدہ بنالے) اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ اس کے نفل قبول کرے گا اور نہ فرض۔ (ابوداؤد، مشکوہ: باب البیان)

ایک بار ایک شخص نے بہت طویل گفتگو یا لمبی تقریر کی تو حضرت عمر و بن العاص رض نے فرمایا اگر وہ میانہ روی اختیار کرتا تو اس کے لئے زیادہ بہتر ہوتا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وس علیہ الرحمۃ الرحمیۃ سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وس علیہ الرحمۃ الرحمیۃ نے ارشاد فرمایا کہ: ”میں مناسب سمجھتا ہوں یا آپ صلی اللہ علیہ وس علیہ الرحمۃ الرحمیۃ نے یوں فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہے کہ میں بات کرنے میں اختصار سے کام لوں کیونکہ اختصار ہی بہتر ہے۔“ (ابوداؤد: باب البیان والشعر) تجربہ شاہد ہے کہ بہت لمبی بات اور تقریر سے لوگ اکتا جاتے ہیں بلکہ بعض اوقات کسی تقریر اور وعظ کو سشنے والے شروع میں بہت اچھا اثر لیتے ہیں لیکن جب بات حد سے زیادہ لمبی ہو جاتی ہے تو لوگ اکتا جاتے ہیں اور وہ اثر بھی زائل ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وس علیہ الرحمۃ الرحمیۃ کی سچی اتباع نصیب فرمائے۔ آمین

## چلنے پھرنے کے آداب!

(۱) راستے میں خاکساری اور وقار کے ساتھ درمیانی رفتار سے چلیں۔ منتکبوں کی طرح اکڑ کر اور اتر کرنے چلیں نیز تیز رفتاری میں بھی کوئی حرجنہیں مگر بغیر ضرورت بھاگیں، دوڑیں نہیں اور نہ اتنا آہستہ آہستہ چلیں کہ لوگ یا مار سمجھنے لگیں اور ٹخنوں سے پائچا مامہ اونچا کر کے چلیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَعِنَادُ الرَّحْمَنِ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هُوَنَا﴾

”اور رحمن کے (خاص اور محبوب) بندے وہ ہیں جو زمین پر اگساری (سکون اور وقار کے ساتھ چلتے ہیں)۔“ (فرقان: ۶۳)

دوسری جگہ فرمایا کہ:

﴿وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحَاطاً إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ﴾

”اور زمین میں اکڑ کرنے چل بے شک اللہ تعالیٰ کسی اکڑ نے اور فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔“ (لقمان: ۱۸)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس شخص کی طرف (رحمت کی نظر سے) نہیں دیکھے گا جو اپنا ازار (یعنی شلوار اور تہبند) کو غرور و تکبر سے نیچے لٹکائے۔“ (بخاری، مسلم، مشکلہ: کتاب اللباس)  
 (۲) قدم اٹھا کر چلیں، پاؤں گھسیٹ کرنے چلیں، پاؤں گھسیٹ کر چلنا مردانہ چال سے مطابقت نہیں رکھتا۔  
 نبی کریم ﷺ جب چلتے تو قدموں کو قوت سے اٹھاتے گویا کہ آپ ﷺ پستی میں اتر رہے ہیں۔  
 (شامل ترمذی)

(۳) نظروں کی حفاظت کرتے ہوئے چلیں، ادھر ادھر جھانک کرنے دیکھیں اگر کسی مرد کی عورت پر یا حسین لڑکے پر نظر پڑے یا عورت کی مرد پر نظر پڑے تو فوراً اپنی نظروں کو نیچے کر لیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے ہمیں یہی حکم فرمایا ہے۔ (جیسا کہ اس کا تفصیلی بیان پرداہ اور نظر کی حفاظت میں گزر چکا ہے۔۱)  
 (۴) اگر آپ کے دل میں لاچ پیدا ہو جائے تو نظر اٹھانے سے سخت پرہیز کریں اور اپنے حقیقی محبوب اللہ تعالیٰ سے اتباً اور دعا کریں کہ یا اللہ مجھے اس کی آزمائش اور فتنے سے بچائیے مثلاً اگر وہ عورت ہے تو  
 عربی میں یوں دعا نگیں:

(اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ النِّسَاءِ)

”اے اللہ! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں عورتوں کی آزمائش اور فتنے سے۔“

عربی کے الفاظ ضروری نہیں جس زبان میں مانگیں مانگ سکتے ہیں البتہ اس بات کا خیال رکھیں کہ دل کی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہوا پنی عاجزی، محتاجی اور بے بُسی کو سامنے رکھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا نگیں۔  
 (۵) عورتوں کو چاہئے کہ وہ گھروں میں رہیں اور بلا کسی شدید ضرورت کے راستوں میں نہ چلیں ۲ اور جو عورت کسی ضرورت کے تحت راستے پر چلنا چاہے تو وہ بنجنے والے زیورات پہن کرنے پلے یا پھر دبے پاؤں چلے تاکہ جاتے وقت جھنکار پیدا نہ ہو ۳ نیز عورت کو چاہئے کہ تیرخوش بولگا کر گھر سے باہر نہ نکلے کیونکہ اس

۱ دیکھئے قرآن مجید سورہ نور: نمبر: ۳۰ اور مشکلہ: کتاب النکاح: باب النظر الی المخطوبة وبيان العورات. ۲ دیکھئے سورہ

احزاب: ۳۳۔ ۳ دیکھئے سورہ نور: ۳۱

کی وجہ سے لوگوں میں اس کی طرف میلان پیدا ہوتا ہے اور اس سے لوگوں کے دلوں یہ خیال بھی پیدا ہو گا کہ یہ عورت لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنا چاہتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ عورت جب کسی ضرورت کے لئے نکلے تو برقعہ یا بھی چادر سے اپنے جسم، اپنے لباس اور زیب وزینت کی ہر چیز کو خوب اچھی طرح ڈھانپ لے اور اسی چال اختیار کرے جس کی وجہ سے لوگوں کی توجہ اس کی طرف نہ ہو اکرے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "لَعَنَ اللَّهِ النَّاطِرُو الْمُنْظُورُ إِلَيْهِ" ، اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اس پر جو (قصد) بلاعذر کسی اجنبی عورت یا مرد کی طرف) دیکھے اور اس پر بھی جس کی طرف دیکھا جاتا ہے (یعنی وہ عورت قصد آپنے آپ کو اجنبی لوگوں کو دکھائے اور ان کو اپنی طرف مائل کرے)۔ (بیہقی، مشکوہ)

(۶) عورتیں اور مرد ایک ساتھ اکٹھے مل جلنے چلیں بلکہ عورتیں ایک طرف ہو کر راستے کے کنارے، کنارے پر چلیں اور مردوں کو چاہئے کہ وہ ان سے فجح کر چلیں۔ (ابوداؤد، بیہقی دیکھئے مشکوہ: باب الحجوس والنوم والمشی)

(۷) لوگوں کو سلام کیا کریں۔ سلام کے آداب اور احکامات سلام کے بیان میں پڑھ لیجئے۔

(۸) راستے میں لوگوں کے لئے رکاوٹ نہ بنیں مثلا درمیان راستے میں نہ چلیں کہ اس سے آپ گاڑیوں کے لئے رکاوٹ بن جائیں گے تنگ لگی اور مسجد کے دروازوں میں اس طرح کھڑے نہ ہوں کہ دوسروں کے لئے جانے کا راستہ بند کر دیں۔ بہتر یہ ہے کہ سید ہے (یعنی دائیں) ہاتھ چلیں بشرطیکہ اس طرح چلنے میں کوئی دشواری نہ ہو ورنہ جس طرح سہولت ہو اسی طرف چلیں۔

(۹) راستے سے ضرر سماں چیز کو دور کیا کریں جیسا کہ کافی رکاوٹ ڈالنے والے پتھر، کیلے کا چھکا جس سے چلنے والوں کو تکلیف پہنچتی ہو۔ ایسی چیزوں کو راستے سے ہٹانا ہمدردی اور کاراثواب ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اسے ایمان کی شاخوں میں سے ایک شاخ بتالیا ہے۔ (دیکھئے بخاری، مسلم، مشکوہ: کتاب الایمان) اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جو شخص راستے میں سے پتھر کو ہٹائے تو اس کے لئے ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور جس کے لئے نیکی لکھی جاتی ہے تو وہ جنت میں داخل ہو گا۔ (رواہ الطبرانی فی الکبیر، ترغیب: ج ۳ ص ۲۱۹)

۱۔ دیکھئے سورہ احزاب: ۵۹۔ دیکھئے سورہ نور: ۳۱۔

نیز آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک شخص راستے میں چل رہا تھا اس نے ایک کانٹا دار شاخ کو راستے میں پڑا ہوا پایا اس نے اسے راستے سے ہٹایا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے عمل کو قبول کیا اور اس کی مغفرت فرمائی۔ (بخاری، مسلم، ترغیب: ۲۰/۳)

ایک دن آپ ﷺ نے فرمایا کہ تکلیف دہ چیز کو راستے سے ہٹانا صدقہ ہے۔ (بخاری، مسلم تفصیل کے لئے دیکھئے ترغیب: ۶۱۵ تا ۶۲۱)

(۱۰) دونوں جوتے اتار کر چلیں اگر ایک جوتا کم ہو گیا یا بھٹ گیا تو ایک پاؤں نگاہ اور ایک پاؤں میں جوتا پہن کر چلانا سنجیدگی اور وقار کے خلاف ہے ایسی صورت میں دونوں پاؤں نگے کر کے چلیں البتہ گھر کے اندر اگر ایک جوتے میں چند قدم چلیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

”تم میں سے کوئی شخص ایک پاؤں میں جوتا پہن کرنے چلے یادوں پاؤں نگے ہوں یادوں پاؤں میں جوتے ہوں۔“ (بخاری، مسلم)

اور ایک روایت میں ہے کہ جب کسی شخص کی جوتی کا تسمہ ٹوٹ جائے تو ایک ہی جوتی میں نہ چلے (بلکہ دوسرے جوتے کو بھی اتار لے) یہاں تک کہ اس جوتی کا تسمہ درست کر لے۔ (مسلم تفصیل کے لئے دیکھئے مشکلۃ: باب الفتال)

## کھانے پینے کے آداب!

(۱) ہمیشہ پاک چیزیں کھا لیا کریں اور حرام سے پر ہیز کریں (یعنی کوئی ایسی چیز نہ کھائیں اور نہ پینیں جو ناپاک ہو جیسے مردار گوشت اور شراب) اور نہ ہی ایسی حلال چیزوں کو کھائیں، پہنیں جو حرام ذرائع سے حاصل کر کے حرام بنادی گئی ہوں جیسے چوری، ڈاکے کا مال کا کھانا یا سود، سطہ کی کمائی سے خریدی ہوئیں چیزوں کا کھانا پینا۔

(۲) کھانے، پینے کے لئے سونے اور چاندی کے برتنوں کا استعمال نہ کریں جیسا کہ اس کا بیان لباس کے بیان میں گزر چکا ہے ایمانی صفات میں کھانے، پینے کے لئے سونے، چاندی کے برتنوں کا استعمال مرد،

عورت دونوں کے لئے حرام ہے اور جو شخص سونے یا چاندی میں کھاتا پیتا ہے تو گویا وہ جہنم کی آگ اپنے پیٹ میں داخل کر رہا ہے۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم دیکھئے مشکوٰۃ: سِکَّانُ الْأَطْعَمَةِ بَابُ الْأَسْرِيَةِ الفصل الاول) (۳) پاکی اور صفائی کا خیال رکھنا۔

یعنی دستِ خوان پاک اور صاف سترہ اہونا چاہئے۔ کھانے، پینے کی چیزوں کو ڈھانک کر رکھنا چاہئے تاکہ ان میں گرد و غبار یا کوئی کیڑا مکوڑا نہ پڑ جائے۔ کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ، منہ دھونا اور کھانے کے بعد ہاتھ دھو کر کسی چیز سے ہاتھ صاف کرنا اور خشک کرنا۔ دانتوں میں خلال بھی کرنا چاہئے تاکہ منه پاک و صاف رہے۔ حضرت سلمان فارسی رض کی روایت میں ہے کہ بنی کریم رض نے فرمایا کھانے سے پہلے اور اس کے بعد ہاتھ اور منه کا دھونا باعث برکت ہے۔ (ترمذی، ابو داؤد، مشکوٰۃ: کتاب الاطعمة)

حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وس علیہ الرحمۃ الرحمۃ نے فرمایا کہ جو کوئی رات کو اس حال میں سو جائے کہ اس کے ہاتھ میں کھانے کی چکنائی کا اثر اور بوہو کہ کھانے کے بعد اس کو دھویانہ ہو اور اس کی وجہ سے اس کو تکلیف پہنچ جائے (مثلاً کسی کیڑے نے کاٹ لیا) تو وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے (کیونکہ چکنے ہاتھوں کے ساتھ سو کروہ اس تکلیف کا سبب خود بنتا ہے)۔ (ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ، مشکوٰۃ)

اس حدیث میں اس بات کی ترغیب دیدی گئی ہے کہ کھانے کے بعد خاص کر جب ہاتھ میں چکنائی کا اثر ہو تو ہاتھوں کو اس طرح دھولیا جائے کہ اس کا اثر باقی نہ رہے۔ کنز العمال میں مجم و سط طبرانی کے حوالے سے حضرت عبد اللہ بن عباس رض کی روایت میں مردی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وس علیہ الرحمۃ الرحمۃ نے ارشاد فرمایا کہ کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد ہاتھ، منه دھونا دفع فقرہ ہے اور انبياء علیہم السلام کا طریقہ ہے۔ (معارف الحدیث: ۶/ ۲۵۵)

اگر پانی کی قلت ہو یا جلدی ہو یاد ہونے کی کوئی جگہ اور برتن نہ ہو تو ایسے حالات میں کھانے کے بعد صرف ہاتھ صاف کر لینا بھی کافی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن الحارث رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وس علیہ الرحمۃ الرحمۃ مسجد میں تھے کسی شخص نے آپ کی خدمت میں روٹی اور گوشت لا کر پیش کیا، آپ نے مسجد ہی میں تناول فرمایا اور ہم نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وس علیہ الرحمۃ الرحمۃ کے ساتھ کھایا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وس علیہ الرحمۃ الرحمۃ اور آپ صلی اللہ علیہ وس علیہ الرحمۃ الرحمۃ کے ساتھ ہم بھی نماز کے

لئے کھڑے ہو گئے (اس وقت) اس سے زیادہ ہم نے کچھ نہیں کیا کہ اپنے ہاتھوں کو صرف سنگریزوں سے صاف کر دالا۔“ (ابن ماجہ، دیکھئے مشکوٰۃ: کتاب الاطمۃ)

(۲) ذکر کے ساتھ کھانا کھانا۔ یعنی کھانا شروع کرتے وقت بسم اللہ الرحمن الرحيم ۱ (المستدرک للحاکم) یا (بِسْمِ اللَّهِ وَعَلَى بَرَكَةِ اللَّهِ ۲) پڑھنا چاہئے۔

اگر شروع میں بسم اللہ بھول جائے تو جب یاد آجائے تو یوں کہہ دینا کہ ”بِسْمِ اللَّهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ“ ۳  
(ابوداؤد، ترمذی، مشکوٰۃ)

اور کھانا کھانے کے بعد اللہ تعالیٰ کا شکر کیجئے اور یہ دعا پڑھ لیجئے ”الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ“ ۴ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، مشکوٰۃ)

یاد رہے کہ! جو لوگ کھانا کھاتے وقت بسم اللہ نہیں پڑھتے (اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہو جاتے ہیں) ان کے ساتھ کھانے میں شیطان شریک ہو جاتا ہے۔ (دیکھئے صحیح مسلم، مشکوٰۃ: کتاب الاطمۃ)  
بندہ کے سامنے جب کھانا آئے تو وہ اس حقیقت کو یاد کرے کہ یہ کھانا اللہ تعالیٰ کی نعمت اور اس کا عطا یہ ہے اور میں اس کا محتاج ہوں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میں اس لائق ہو گیا کہ اس کو کھاسکوں اور اس سے لذت حاصل کرسکوں، اس تصور کے بعد بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کیجئے، کھانا کھانے کے دوران بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا احساس ہو اور کھانے کے بعد شکر ادا کیجئے۔ الفاظ شکر کا بیان اوپر گزر گیا۔

(۵) تواضع سے کھانا کھانا چاہئے تکبر اور متکبرین کی شان سے پرہیز کرنا چاہئے، کھانے کے لئے بیٹھنے کی صورت عاجزانہ ہونی چاہئے، ٹیک لگا کے بیٹھنے کی حالت میں کھانا نہیں کھانا چاہئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”میں ٹیک لگا کر (یا کسی چیز کے سہارے بیٹھ کر) کھانا نہیں کھاتا۔“ (بخاری، مشکوٰۃ)

کھانا کھاتے وقت ٹیک لگانے کی چار صورتیں ہیں: ایک یہ کہ ایک پھلوز میں پر رکھا جائے۔ دوسرے یہ کہ چار زانو بیٹھا جائے۔ تیسرا یہ کہ ایک ہاتھ ٹیک کر بیٹھا جائے اور دوسرے ہاتھ سے کھانا

لے مطلب یہ ہے کہ ”اللہ، رحمٰن اور رحیم کے نام سے (شروع کرتا ہوں)“ ۵ اس کے معنی یہ ہے کہ ”شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام پر اور اللہ تعالیٰ کی برکت پر۔“ ۶ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرتا ہو شروع میں بھی اور آخر میں بھی۔ ۷ مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے ہمیں کھلایا پایا اور مسلمان بنایا۔

کھایا جائے۔ چوتھی صورت یہ کہ تکیہ یادیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھا جائے یہ تمام صورتیں درست نہیں بلا ضرورت ان میں کسی صورت کو اختیار نہیں کرنا چاہئے کیونکہ اس طرح بیٹھنا متکبرانہ طریقہ۔ کنز العمال میں مسند ابو یعلیٰ اور ابن سعد کے حوالے سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث ان الفاظ میں نقل کی گئی ہے:

(اُكُلُّ كَمَا يَأْكُلُ الْعَبْدُ وَأَجْلِسُ كَمَا يَجْلِسُ الْعَبْدُ)

”میں ایک غلام اور بندہ کی طرح کھاتا ہو غلام اور بندہ کی طرح بیٹھتا ہوں۔“

قریب قریب یہی مضمون بعض دیگر صحابہ کرام ﷺ کی روایات کا بھی ہے۔ ان سب روایات کا حاصل اور مدعایہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا کھانا کے لئے ایک عاجز بندہ کی طرح بیٹھتے تھے متکبرین کی طرح نہیں بیٹھتے تھے اور یہی آپ ﷺ کی تعلیم تھی۔ جو بندہ کھانے کے وقت اس حقیقت سے غافل نہ ہو گا کہ کھانا اللہ تعالیٰ کی نعمت اور اس کا عطا یہ ہے تو وہ کبھی متکبروں کی طرح نہیں بیٹھے گا اور نہ متکبروں کی طرح کھائے گا۔ (معارف الحدیث: ۲۷۳/۴)

کھانے کے لئے بیٹھنے کی مسنون صورتیں یہ ہیں:

یا تو ایک گھٹنا کھڑا کر کے اور دوسرے گھٹنے کو بچھا کر بیٹھا جائے یا دوز انوں بیٹھ کر کھایا جائے ان تین صورتوں کی بجائے کسی اور طرح بیٹھ کر کھانا اصل میں تو جائز ہے لیکن خلاف ادب ہے اس لئے بلا ضرورت ٹیک لگا کر کھانا نہ کھائیں اور تواضع میں سے یہ بھی ہے کہ دو انگلیوں کے ساتھ چھوٹے چھوٹے نواں نہ لیں بلکہ تین انگلیاں استعمال کریں اور اگر چاول وغیرہ جیسی چیزوں کے لئے ضرورت پڑے تو تین سے زیادہ انگلیاں بھی استعمال کر سکتے ہیں۔ ۲ اور تواضع و خاکساری میں یہ بھی ہے کہ کھانے میں عیوب نہ نکالا جائے اگر دل چاہے تو کھالیں ورنہ چھوڑ دیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی بھی کسی کھانے کو بر انہیں کہا اگر آپ کو

۱۔ دیکھنے مجمع الزوائد: ۵/۲۲ تا ۲۵ اور مصنف ابن الی شیبہ: ج: ۵ کتاب الاطعمة باب من کان یا کل متکباً نیز دیکھنے مشکلاۃ: باب الاضرب بالفصل الثاني۔ ۲۔ دو انگلیوں سے متکبرانہ اور شیطانی طریقہ ہے۔ (مجمع الزوائد: بحوالہ الطبرانی: ۲۵/۵ نیز دیکھنے مشکلاۃ: بحوالہ صحیح مسلم: کتاب الاطعمة۔)

رغبت ہوتی تو اس کو کھانیتے اور اگر پسند نہ ہوتا تو چھوڑ دیتے۔ (بخاری، مسلم، مشکوہ)

مطلوب یہ ہے کہ کھانے کی چیزوں کے سلسلہ میں آپ ﷺ کا یہ معمول تھا کہ جو چیز آپ کو مرغوب ہوتی اس کو آپ رغبت سے کھانیتے تھے اور جو چیز آپ کو مرغوب اور پسندیدہ نہ ہوتی اس کو چھوڑ دیتے تھے یہ نہیں تھا کہ جو چیز مرغوب نہیں ہوتی اس کو برداشتی یا اس میں عیب نکالتے۔

(۶) کھانا داہنے ہاتھ سے اور اپنے سامنے سے کھایا جائے۔

انسان کو ضرورت کے مطابق پاک و ناپاک ہر قسم کے کاموں اور چیزوں میں ہاتھ استعمال کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ پاکی اور صفائی کا تقاضا یہ ہے کہ دونوں ہاتھ الگ الگ کاموں کے لئے خاص کر دیئے جائیں چنانچہ دین اسلام نے سب اچھے کاموں کے لئے داہنے ہاتھ اور داہنے میں طرف کو اور دفع نجاست کے لئے باہنے میں ہاتھ اور باہنے میں طرف کو خاص کر دیا ہے مثلاً کھانا کھانے پانی پینے کے لئے داہنے ہاتھ ہے۔ مسجد میں داخل ہوتے وقت اور لباس پہننے وقت شروع داہنے پاؤں اور داہنے میں طرف سے کیا جائے گا۔ ناک صاف کرنے اور استنجا کے لئے بایاں ہاتھ ہے۔ مسجد سے نکلنے وقت یا لباس اتارتے وقت کی ابتداء باہنے میں پاؤں اور باہنے میں طرف سے کی جائی گی۔

حضرت عمر ابن ابی مسلمہ ؓ کا بیان ہے کہ میں بچھتا اور رسول اللہ ﷺ کی پروش میں تھا (کھانے کے وقت) میرا ہاتھ رکابی میں ادھر ادھر گوم رہتا (جیسا کہ بچوں کی عادت ہوتی ہے کہ جلدی جلدی رکابی اور پلیٹ میں ادھر ادھر ہاتھ مارتے ہیں) تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے نصیحت فرمائی کہ (کھانے سے پہلے)

بسم اللہ پڑھا کرو، اپنے داہنے ہاتھ سے اور اپنے سامنے سے کھایا کرو۔ (بخاری، مسلم، مشکوہ)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ”جب تم میں سے کوئی شخص کھانا کھائے تو داہنے ہاتھ سے کھائے اور کوئی چیز پیئے تو داہنے میں ہاتھ سے پیئے۔“ (مسلم، مشکوہ)

اور حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”تم میں سے کوئی شخص نہ باہنے میں ہاتھ سے کھائے اور نہ اس سے پیئے کیونکہ شیطان (کا طریقہ یہ ہے کہ وہ) اپنے باہنے میں ہاتھ سے کھاتا اور پیتا ہے۔“ (مسلم، مشکوہ)

(۷) نہ حرص کے ساتھ کھائے اور نہ حریصوں کی طرح کھانا کھائے۔

مثلاً بہت بڑے بڑے نواں نہ لے۔ پلیٹ میں اپنی طرف سے کھائے جیسا کہ نمبر ۶ میں اس کا بیان گزر گیا البتہ اگر بہت میں متعدد چیزیں ہوں تو دوسری طرف سے کھانے میں بھی مضاائقہ نہیں۔ پلیٹ کے بیچ میں سے کھانا نہ کھائے بلکہ کنارے سے کھانا کھائے۔ اگر ایک نوالہ منہ میں ہے تو دوسرا نوالہ منہ میں نہ ڈالیں بلکہ ایک نوالہ نگلنے کے بعد ہی دوسرانوالہ منہ میں ڈالیں۔ اگر پھل سامنے آئے تو ایک ایک دانہ اٹھائیں میں البتہ اگر پھل کے دانے چھوٹے چھوٹے ہیں جیسے انگور کے دانے تو ایک سے زیادہ دانے اٹھانے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ ساتھیوں کا خیال رکھے ایسا نہ ہو کہ عمدہ گچھا آپ اٹھائیں اور گھٹیا قسم کا ساتھیوں کے لئے چھوڑ دیں نبی کریم ﷺ نے بغیر اجازت کے دو دو کھجور ایک ساتھ کھانا سے منع فرمایا ہے۔ (دیکھنے مشکلاۃ۔ کتاب الطعمہ حوالہ مسلم)

(۸) کھانے کی قدر کرنا۔

مثلاً کھانے میں عیب نہ نکالنا اس کا مطلب یہ نہیں کہ روٹی اور سالن اچھی طرح نہ پکائے بلکہ اچھا اور محنت سے نہ پکانا بھی نعمت کی ناقدری ہے کیونکہ نعمت (جیسے آٹے اور سبزی) کو ضائع کرنا بھی نعمت کی ناقدری ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ یوں نہ کہیں کہ یہ چیز اچھی نہیں مثلاً ساگ ہے اور آپ کو ساگ مرغوب نہیں تو آپ ساگ ہی میں عیب نہ نکالیں، اسی طرح اگر آپ کسی دوسری جگہ مہمان ہیں تو وہاں پر کسی پکائی ہوئی چیز پر اعتراض نہ کریں کیونکہ ایسا کرنے سے ان کی دل شکنی ہوگی۔ نعمت کی قدر دانی میں سے یہ بھی ہے کہ دستخوان سے چھوٹے چھوٹے روٹی کے ٹکڑے اٹھا کر کھانا۔ اگر منہ کو نوالہ لگے بغیر گر گیا تو اگر اس کو صاف کر کے کھایا جاسکتا ہے۔ پلیٹ کو صاف کرنا اگر پلیٹ میں زیادہ سالن بچا ہوا ہے کہ وہ کسی کے کام آسکتا ہے تو صرف اپنی طرف سے اور کناروں سے صاف کرنا اور آخر میں انگلیوں کو چاٹنایے سب نعمت کی قدر کے زمرے میں آتے ہیں اور کھانے کے قابل خوارک کوڑے کی ٹوکری میں پھینکنا اور ضائع کرنا یا روٹی سے انگلیاں اور ہاتھ صاف کرنا اور اسے ضائع کرنا جیسے امور بھی نعمت کی ناقدری اور بے حرمتی کے زمرے میں آتے ہیں۔ روٹی سے انگلیاں صاف کرنا گھناؤنی عادت بھی ہے۔

حضرت جابر رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے کہ (کھانے کے بعد انگلیوں کو

چاٹ لیا جائے اور برتن کو بھی صاف کر لیا جائے اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم کو معلوم نہیں کہ کھانے کے کس ذرے اور کس جز میں برکت ہے۔ (مسلم، مشکوٰۃ)

حضرت نبی ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”جو شخص طباق، پیالے (اوڑشتری) میں کھائے اور پھر اس کو (انگلیوں سے) چاٹ لے تو وہ پیالہ (اور پلیٹ) اس شخص کے لئے دعا کر کے کہتا ہے کہ جس طرح تو نے شیطان کے (کھانے یا اس کے خوش ہونے) سے مجھ کو نجات دی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ تجھے دوزخ کی آگ سے نجات دے۔ (رزین، مشکوٰۃ)

ترمذی، احمد، ابن ماجہ اور دارمی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ ”اسْتَغْفِرْتُ لَهُ الْقَصْعَةُ“، وہ پیالہ اس شخص کے لئے بخشش و مغفرت طلب کرتا ہے اور طبرانی نے حضرت عرباض سے یہ نقل کیا ہے:

(مِنْ لَعِقَ الصَّحْفَةَ وَلَعِقَ أَصَابِعَهُ أَشْبَعَهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ)

”جس شخص نے رکابی کو چاٹا اور اپنی انگلیوں کو چاٹا اللہ تعالیٰ اس کو دنیا و آخرت (دونوں) میں سیر کرے گا۔“ (مظاہر حق شرح مشکوٰۃ)

نیز نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ”کسی کے ہاتھ سے لقمہ گرجائے تو اسے چاہئے کہ اس کو صاف کر کے کھائے اور شیطان کے لئے چھوڑنے دے پھر جب کھانے سے فارغ ہو جائے تو اپنی انگلیوں کو چاٹ لے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ کھانے کے کس ذرے اور کس جز میں برکت ہے۔ (دیکھئے مشکوٰۃ: کتاب الاطعہ بحوالہ صحیح مسلم)

(۹) اگرچہ الگ الگ کھانا کھانا بھی جائز ہے لیکن مل جل کر اکٹھے کھانا بہتر اور اس میں برکت ہوتی ہے۔

اس لئے اللہ تعالیٰ نے بھی اس کو مقدم فرمایا چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَأْكُلُوا جَمِيعًا وَأَشْتَانًا)

”تم پر کوئی گناہ نہیں کر تم لوگ مل کر کھاؤ یا الگ الگ۔“ (سورہ نور: ۶۱)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ تہا اور الگ الگ کھانا بھی جائز ہے البتہ مل کر کھانا پسندیدہ اور باعث برکت ہے۔ حضرت وحشی بن حرب ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے (کچھ) صحابہ نے

عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! ہمارا حال یہ ہے کہ ہم کھانا کھاتے ہیں لیکن ہم آسودہ (اور سیر) نہیں ہوتے آپ ﷺ نے فرمایا کہ شاید تم لوگ الگ کھانا کھاتے ہو انہوں نے عرض کیا کہ ہاں (ہم الگ الگ کھاتے ہیں) تو آپ ﷺ نے فرمایا تم کھانے پر ایک ساتھ بیٹھا کرو اور اللہ تعالیٰ کا نام لے کر یعنی (بسم اللہ پڑھ کر اجتماعی طور پر) کھایا کرو پھر تمہارے لئے کھانے میں برکت عطا کی جائی گی۔ (ابوداؤد، مسلم)

(۱۰) عدل بلکہ ایثار کے ساتھ کھانا کھانا۔

اکھٹے کھانے کی صورت میں کھانا کھانے والوں کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں: ایک یہ کہ ظلم سے کھانا کھایا ہے، وہ یہ کہ مشترک کھانا ہے ایک شخص اچھی اچھی چیزیں خود اپنے لئے اکٹھا کرے اور دوسروں کو ان چیزوں کے کھانے سے محروم کر دے یا خود اپنے لئے زیادہ رکھے اور دوسروں کے لئے کم۔ دوسرا یہ کہ عدل و انصاف سے کھانا کھانا، وہ یہ کہ اچھی اور مرغوب چیزوں کو انصاف کے ساتھ کھایا جائے مثلاً گوشت کی تین بوٹیاں ہیں اور آپ بھی تین بھائی ہیں تو ایک ایک بوٹی کھائیں یا مثلاً دسترخوان پر صرف ایک سبب ہو تو اس کے تین ٹکڑے کر دیں تاکہ ہر بھائی تھوڑا تھوڑا کھائے۔ تیسرا یہ کہ ایثار سے کھانا کھانا، وہ یہ کہ خود اچھی اور مرغوب چیزیں کم کھائیں یا نہ کھائیں تاکہ آپ کے بھائی ان کو کھالیں مثلاً ایک روٹی ہے تو آپ اس میں سے تھوڑی سی لے لیں اور لے کر باقی دوسرے بھائیوں کے لئے چھوڑ دیں یا خود بوٹیاں نہ کھائیں یا اس لئے کم کھائیں تاکہ آپ کے دوسرے بھائی زیادہ کھائیں، اسی طرح ہر چیز میں دوسرے کا حاظر رکھیں کہ وہ آپ کے مقابلے میں زیادہ اچھی اور مرغوب چیزیں کھائے۔ ان تین صورتوں میں پہلی صورت سے پرہیز کریں کہ یہ ظالم، حریص اور بے مردوت لوگوں کا کام ہے۔ دوسری صورت جائز اور درست ہے اور تیسرا صورت یعنی ایثار کرنا بہت ہی اچھا اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں کہ:

﴿وَيُؤْتُرُونَ عَلَى أَنفُسِهِمْ وَلَوْكَانَ بِهِمْ خَاصَّةٌ طَوْمَنْ يُوقَ سُحْ نَفْسِهِ فَأُولَئِكَ هُمُ

الْمُفْلِحُونَ﴾ ۵۰

”اور وہ ان کو اپنے اوپر مقدم رکھتے ہیں اگرچہ ان کے اوپر فاقہ ہوا اور جو شخص اپنے جی کے لاچ

سے بچالیا گیا تو وہی لوگ فلاخ پانے والے ہیں۔“ (سورۃ الحشر: ۹)

بہر حال کوشش کیجئے کہ کھانے، پینے ہر چیز میں ایشارہ کریں ایشارہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کو پسند اور محبوب ہیں۔

(۱۱) نہ خود کو ایذا دینا اور نہ دوسروں کو ایذا پہنچانا۔

دوسروں کو ایذا دینے کی ایک صورت یہ ہے کہ کوئی عمل کھانے کے دوران کیا جائے جس سے دوسروں کو گھن آئے اور کھانے سے دل بھرجائے مثلاً کھانی آئے تو منہ پھیر کر کھانی کرے دوسرے بھائیوں کے سامنے اور پلیٹ میں نہ کھانیں اور نہ کھانے کے دوران بار بار اس طرح منہ کھولا جائے کہ چبتا ہوا کھانا منہ کے اندر سے نظر آئے یا کتوں کی طرح چڑپ چڑپ کی آواز نکالی جائے یا کھانے کے دوران بار بار منہ میں انگلی ڈال کر دانتوں میں سے کچھ نکالے یا انگلیوں کو سالن اور چاول میں جڑوں تک ڈبوئے یا منہ میں نوالہ دیتے وقت انگلیاں نوالے کے ساتھ منہ کے اندر کر دی جائیں یا کھانے کے دوران کوئی ایسی بات کی جائے جس کی وجہ سے ساتھیوں کو قے آنے لگے مثلاً یوں کہنا کہ فلاں جگہ گدھا پھول گیا ہے اس کے اندر بڑے بڑے کیڑے ہیں اور اس سے سخت بوائٹھ رہی ہے، اسی طرح ہر وہ کام اور بات جس سے ساتھیوں کو گھن آئے یا ایذا میں داخل ہے لہذا ہر ایسے کام اور بات سے پرہیز کریں جس سے دوسروں کو گھن آئے۔ اور ایذا اور تکلیف پہنچانے میں یہ بھی داخل ہے کہ بغیر پوچھے پوری پلیٹ میں نمک ڈالا جائے کیونکہ بعض لوگ نمک کم کھاتے ہیں اور بعض کے لئے زیادہ نمک نقصان دہ ہوتا ہے، اسی طرح بغیر پوچھے شرید بنا نا اگر سالن کم ہے تو زیادہ سالن لگا کر کھانا جس کی وجہ سے بالآخر ساتھی خشک روٹی کھانے پر مجبور ہو جائیں۔ اسی طرح اگر آپ کھانے سے جلد فارغ ہو گئے اور ساتھیوں میں کوئی ساتھی مہماں ہے یا شرمند ہے جس کے بارے میں یہ اندیشہ ہو کہ اگر آپ نے کھانے سے ہاتھ کھینچا تو وہ بھی ہاتھ کھینچ لے گا تو ایسی صورت میں اس کے ساتھ تھوڑا تھوڑا کھاتا رہے تاکہ وہ بھی فارغ ہو جائے یا اگر آپ اٹھنا چاہتے ہیں تو پھر عذر کریں مثلاً یہ کہ میں نے دیر سے کھانا کھایا ہے یا آج بھوک کم تھی وغیرہ۔ اور کھانے کے دوران دوستوں، بھائیوں کی طرف جو کھانے میں شرکیں ہیں نہیں دیکھنا چاہئے بلکہ نگاہ پیچی رکھنی چاہئے تاکہ دوست و احباب اور بھائی اچھی طرح کھانا کھاسکیں۔ غذا میں زیادہ گرم کھانا، جلا ہوا کھانا، بچی اور جملی

ہوئی روٹی کھانا یا کھانے پینے کی چیز میں پھونک مارنا، زیادہ پیٹ بھر کھانا اور بد پر ہیزی کرنا غرض وہ تمام چیزیں جو صحت کے مضر ہوں شامل ہیں اور ایسے تمام امور سے بچنے کی کوشش کریں جو صحت کے لئے مضر ہوں۔ اب دوسروں کی ایذا اور سانی اور اپنے آپ کو ایذا اور سانی سے بچانے کی بطور خونہ دو حدیثیں پڑھ لجئے:

حضرت عبداللہ بن عمر رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آله و سلم نے فرمایا کہ جب دسترخوان نہ بچھا دیا جائے اور لوگ اس پر کھانے کے لئے بیٹھیں تو کوئی شخص اس وقت تک نہ اٹھے جب تک دسترخوان نہ اٹھا دیا جائے اور (کھانے سے) اس وقت تک اپنا ہاتھ نہ کھینچے جب تک کہ سب لوگ کھانے سے فارغ نہ ہو جائیں اگرچہ وہ سیر ہو گیا ہو (پھر بھی وقفہ سے تھوڑا تھوڑا کھاتا رہے) اگر کسی عذر کی بنا پر اٹھنا چاہتا ہے یا لوگوں کے فارغ ہونے سے پہلے ہاتھ کھینچا چاہتا ہے تو چاہئے کہ اس کا عذر بیان کردے کیونکہ یہ (بغیر عذر بیان کئے ہاتھ کھینچنا اور دسترخوان سے اٹھنا جب دوسرے لوگ کھانے میں مشغول ہوں) اپنے ہم نشین کو شرمندہ کر دینا ہے چنانچہ وہ بھی اپنا ہاتھ کھینچ لے گا حالانکہ بہت ممکن ہے کہ وہ اور کھانے کی خواہش رکھتا ہو۔ (ابن ماجہ، بیہقی، مشکوٰۃ: باب الضیافت)

اس ایک حدیث سے اندازہ لگائیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آله و سلم کس قدر اپنے ساتھی اور ہم نشین کا لاحاظہ کرتے اور کس طرح ایذا سے بچانے پر زور دے رہے ہیں۔

حضرت اُم منذر النصاریہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آله و سلم میرے یہاں تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ و آله و سلم کے ساتھ حضرت علی صلی اللہ علیہ و آله و سلم بھی تھے، اس وقت ہمارے گھر میں کھجور کے خوش لٹکے ہوئے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ و آله و سلم نے ان خوشوں سے کھانا شروع کیا آپ صلی اللہ علیہ و آله و سلم کے ساتھ حضرت علی صلی اللہ علیہ و آله و سلم بھی کھانے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آله و سلم نے حضرت علی صلی اللہ علیہ و آله و سلم سے فرمایا: ”مَهُ يَا عَلِيُّ فِي أَنَّكَ نَاقِهُ“ اے علی! تم ان کھجوروں سے اجتناب کرو کیونکہ تمہیں (بیماری سے اٹھنے کی وجہ سے) کمزوری لاحق ہے (اس لئے تم ان سے پر ہیز کرو) حضرت اُم منذر کہتی ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ و آله و سلم اور آپ صلی اللہ علیہ و آله و سلم کے رفقاء کے لئے چقدراً اور جو تیار کئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ و آله و سلم نے فرمایا ”يَا عَلِيُّ مِنْ هَذَا فَاصْبِ فَإِنَّهُ أَوْفَى لَكَ“ اے علی! اسے کھاؤ کیونکہ تمہارے لئے زیادہ موافق (اور مفید) ہے۔ (ترمذی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ)

لادیکھنے مجع الزوارہ: ج ۲۵، ج ۲۶، بحوالہ الطبرانی اور مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی: باب الاشربة افضل الثانی۔

(۱۲) جو تاتار کے کھانا کھانا چاہئے کیونکہ اس میں زیادہ راحت ہے۔ حضرت انس بن مالک رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارے سامنے کھانا رکھا جائے تو اپنے جو تے اتار دو کیونکہ جو تے اتار دینا تمہارے پاؤں کے لئے زیادہ راحت بخش ہے۔ (دارمی، مشکوٰۃ)

اس روایت میں جو تے اتار نے کا حکم شفقت کی بنا پر دیا گیا ہے تاکہ راحت کے ساتھ کھانا کھایا جائے اگر کوئی جو تے پہنے ہوئے بھی کھانا کھائے تو اس میں کوئی گناہ نہیں۔

(۱۳) بازار میں چلتے پھرتے پھل بھی نہیں کھانا چاہئے کیونکہ یہ مرقط کے خلاف ہے البتہ باغ میں یا بیان میں جہاں صرف اپنے ساتھی ہوں تو پھل چلتے چلتے کھانے میں کوئی حرث نہیں۔

پانی پینے کے آداب!

(۱) پانی دائیں ہاتھ سے پیس جیسا کہ اس کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔

(۲) زمزم کے، وضو کے اور سبیل کے پانی کے علاوہ پانی بیٹھ کر پینا چاہئے۔ اگر کوئی جلدی میں کھڑے کھڑے پانی پینے اس میں کوئی گناہ نہیں البتہ اس کی عادت نہیں بنانا چاہئے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا ہے۔ (مشکوٰۃ الحوالہ مسلم)

(۳) پانی پینتے وقت یہ خیال رکھیں کہ آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچے مثلاً پانی دیکھ کر پیسیں تاکہ پانی میں ملی ہوئی یا گری ہوئی چیز پیٹ کے اندر نہ جائے۔ پانی پینتے وقت برتن میں سانس نہ لیں اور نہ برتن میں پھونک ماریں کیونکہ اندر سے نکلی ہوئی سانس گندی اور زہر میں ہوتی ہے پینے کا برتن اگر کسی جگہ سے ٹوٹا ہوا ہو تو وہاں منه لگا کر پانی نہ لے پیسیں کیونکہ وہاں سے پانی نکل کر بدن اور کپڑوں پر گرے گا۔ (دیکھئے مشکوٰۃ باب الاشربة بحوالہ ابو داؤد، ابن ماجہ)

(۴) پانی تین یادو سانس میں ٹھہر ٹھہر کر پینا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سانس میں پانی پینے سے منع فرمایا ہے۔ (ترمذی، مشکوٰۃ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات تین سانس میں ۲ پانی پینتے تھے اور ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ پانی دو سانس میں پیا

۱ مشکوٰۃ الحوالہ ابو داؤد۔

۲ صحیح بخاری دیکھئے مشکوٰۃ باب الاشربه۔

جائے۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ اس طرح کئی سانس میں پانی پینا اچھی طرح سیراب کرتا ہے اور پیاس کو بچاتا ہے۔ بدن کے لئے صحت بخشن بھی اور خوب ہضم بھی ہوتا ہے اور معدے میں بڑی آسانی کے ساتھ بھی جاتا ہے۔ (صحیح مسلم، مشکوٰۃ: باب الاشربة)

- (۵) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھ کر پانی پینا شروع کریں۔
- (۶) پانی پینے کے بعد ”الْحَمْدُ لِلّٰهِ“ کہہ کر اللہ تعالیٰ کا شکردا سمجھئے۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ:

”تم ایک سانس میں پانی مت پیو جس طرح اونٹ پیتا ہے بلکہ دوسانس میں پیو اور جب تم پانی پینے گلوتو بسم اللہ کہواو (پینے کے بعد) برتن کو اپنے منہ سے ہٹاو تو اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرو (یعنی ہر بار یا آخری بار جب برتن کو منہ سے ہٹاو تو الحمد للہ کہو)۔ (ترمذی، مشکوٰۃ)

دودھ پینے کے بعد الحمد للہ کہہ کر یہ دعا بھی پڑھئے۔

(اللَّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَّا فِيهِ وَزِدْ نَاءِنَّهُ) (ابوداؤد، ترمذی، مشکوٰۃ)

”یا اللہ! ہمارے لئے اس دودھ میں برکت عطا فرم اور ہم کو اس سے زیادہ عنایت فرمائیں“

**کھانے پینے میں برکت کے معنی!**

حضرت مولانا منتظر نعماںی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ، برکت، وسیع المعنی لفظ ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے جستہ اللہ البالغ میں اس حدیث اور کھانے میں برکت کے سلسلہ کی بعض دوسری احادیث کا حوالہ دے کر جو کچھ فرمایا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ کھانے میں برکت ہونے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ غذا کا جواہل مقصد ہے وہ اچھی طرح حاصل ہو، کھانا رغبت اور لذت کے ساتھ کھایا جائے تاکہ طبیعت کو سیری نصیب ہو، جی خوش ہو اور تھوڑی سی مقدار کافی ہو، اور اس سے صاف خون پیدا ہو کر جزو بدن بنے اور اس کا نفع دیر پا ہو، پھر اس سے نفس کی طغیانی اور غفلت پیدا نہ ہو بلکہ شکر اور اطاعت کی توفیق ملے دراصل یہ سب اس حقیقت کے آثار ہیں جس کو حدیث میں برکت کہا گیا ہے۔ (معارف الحدیث: ۲۵۲/۵)

## قضائے حاجت کے آداب!

پیشاب پا خانہ) بھی انسان کے ساتھ گاہوا ہے اس لئے نبی کریم ﷺ نے جس طرح زندگی کے دوسرے کاموں اور شعبوں میں ہدایات دیں ہیں اسی طرح قضائے حاجت کے متعلق بھی آپ ﷺ نے ہماری رہنمائی فرمائی ہے آپ ﷺ نے اس باب کے متعلق جو کچھ فرمایا ہے وہ دینِ اسلام کے ان اصولوں کے تحت ہیں:

(۱) ستر پوشی۔ (۲) ایذاء رسانی سے اجتناب۔ (۳) پا کی اور صفائی کا خیال رکھنا۔ (۴) شاعر اللہ کا ادب و احترام۔ (۵) نعمت کی نادری اور ضیاع مال سے بچنا۔ (۶) یادِ الہی۔ اس کی تفصیل یہ ہے۔

**ستر پوشی کا خیال رکھنا!**

ستر پوشی کے خیال رکھنے میں یہ چیزیں شامل ہیں۔

(۱) لوگوں سے دور جانا کسی آڑ میں بیٹھنا یا اگر بیت الخلاء کی سہولت موجود ہے تو اس میں بیٹھنا۔

(۲) شلوار کو بیٹھنے کے ساتھ ساتھ نیچے کرنا اور اٹھتے وقت شلوار کو اٹھنے کے ساتھ اوپر کرنا۔

(ترمذی، ابو داؤد، دارمی، مشکلۃ)

نبی کریم ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ آپ جب قضائے حاجت کے لئے جاتے تو دور جاتے اور ایسی جگہ تشریف لے جاتے کہ کسی کی نظر آپ پر نہ پڑ سکتی۔ (ابوداؤد، مشکلۃ: کتاب الطہارت)

**ایذاء رسانی سے اجتناب!**

ایذاء رسانی سے اجتناب کا مطلب یہ ہے کہ قضائے حاجت میں نہ کسی اور کو ضرر پہنچائیں اور نہ خود

اپنے آپ کو ایذاء رسانی سے اجتناب میں مندرجہ ذیل چیزیں شامل ہیں۔

(۱) سوراخ میں پیشاب کرنے سے پر ہیز کریں۔ نبی کریم ﷺ نے سوراخ میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (ابوداؤد، نسائی، مشکلۃ: کتاب الطہارت)

اس کی وجہ یہ ہے کہ اکثر و بیشتر سوراخ کیڑے مکوڑوں اور سانپ کا مسکن ہوتے ہیں چنانچہ ہو سکتا ہے کہ پیشاب کرتے وقت کوئی سانپ، بچھو وغیرہ نکل کر کوئی ایذاء پہنچائے یا اگر سوراخ کے اندر کوئی

فیصلہ علیہ الرؤوفون علیہ الرحمون علیہ الرحیمان علیہ الرحیم

کمزور اور بے ضرر جانور ہو تو پھر پیشاب کی وجہ سے اس کو تکلیف پہنچے گی۔

اگر کوئی سوراخ خاص طور پر پیشاب پاخانہ ہی کے لئے ہو جیسا کہ بیت الخلا و دوں میں ہوتے ہیں تو اس میں پیشاب کرنا مکروہ نہیں۔

(۲) عام راستوں اور مقامات میں جن میں لوگ گرمی، سردی اور بارش میں پناہ لیتے ہیں، کپی ہوئی فصلوں میں، سایہ دار درختوں اور پکے ہوئے میوہ دار درختوں کے نیچے اور کھڑے ہوئے پانی میں پیشاب پاخانہ نہ کریں اور نہ ندی و نہر کے کنارے ایسے مقامات میں قضاۓ حاجت کے لئے بیٹھیں جہاں سے لوگ پانی لے جاتے ہیں یا وہاں سے اپنے مویشیوں کو پانی پلاتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ لعنت کا سبب بننے والی دو باتوں سے بچو۔ صحابہ کرام ﷺ نے عرض کیا کہ وہ دو باتیں کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک یہ کہ آدمی لوگوں کے راستہ میں قضاۓ حاجت کرے اور دوسرا یہ کہ کوئی شخص لوگوں کے سایہ میں ایسا کرے۔

(مسلم، مشکوٰۃ: کتاب الطہارت)

ایک دوسری روایت میں یوں آیا ہے کہ:

”تم تین چیزوں سے بچو جو لعنت کا سبب ہیں (۱) گھاؤں پر قضاۓ حاجت سے (یعنی ان

مقامات پر جہاں سے لوگ پانی لے جاتے ہیں یا مویشیوں کو پانی پلاتے ہیں) (۲) راستے کے درمیان

(۳) سایہ میں پیشاب پاخانہ کرنے سے (بچو)۔“ (ابوداؤد، ابن ماجہ، مشکوٰۃ)

پا کی اور صفائی کا خیال رکھنا!

پا کی اور صفائی میں مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھیں۔

(۱) بغیر کسی مجبوری اور ضرورت کے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے اجتناب کریں کیونکہ اس حالت میں یہ

خوف ہوتا ہے کہ پیشاب کے چھینٹے جسم پر پڑ جائیں نیز کھڑے ہو کر پیشاب کرنے میں بے ستری کا بھی

زیادہ امکان رہتا ہے اور یہ تہذیب و تواریک بھی خلاف ہے البتہ اگر زمین بیٹھنے کے قابل نہ ہو یا کوئی اور

مجبوری ہو تو جائز ہے۔ (مشکوٰۃ)

۱۔ دیکھئے مشکوٰۃ: کتاب الطہارت: باب آداب الخلاء فصل ثانی کی آخری حدیثیں اور فصل ثالث کی پہلی حدیث۔

(۲) نرم جگہ پر پیشاب کرنا تاکہ چھینٹیں بدن پر نہ پڑیں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ”جب تم میں سے کوئی شخص پیشاب کرنے کا ارادہ کرے تو اسے چاہئے کہ وہ پیشاب کے لئے مناسب جگہ تلاش کرے۔“ (یعنی جہاں پر دہ بھی ہوا اور اپنے اوپر چھینٹیں پڑنے کا خطرہ بھی نہ ہوا اور رخ بھی غلط نہ ہو۔) (دیکھئے مشکلۃۃ بحوالہ ابو داؤد)

(۳) غسل کی جگہ پر پیشاب یا پا خانہ سے پرہیز کیجئے، خصوصاً جبکہ غسل خانہ کی زمین کچھی ہو کیونکہ جگہ کی گندگی سے پانی کی چھینٹیں گندی ہو کر اڑیں گی اور بدن کو ناپاک کریں گی یا ان پاک ہونے کا وسوسہ دل میں پیدا کریں گی۔

نبی کریم ﷺ کے ایک ارشاد کا مفہوم یہ ہے کہ ”کوئی شخص اپنے غسل خانہ میں پیشاب نہ کرے کیونکہ اکثر وسو سے اس سے پیدا ہوتے ہیں۔“ (مشکلۃۃ ابو داؤد، ترمذی، نسائی)

(۴) باسیں ہاتھ سے استنجا کرنا کیونکہ داہنہا تھام عالم طور پر کھانے، پینے، لین، دین اور لکھنے کے کاموں کے لئے استعمال ہوتا ہے اس لئے پا کیزگی کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو استنجے کی صفائی کے لئے استعمال نہ کیا جائے اس لئے نبی کریم ﷺ نے داہنے ہاتھ سے استنجا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (بخاری، مسلم، مشکلۃۃ باب ادب الخلاء)

(۵) نحس چیز اور ملامم پتھر استنجا میں استعمال نہ کریں کیونکہ اس سے نجاست پھیل جاتی ہے۔ اگر پتھر اور ڈھیلوں سے استنجا کرنا ہو تو پتھر کم از کم تین پتھروں اور ڈھیلوں سے استنجا کرنا چاہئے کیونکہ عالم طور پر تین سے کم میں پوری صفائی نہیں ہوتی۔

پتھر اور ڈھیلے سے استنجاء کرنے کے بعد پانی سے بھی استنجا کریں اگر تنہا پانی سے استنجاء کریں تو یہ بھی درست ہے اور اگر گندگی جائے خروج سے اور ادھر ادھر پھیلی نہ ہو تو صرف ڈھیلوں سے استنجا بھی کافی ہے اور دونوں کو ملانا بہتر ہے۔ انصار صحابہ ﷺ کا دستور یہ تھا کہ وہ دونوں کو ملاتے تھے اور عالم عرب صرف ڈھیلے یا پتھر سے استنجا پر اکتفا کرتے تھے کیونکہ تھوڑی بہت نذاء اور ہانمہ کی درستگی کی وجہ سے ان کی اجابت اونٹ کی مینگنیوں کی طرح خشک ہوتی تھی اس لئے استنجا میں ان کو پانی کے استعمال کی خاص ضرورت نہ تھی لیکن اس کے باوجود انصار ﷺ کی عادت پانی کے استعمال کی تھی تو قرآن مجید میں ان کی اس پاکیزگی کی تحسین فرمائی گئی۔ (ابن ماجہ، مشکلۃۃ)

۱۔ یہ بات نبی کریم ﷺ نے ایسے موقع پر فرمائی جبکہ آپ دیوار کی جڑ میں نرم نشیبی زمین میں پیشاب کرنے سے فارغ ہوئے۔

نوٹ! استنجا کے متعلق احکام کو اسی کتاب کی کتاب الطہارت میں پڑھیجئے۔

(۶) استنجا کے بعد مٹی یا صابنے اچھی طرح ہاتھ پاک و صاف کریں۔

نبی کریم ﷺ پھر سے استنجا کرنے کے بعد پانی سے بھی طہارت فرماتے تھے پھر اس کے بعد ہاتھ (یعنی باہمیں ہاتھ) کو زمین پر پل کر دھوتے تھے اس کے بعد خصوصیاتے تھے۔

البته کبھی کبھی یہ ظاہر کرتے تھے کہ یہ خصوصیاتے اولیٰ اور افضل ہے فرض یا واجب نہیں اس لئے آپ ﷺ اس کو کبھی کبھی ترک بھی فرماتے تھے۔ (دیکھئے سنن ابی داؤد، ابن ماجہ، مشکوہ)

### تعظیم شعائر اللہ!

(۱) انگوٹھی پر اللہ تعالیٰ کا نام یا کوئی متبرک کلمہ لکھا ہوا ہوتا سے پہن کر لیٹرین میں جانا درست ہے نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نام کی بے ادبی ہے۔

(۲) پاخانہ و پیشتاب کے لئے اس طرح بیٹھنا چاہئے کہ قبلہ کی طرف نہ منہ ہو اور نہ پشت۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ”جب تم قضاۓ حاجت کے لئے جاؤ تو نہ قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھو اور نہ اس کی طرف پیٹھ کرو۔“ (بخاری، مسلم، مشکوہ)

نعمت کی ناقدری اور ضیاءع مال سے بچنا!

نعمت کی ناقدری اور ضیاءع مال میں وہ تمام چیزیں داخل ہیں جو لوگوں کے استعمال میں آسکتی ہیں لہذا ایسی چیزوں سے استنجا کر کے ان کو ضائع کرنا درست نہیں۔

اور وہ چیزیں یہ ہیں:

(۱) لکھے ہوئے کاغذات یا ایسے کاغذات جو لکھنے کے قابل ہیں ان سے استنجا نہ کریں۔

(۲) استنجا میں ایسا کپڑا استعمال نہ کریں جس کی کوئی قیمت ہو سکتی ہے البته بوسیدہ کپڑے کے ٹکڑے جو کسی کام کے نہیں یا وہ کاغذ جو اسی استنجا اور گندگی صاف کرنے کے لئے بنائے جاتے ہیں اس سے استنجا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

اُدیکھئے ابو داؤد، دارمی، نسائی، مشکوہ۔ ۲۔ نبی کریم ﷺ جب قضاۓ حاجت تشریف لے جاتے تو انہی انگوٹھی (جس پر ”محمد رسول اللہ“ نقش تھا) اتار دیا کرتے تھے۔ (ابو داؤد، ترمذی، نسائی، مشکوہ)

(۳) ہڈی سے استنجانہ کریں اور نہ گوبر، لید اور اونٹ کی مینگنیوں سے استنجا کریں کیونکہ ہڈی تو کام آنے والی چیز بھی ہے نیز یہ کہ ہڈی اور لید (وغیرہ) کے متعلق نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”لید اور ہڈی سے استنجانہ کرو کیونکہ وہ تمہارے بھائی جنات کا تو شہ ہے۔“ (ترمذی: ابواب الطہارۃ)

ان دونوں چیزوں سے استنجا کی ممانعت صحیح مسلم، ابو داؤد اورنسائی کی حدیثوں میں بھی ذکر کی گئی ہے۔

ہڈی جنات کی غذا ہے اور جنات کے لئے ہڈیوں کو پر گوشت بنادیا جاتا ہے اور گوبر، لید اور مینگنیاں ان کے جانوروں کی غذا ہے لہذا ان دونوں چیزوں سے بھی استنجا نہیں کرنا چاہئے۔ (دیکھیے صحیح مسلم: کتاب الصلوۃ

باب الجھر بالقرآن في الصبح والقرآن على الجن في حديث ابن مسعود رضي الله عنه (ج اص ۱۸۲)

خلاصہ یہ کہ ہر وہ چیز جو محترم ہو یا لوگوں کی استعمال کی چیز ہو مثلاً کوئلہ یا کسی کی غذا ہو تو ایسی تمام چیزوں سے استنجا درست نہیں اور ایسی تمام چیزیں نعمت کی نادری یا ضیاءع مال کے زمرے میں آ جاتی ہیں۔

### یادِ الہی!

مؤمن کی زندگی یادِ الہی میں ڈوبی ہوتی ہوتی ہے وہ ہر وقت یادِ الہی میں مشغول رہتا ہے اور ہر کام میں اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتا رہتا ہے۔ قضاۓ حاجت کے باب میں جود عائیں نبی کریم ﷺ نے مانگی ہیں ان کو یہاں ذکر کیا جاتا ہے:

(۱) بیت الخلاء میں جانے سے قبل یا اگر صحراء میں ہے تو ناڑہ کھولنے سے پہلے یہ دعا پڑھیں۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ

”اے اللہ! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں خبیثوں سے اور خبیثوں سے۔“ (بخاری، مسلم، مشکوہ)

حضرت زید بن ارقم رضی الله عنه سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قضاۓ حاجت کے ان مقامات میں خبیث مخلوق شیاطین رہتے ہیں الہدام میں سے کوئی جب (ان جگہوں میں) قضاۓ حاجت کے لئے جائے تو چاہئے کہ پہلے یہ دعا پڑھے۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ

(ابوداؤد، ابن ماجہ، مشکوہ)

اس دعا کی وجہ سے آدمی پا خانے کے جنوں اور شیاطین کے شر سے محفوظ رہتا ہے۔

- (۲) فارغ ہو کر قضاۓ حاجت کی جگہ سے جب باہر آئے تو پہلے یہ دعا پڑھے ”غُفرانک“، اے اللہ! میں تیری پوری مغفرت و خشش کا طلبگار ہوں۔ (ترمذی، ابن ماجہ، دارمی، مشکوہ)
- (۳) پھر اس کے بعد یہ دعا پڑھئے:

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنِ الْأَذْى وَعَافَانِي

”اللہ کا شکر ہے جس نے مجھ سے تکلیف دور فرمائی اور مجھے عافیت (اور صحت) بخشی۔“ (نسائی،

حسن حسین: دوسرا منزل)

اگر کسی کو یہ دعائیں عربی میں یاد نہیں ہو سکتیں تو وہ اپنی زبان میں دعائیں مانگے۔ یہ اگر کوئی بیت الخلاء میں داخل ہونے سے قبل صرف ”بسم اللہ“ بھی پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنوں، شیطانوں کی آنکھوں، اس کی شرمگاہ اور برہنگی کے درمیان پرداہ اور آڑ بنادے گا۔ (دیکھئے مشکوہ محوالہ ترمذی)

اسی طرح اگر کوئی قضاۓ حاجت کے بعد صرف ”غفرانک“ بھی پڑھ لے تو اس سے بھی نبی کریم ﷺ کی ایک سنت کی اتباع نصیب ہو جائے گی۔ یہ آسانی ان لوگوں کے لئے ہے جو بڑھاپے یا اور کسی جہ سے دعائیں یاد نہیں کر سکتے ورنہ جن کو اللہ تعالیٰ نے قوت دے رکھی ہے ان کو چاہئے کہ ہمت کر کے مسنون دعاؤں کو ترجمہ کے ساتھ یاد کریں ہر وقت اور ہر حالت کے مطابق اللہ تعالیٰ سے مسنون دعاؤں کے ذریعے مانگیں: اللَّهُمَّ وَفِقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَأَرْضِنَا۔

## سونے اور جانے کے آداب!

(۱) نمازِ عشاء پڑھنے سے قبل سونا نہیں چاہئے کیونکہ اس سے پہلے سونا غفلت کی نشانی ہے اس طرح اکثر عشاء کی نماز خطرے میں پڑھاتی ہے۔ اور نمازِ عشاء کے بعد جلد سونے کی تیاری کرنی چاہئے ہاں اگر کوئی ضروری کام ہو خواہ وہ کام دینی ہو یا دنیوی یا کوئی مہمان آیا ہو یا بیوی، بچوں کی دلچسپی کے لئے با تین کرنسی پڑیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

۱ بعض علماء فرماتے ہیں اگر کوئی شخص نماز سے پہلے سستی دور کرنے اور تازگی حاصل کرنے کے لئے سونا چاہے اور یہ خوف نہ ہو کہ نمازِ عشاء چلی جائے گی تو اس کے لئے سونا جائز ہے۔ واللہ اعلم

حضرت ابو ہریرہؓ سلمیؓ ایک حدیث کے آخر میں بیان فرماتے ہیں کہ:

وَلَا يُحِبُّ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَالْحَدِيثُ بَعْدَهَا

”اور آپ ﷺ عشاء کی نماز سے پہلے سونے اور عشاء کی نماز کے بعد (طویل گفتگو اور زیادہ) باقی کرنے کو پسند نہیں فرماتے تھے۔“ (بخاری، مسلم، مسلکوتہ: باب تعجیل الصلوٰۃ)

نیز حضرت ابو بزرہؓ سلمیؓ سے روایت ہے کہ:

(كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَا عَنِ النَّوْمِ قَبْلَهَا وَالْحَدِيثِ بَعْدَهَا)

”رسول اللہ ﷺ نماز عشاء سے پہلے سونے اور نماز عشاء کے بعد (زیادہ) باقیوں سے منع فرماتے تھے۔“ (ابوداؤد: کتاب الادب: باب فی اسر بعده العشاء)

لیکن اگر کوئی ضروری کام پیش ہو تو نماز عشاء کے بعد اس کے لئے بات چیت کرنا منع نہیں۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نبی کریمؓ کی خدمت میں نماز عشاء کے بعد بعض ضروری کاموں میں مشورہ کی غرض سے حاضر ہونے اور دیر تک باہم باقیوں میں مشغول رہے۔ (دیکھئے صحیح مسلم: کتاب الاشربة: باب اکرام الضیف)

نیز نبی کریمؓ نماز عشاء کے بعد از واج مطہرات کے ساتھ بات چیت بھی فرماتے تھے اور کبھی کوئی قصہ بھی سنایا کرتے تھے۔ (دیکھئے شاہ عبدالترمذی، نصال نبویؓ: باب ماجاء فی کلام رسول اللہؓ فی اسر)

(۲) سونے سے پہلے پیشاپ یا پا خانہ سے فارغ ہونا چاہئے تاکہ اطمینان و تسلی سے سوکیں باوضاو اور پاک ہو کر سوئیں اگر ہاتھوں پر چکنائی لگی ہوا سے اچھی طرح دھولیا کریں۔ حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؓ نے مجھ سے فرمایا:

(إِذَا أَتَيْتَ مَضْجَعَكَ فَنَوَّضْهُ وُضُوئَكَ لِلصَّلَاةِ ثُمَّ اضْطَجَعْ عَلَى شَقَّكَ الْأَيْمَنِ)

”جب تم بستر پر سونے کا ارادہ کرو تو وضو کرو جس طرح نماز کے لئے وضو کرتے ہو پھر انی داہنی کروٹ پر لیٹ جاؤ۔“ (صحیح بخاری: کتاب الدعوات: ۲/۹۳۷، صحیح مسلم: کتاب الذکر: باب الدعا عند النوم: ۳۲۸)

حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ”جو شخص رات کو اس حال میں سو جائے کہ اس کے ہاتھ میں (کھانے کی) چکنائی لگی ہوئی ہوا اور (اس کی بوکی وجہ سے) اسے کوئی تکلیف اور ضرر پہنچ جائے (مثلاً کوئی کیڑا کاٹ لے) تو وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے۔“ (ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ، مشکلۃ: کتاب الاطعۃ)

(۳) سونے سے قبل بہتر یہ ہے کہ سورۃ الملک یعنی تبارک الذی پڑھیں اگر سورۃ السجدہ بھی پڑھے تو زیادہ بہتر ہے۔ نیز آیت الکرسی اور تسبیحات فاطمی بھی پڑھنی چاہئے اور چار قل پڑھ کر دونوں ہاتھوں میں پھونک کے اپنے دونوں ہاتھوں کو سر سے لے کر پاؤں تک آگے پیچھے پورے جسم پر پھیر لیں۔ پھر تین بار استغفار پڑھ لیں۔

حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”قرآن مجید میں تیس آیتوں کی سورت ہے اس نے ایک بندے کے حق میں اللہ تعالیٰ کے حضور شفاعت کی یہاں تک کہ وہ بخش دیا گیا اور وہ سورت ”تبارک الذی بیده الملک“ ہے۔ (احمد، ترمذی، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ، مشکلۃ: کتاب فضائل القرآن)

(۱) حضرت عبداللہ بن عباس رض کا بیان ہے کہ صحابہ کرام رض میں سے ایک شخص نے اپنا خیمه ایک قبر پر لگایا اور ان کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہاں قبر ہے۔ چنانچہ ناگہاں انہوں نے سنا کہ اس (قبر) میں ایک شخص ”تبارک الذی بیده الملک“ پڑھ رہا ہے یہاں تک کہ انہوں نے وہ سورت ختم کی تو خیمه لگانے والا نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ کو واقعہ سنایا۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

(هِيَ الْمَانِعُ هِيَ الْمُنْجِيُّ تُنْجِيهِ مِنْ عَذَابِ اللَّهِ)

”سورۃ الملک منع کرنے والی اور نجات دینے والی ہے، یہ سورت (اپنے پڑھنے والے کو) اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات دلاتی ہے۔“ (ترمذی، مشکلۃ: کتاب فضائل القرآن)

نبی کریم ﷺ نے سونے سے قبل اور نمازوں کے بعد اس کے پڑھنے کی ترغیب دی ہے۔ (دیکھئے صحیح بخاری، مسلم، مشکلۃ: باب الذکر بعد اصلوٰۃ و باب ما یقول عند الصباح والمساء والمنام۔)

(ب) حضرت جابر رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس وقت تک نہیں سوتے تھے جب تک "الْمَتَنْزِيلُ" (یعنی سورت السجدة) اور "تبارک الذی بیده الملک" نہ پڑھ لیتے۔ (احمد، ترمذی، دارمی، مشکوٰۃ)

(ج) حضرت ابو ہریرہ رض کی ایک طویل روایت میں آیتِ الکرسی کے بارے میں یہ بتایا گیا ہے کہ جو شخص سونے سے قبل آیتِ الکرسی پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے ساتھ ایک نگہبان (فرشته) رہے گا اور صحیح تک اس کے پاس کوئی شیطان (خواہ انسانوں میں سے ہو یا جنات میں سے) نہیں آئے گا (یعنی اس کو شیطان کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا)۔ (دیکھئے تفصیل کے لئے صحیح بخاری، مشکوٰۃ: کتاب فضائل القرآن)

(د) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ بنی کریم رض کا معمول تھا کہ جب رات کو سونے کے لئے لیتے تو "فُلُوْلُ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ"، "فُلُوْلُ اعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ" اور "فُلُوْلُ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ" یہ تین سورتیں پڑھ کے دونوں ہاتھوں پر دم کرتے اور پھر اپنے دونوں ہاتھ اپنے جسم مبارک پر جہاں تک ہو سکتا پھیرتے پہلے سر، چہرے اور بدن کے سامنے سے شروع کرتے (اس کے بعد بدن کے دوسروں حصوں پر پھیرتے) آپ یہ عمل (یعنی پڑھنا اور دم کر کے ہاتھوں کو بدن پر پھیرنا) تین دفعہ کرتے تھے۔ (ابوداؤد، ترمذی، مشکوٰۃ: کتاب فضائل القرآن)

اور حضرت ضرودہ بن نوبل رض اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ مجھے کوئی ایسی چیز سکھلا دیجئے جسے میں بستر پر جا کر (سونے سے پہلے) پڑھ لیا کروں تو آپ رض نے فرمایا "فُلُوْلُ يَا يَاهَا الْكَافِرُوْنَ" پڑھ لیا کرو کیونکہ یہ سورت شرک سے میزاری ہے۔ (ترمذی، ابوداؤد، دارمی، مشکوٰۃ: کتاب فضائل القرآن)

حضرت ابو سعید خدری رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

جو شخص سونے کے لئے بستر پر لیتے وقت اس طرح توبہ واستغفار کرے اور تین دفعہ یہ دعا کر لے کہ:

(أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَقُّ الْقَيُّومُ وَاتُّوْبُ إِلَيْهِ .)

"میں بخشش چاہتا ہوں اُس اللہ تعالیٰ سے جس کے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں اور وہ حی قیوم ہے اور میں اس کے حضور میں توبہ کرتا ہوں۔"

تو اس کے سب گناہ معاف اور بخش دیئے جاتے ہیں اگرچہ وہ درختوں کے پتوں اور ریگستان کے ذریعوں اور دنیا کے دنوں کی طرح بے شمار ہوں۔ (مشکوٰۃ: باب ما یقول عند الصباح والمساء والمنام ترمذی)  
(۲) جب شام کا اندر ہیراً چھانے لگے تو بچوں کو گھر سے باہر نہ نکلنے دیجئے البتہ جب رات کا کچھ حصہ گزر جائے تو نکلنے کی اجازت دے سکتے ہیں۔ (لیکن احتیاط اسی میں ہے کہ کسی سخت ضرورت کے بغیر بچوں کو رات میں گھر سے باہر نہ نکلنے دیں کیونکہ اس وقت شیاطین چاروں طرف پھیل جاتے ہیں۔)  
(بخاری، مسلم، مشکوٰۃ: باب تغطیۃ الاولی)

سو نے کے وقت گھر کا دروازہ بسم اللہ پڑھ کر بند کر لیجئے کیونکہ بسم اللہ پڑھ کر بند کرنے گئے دروازوں کو شیطان نہیں کھوں سکتا (اور نہ وہ گھر کے اندر آسکتے ہیں، نیز بسم اللہ کہہ کر ہی پانی کی مشک کامنہ بند کر دیں اور بسم اللہ پڑھ کر کھانے، پینے کے برتن ڈھک دیں اور) (اگر اس وقت ڈھانکنے کے لئے کچھ نہ ملے تو) اس پر کوئی لکڑی رکھ دیجئے (اگرچہ اس صورت میں برتن کو پوری طرح نہیں ڈھکے گا لیکن بسم اللہ اور اس حکم ماننے کی برکت سے برتن میں موجود کھانے پینے کی چیز شیطانی اثرات سے بچ جائے گی) نبی کریم ﷺ جب دودھ وغیرہ سے بھرے ہوئے برتن کو کھلا ہواد کیختے تو فرماتے تم نے اس برتن کو ڈھکا کیوں نہیں اگرچہ ڈھانکنے کی یہی صورت کیوں نہ ہو کہ اس برتن پر عرضًا کوئی لکڑی رکھ دیتے۔ (بخاری، مسلم)

نیز سوتے وقت چراغ، لاثین ہر قسم کی آگ اور انگاروں کو بجھا دیجئے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”جب تم سونے لگو تو گھروں میں آگ نہ چھوڑو“ (اس سے مراد وہ آگ اور انگارے ہیں جن سے کسی چیز کے جل جانے کا خوف ہو یا اس کی گیس کے نکلنے کے راستے بند ہوں۔ اگر اس قسم کا کوئی خطرہ نہ ہو تو پھر مصالقہ نہیں) اس نمبر ۲ کے تمام آداب نبی کریم ﷺ کے ارشادات سے لئے ہیں۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے بخاری، مسلم، صحاح السنت، مشکوٰۃ: باب تغطیۃ الاولی)

(۵) سونے سے پہلے بستر اچھی طرح جھاڑ لیجئے اگر کسی ضرورت کے لئے اٹھیں اور پھر آکر لیٹنا چاہیں تو دوبارہ بھی بستر کو کپڑے سے جھاڑ لیجئے کیونکہ یہ معلوم نہیں کہ آپ کی عدم موجودگی میں آپ کے بستر پر کوئی چیز لے یاد رہے کہ آگ جلنے سے بند کروں میں جو گیس پیدا ہوتی ہے وہ سخت کے لئے سخت مضر ہے بلکہ بعض اوقات تو اس سے موت بھی واقع ہو جاتی ہے۔

وَالْمُؤْمِنُونَ إِذَا قَاتَلُوكُمْ إِذَا هُمْ مُّهَاجِرُونَ

**مشکلہ: باب مایقول عند الصباح والمساء والمنام**

(۶) سونے اور جاگنے کے وقت نبی کریم ﷺ سے بہت سی دعائیں منقول ہیں یہاں دو آسان دعائیں کو نقل کردیتا ہوں۔ حضرت خدیفہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب رات کو آرام فرمانے کے لئے بستر پر لیٹتے تو اپنا (داہنا) ہاتھ اپنے (داہنے) رخسار کے نیچے رکھتے (اور داہنی کروٹ پر قبلہ رویٹ جاتے تھے) پھر یہ دعا کرتے:

(اللَّهُمَّ بِاسْمِكَ أَمُوتُ وَأَحْيَى)

اے اللہ! تیرے ہی نام پر مجھے مرتنا اور تیرے ہی نام پر مجھے جینا ہے۔

اور جب آپ ﷺ نیند سے بیدار ہوتے تو (اللہ تعالیٰ کا شکر کر کے) اللہ تعالیٰ کے حضور میں یہ عرض

۲۰

(الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَإِلٰهُ النُّشُورِ)

”تمام تعریفِ اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے موت طاری کرنے کے بعد ہم کو زندگی بخشی اور (بالآخر ایک نہ ایک دن قبروں سے اٹھ کر) ہمیں اُسی کے پاس جانا ہے۔“ (بخاری، مشکلۃ: کتاب الدعوۃ) نیند موت کے ساتھ کافی مشابہت رکھتی ہے اس لئے مذکورہ دونوں دعاوں میں نیند کو موت اور بیداری کو حیات سے تعبیر کیا گیا اور ان دعاوں میں موت اور قبر کی یاد دہانی بھی ہے، یہ یاد دہانی بھی کہ جیسے ہم نیند سے بیدار ہو کر بستروں سے اٹھ کر اپنے کاموں میں مشغول ہو جاتے ہیں اسی طرح ایک دن اپنی قبروں سے اٹھ کر اپنی پوری زندگی کے حساب دینے کے لئے اللہ تعالیٰ کے پاس جمع ہوں گے۔

(۷) پیٹ کے بل اوندھے لینے سے پرہیز کجئے۔ نیز اس طرح بھی نہ لیئے کہ پاؤں قبلہ کی طرف ہوں کیونکہ یہ احترام قبلہ کے منافی ہے اس کے علاوہ جس کروٹ پر اور جس طرف رخ کر کے

۱۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے اور اس کے بارے میں فرمایا ہے کہ لینٹنے کا یہ طریقہ اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔ (ترمذی مشکلۃ الجلوس الحنفی نیز دیکھئے سنن ابی داؤد ابواب النوم: ۳۳۱/۲: نیز فرمایا کہ یہ دوزخیوں کے لینٹنے کا طریقہ

ہے۔ (ابن ماجہ مشکلۃ باب الحجوس.....)

یا جس طرف پاؤں کر کے لیٹا جائے اس میں کوئی حرجنہیں البتہ اگر جگہ میں گنجائش ہو اور آسانی کے ساتھ اس طرح لیٹ سکتے ہوں جیسا کہ نمبر ۶ میں گزر چکا تو زیادہ بہتر ہے۔ اگر کوئی داہنا ہاتھ داہنے رخسار کے نیچے رکھ کر نہیں سو سکتا تو اس کو چاہئے کہ ابتداءً اسی بہتر طریقے پر لیٹے پھر جب چاہے کروٹ بدلتے۔

(۸) جب آپ کوئی ایسا خواب دیکھو جس سے آپ خوش ہوں تو اس خواب کو صرف اس شخص کے سامنے بیان کریں جس کو آپ خیر خواہ اور ہمدرد سمجھتے ہوں (اور وہ خواب کی تعبیر بھی جانتا ہو) اگر آپ نے کوئی ایسا خواب دیکھا جس سے ڈر لگے اور آپ اس کو پسند نہیں کرتے تو باسیں طرف تین بار تھوکیں اور تین بار اس خواب کی برائی اور شیطانی کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگیں اور اپنی کروٹ تبدیل کر دیں (یا اٹھ کر نماز پڑھیں) اور کسی کے سامنے اس خواب کا ذکر نہ کریں تو اس خواب کی وجہ سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔

اگر کوئی شخص سوتے میں ڈرجاۓ تو یوں دعا کرے:

(أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَاتِ مِنْ غَضَبِهِ وَعِقَابِهِ وَشَرِّ عِبَادِهِ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ وَأَنْ يَحْضُرُونَ)

”میں اللہ تعالیٰ کے پورے کلمات کے ذریعہ پناہ مانگتا ہوں اس کے غضب سے اس کی سزا اور عذاب سے اور اس کے بندوں کی برائی سے اور شیطان کے وساوس اور اثرات سے اور اس بات سے کہ شیاطین میرے پاس آئیں۔“ (ترمذی، ابو داؤد، مشکلۃ: باب الاستغاثة)

(۹) تہجد کی نیت سے سوئیں اور جانے کے لئے مناسب انظام بھی کریں ورنہ نیت صرف ایک خواہش ثابت ہوگی۔ مثلاً ثائم پیس جانے کے لئے لگائیں یا کسی کو کہہ دیں کہ اگر آپ بیدار ہو جائیں تو مجھے بھی اٹھائیں، اگر کوئی ایسا انظام نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کے حضور درخواست کریں کہ یا اللہ! تہجد کے لئے بیداری اور تہجد پڑھنے کی توفیق عنایت فرمائیے ۲۔ تہجد کے فضائل اگرچہ اسی کتاب کے کتاب الصلوٰۃ میں گزر چکے ہیں تاہم اس کی اہمیت کے پیش نظر اختصار کے ساتھ یہاں بھی اس کے چند فضائل نقل کرتا ہوں۔

۱۔ یہ طریقہ خود نبی کریم ﷺ نے بتایا ہے اور فرمایا ہے کہ اس طرح کرنے سے وہ خواب اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ دیکھئے بخاری، مسلم، ترمذی، ابو داؤد، مشکلۃ: کتاب الرویا۔

۲۔ اس کا مطلب نہیں کہ دعا صرف اس صورت میں ہوگی جبکہ ثائم پیس نہ ہو بلکہ مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں دعا و درخواست توہر حال میں کرنی چاہئے البتہ جب کوئی انظام نہ ہو سکتے پھر دعا پر اتفاق کیجئے۔

## تہجد کے فضائل!

(۱) نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

”فرض نماز کے بعد سب سے افضل نماز آدمی رات (یعنی تہجد) کی نماز ہے۔“

(صحیح مسلم: کتاب الصیام باب فضل صوم المحرم: ۳۶۸)

(۲) آپ ﷺ نے فرمایا جس شخص کی رات کو آنکھ کھل جائے اور پھر وہ یہ پڑھے:

(لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ

فَدِيرُ الْحَمْدُ لِلَّهِ سُبْحَانَ رَبِّ الْأَنْبَارِ وَاللَّهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ اس کے بعد یہ دعا کر کے کہ :اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي

”اے اللہ! میری مغفرت فرمادیجئے یا کوئی اور دعا کرے تو اس کی دعاقبول کی جاتی ہے پھر اگر وہ خصوکر کے نماز پڑھنے لگ جائے تو اس کی نماز قبول کی جاتی ہے۔“ (صحیح بخاری: کتاب التہجد باب فضل من تعارف اللیل فصلی)

(۳) ایک روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ ”جس وقت تہائی رات رہ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے فرماتا ہے کہ ”کون ہے جو مجھ سے دعا کرے اور میں اس کی دعا کو قبول کرو۔ کون ہے جو مجھ سے مانگے اور میں اس کو عطا کرو۔ کون ہے جو مجھ سے بخشش مانگے اور میں اس کی بخشش کرو۔“ (بخاری: کتاب الدعوات باب الدرع النصف للیل: ۲۳۶، مسلم: باب صلوٰۃ اللیل: ۲۵۸)

(۴) حضرت ابو مامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”تم ضرور تہجد پڑھا کرو کیونکہ وہ تم سے پہلے صالحین کا طریقہ رہا ہے اور اس سے تمہیں اپنے رب کا قرب حاصل ہو گناہوں کے برے اثرات کو مٹانے والی اور گناہوں کو روکنے والی ہے۔“ (ترمذی، ابن ابی الدنيا و ابن خزیمہ والحاکم و قال الحاکم صحیح علی شرط البخاری کذافی الترغیب: ۱/۲۵۷)

(۵) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”جو شخص تہجد پڑھنے کا لے ترمذی کی روایت میں سچان اللہ پہلے ہے اس کے بعد ”الحمد للہ“ ہے یعنی اس میں اس طرح ہے کہ سچان اللہ و الحمد للہ ولا اللہ الا اللہ و اللہ اکبر.....

عادی ہواور (کسی رات) نیند کے غلبہ کی وجہ سے آنکھ نہ کھلی تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے تہجد کا ثواب لکھ دیتا ہے اور اس کا سونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر ایک انعام ہے (کہ بغیر تہجد پڑھے اسے اس رات) تہجد کا ثواب مل جاتا ہے۔“ (رواه مالک، ابو داؤد، النسائی، ابن ابی الدنیا کذافی الترغیب: ۱/۲۰۹)

(۶) حضرت ابو الدرداء رض سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

”جو شخص رات سونے کے لئے بستر پر آئے اور اس کی نیت رات کو تہجد پڑھنے کی تھی لیکن وہ ایسا سویا کہ صبح ہی اٹھا تو اس کے لئے اس کی نیت پر تہجد کا ثواب لکھا جائے گا اور اس کا سونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک انعام ہے۔“ (نسائی، ابن ماجہ و ابن خزیمہ کذافی الترغیب: ۱/۲۰۹)

(۷) اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں تہجد گزار ایمانداروں کے بارے میں فرماتا ہے:

﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أَخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرْةِ أَعْيُنٍ﴾

”پس کسی کو یہ خبر نہیں کہ ان لوگوں کے لئے (ان کے اعمال کے صلہ میں) آنکھوں کی ٹھنڈک کی کیا (نعتیں، راحتیں، لذتیں اور عزتیں) چھپا رکھی گئی ہے۔ (سورۃ السجدة: ۱۷)

حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

”اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ چیزیں تیار کی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی کے دل پر ان کا خیال گزرا ہے اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے فرمایا (اگر اس بات کی قرآن مجید سے) تصدیق کرنا چاہو تو یہ آیت پڑھلو۔ ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أَخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرْةِ أَعْيُنٍ﴾ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ: باب صفة الجنة و اهلها)

نیز نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ”قیامت کے دن ایک اعلان کرنے والا (فرشته اللہ تعالیٰ کے حکم سے) اعلان کرے گا کہ وہ لوگ کہاں ہیں جن کے پہلو بستروں سے الگ رہتے تھے (یعنی تہجد گزار لوگ کہاں ہیں؟) تو وہ لوگ کھڑے ہو جائیں گے اور وہ تحوڑے سے ہوں گے پس وہ جنت میں بغیر حساب کے داخل ہو جائیں گے پھر (اس کے بعد) دوسرا لوگوں کو حساب کے لئے بلا یا جائے گا۔“ (رواه لبیقی، ترغیب: ۱/۲۳۶)

اللہ تعالیٰ ہم کو تہجد گزار اور نیک صالح بندوں میں شامل فرمائے۔ آمین

### خوشی کے آداب!

انسان کو جن چیزوں سے خوشی حاصل ہوتی ہے وہ بہت کثرت سے ہیں مثلاً مال و دولت، اولاد، عہدہ، شادی و بیاہ، فتح و عید اور علم و فضل غرض انسان کو پنی زندگی میں بہت سے موقع ایسے پیش آتے ہیں جن میں وہ خوشی کا اظہار کرتا ہے لیکن یہ خوشی جب حد انتہا سے بڑھ جاتی ہے تو انسان فخر و غرور میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ انسان کو اللہ تعالیٰ خوشی اور تنگی دونوں حالتوں میں آزماتا ہے اور خوش حالی کا امتحان بہت سخت ہوتا ہے اور اس میں بہت کم لوگ پاس ہوتے ہیں اور بہت کم لوگ غرور و فخر کے بجائے ایسے حالات میں شکرا اور تواضع کی راہ کو اختیار کرتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِعْمَلُوا إِلَى دَاءِ دُشْكُرًا طَوْقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِي الشَّكُورُ﴾ (سورہ سبا: ۱۳)

”اے آل داؤ دشکرگزاری کے ساتھ عمل کرو اور میرے بندوں میں تھوڑے ہی شکرگزار ہیں۔“

اور اسی ناشکری کی وجہ سے بہت سے لوگ اور بہت سی قومیں دنیا میں بھی عذاب میں مبتلا ہو گئی ہیں۔

اسلام نے خوشی کے موقع میں معتدل طریقہ پر اظہار مسرت کی اجازت بھی دی ہے اور اس کے معتدل طریقے و آداب بھی بتائے ہیں، وہ طریقہ اور آداب یہ ہیں:

(۱) خوشی کے موقع میں خوشی کا اظہار کرنا اور خوشی منانا صرف مباح اور جائز نہیں بلکہ ثواب بھی ہے بشرطیکہ خوشی شرعی حدود میں ہو اور انسان کو چاہئے کہ دل کی گہرائیوں سے اللہ تعالیٰ کا شکر کرے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس کو یہ خوشی حاصل ہوئی۔ اگر کوئی بڑی خوشی حاصل ہو تو دورکعت نفل شکرانہ یا سجدہ شکر بجالانا چاہئے نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام ﷺ کا یہی طریقہ تھا کہ ان کو جب کوئی مسرت آمیز واقعہ پیش آتا تو سجدہ میں گر جاتے مثلاً حضرت کعب بن مالک ؓ کی توبہ جب اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اور ان کو اس کی اطلاع ہو گئی تو وہ سجدہ میں گر پڑے۔

حضرت ابی بکرۃ ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کو جب کوئی مسرت کی بات پہنچتی یا آپ ﷺ کو خوشخبری دی جاتی تو آپ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے سجدہ میں گر پڑتے۔ (ابوداؤد: کتاب الجہادج: ۲، باب فی سجود الشکر: ۲۷)

(۲) شادی بیاہ کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے کچھ اچھے گیت، گنوں اور دفعہ بجائے کی بھی اجازت دے دی ہے جیسا کہ اس کا بیان اسی کتاب کے شعر کا بیان میں موجود ہے۔ اسی طرح عید اور دوسرا خوشیوں کے موقع پر بھی کچھ اچھے اشعار گانے میں کوئی حرج نہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ عید کے دن میرے پاس انصار کی دلوں میاں جو پیشہ در گانے والیاں نہ تھیں وہ اشعار گارہی تھیں جو انصار نے بُعاشر کے لڑائی کے متعلق کہے تھے اسی حالت میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے اور کہا کہ شیطان کے مزایم اور (وہ بھی) رسول اللہ ﷺ کے گھر میں نبی کریم ﷺ نے اپنے چہرہ انور سے کپڑا ہٹا کر فرمایا اے ابو بکر! رہنے دو ہر قوم کی ایک عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید ہے۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ باب صلوٰۃ العیدین)

(۳) خوشیوں کے موقع پر ایسے اشعار منوع ہیں جن میں فخش اور بے حیائی کی باتیں ہوں یا ان کی وجہ سے عقیدے میں خرابی کے آنے کا احتمال ہو۔ حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء کا نکاح ہوا تو رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور بیٹھ گئے اس وقت چند لڑکیاں دف بجا بجا کر حضرت ربیع بنت معوذؓ کے ان بزرگوں کی تعریف میں اشعار گانے لگیں جو غزوہ بدرا میں شہید ہوئے تھے اسی حالت میں ایک لڑکی نے یہ مصرع گایا:

وَفِينَانَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِي غَدِ

”اور ہم میں ایک نبی ہے جو کل ہونے والی باتوں کو جانتا ہے۔“

یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ”اس کو چھوڑ دو بلکہ جو کچھ تم پہلے گارہی تھیں اسی کو گاؤ۔“

(بخاری، مشکوٰۃ باب اعلان النکاح)

(۴) خوشی میں ایسے مست بھی نہ ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہونے لگے اور نہ اظہار مسرت ایسا ہو جو غور و فخر کی شان لئے ہوئے ہو واللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَنْفِرُ حُمُوْبِمَا أَتَكُمْ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ﴾

”اور نہ اس چیز پر فخر کرو جو اللہ تعالیٰ نے تم کو دیا ہے اور اللہ تعالیٰ اترانے والے اور فخر کرنے

والے کو پسند نہیں کرتا۔“ (حدید: ۲۳)

(۵) خوشیوں کے موقع پر دعوت کرنا بھی اچھا ہے جس میں دوستوں اور عزیزوں کو جمع کیا جائے خصوصاً شادی و بیان میں تو یہ دعوت مستون ہے۔ شادی و بیان کے موقع پر جو دعوت کی جاتی ہے اس کو ولیمہ کہا جاتا ہے اس میں صرف دوستوں اور عزیزوں کو نہیں بلکہ فقیروں اور مسکنبوں کو بھی شریک کیا جائے جیسا کہ اس کا بیان نکاح کے بیان میں گزر چکا ہے۔

(۶) خوشی و مسرت کے موقع پر خصوصاً عید کے دن صفائی سترہ ای اور نہانے دھونے کا اہتمام بھی مستون ہے حیثیت کے مطابق اچھا لباس بھی پہنانا چاہئے اور خوبصورتی لگانی چاہئے۔ خوشیوں کے موقع پر عدمہ کھانا تیار کیجئے ہل و عیال اور بچوں کو بھی موقع دیجئے کہ وہ جائز قسم کی تفریخ اور کھیلوں سے جی بھلا کیں۔ حسب توفیق ان کے لئے بھی اپنے لباس کا انتظام کریں۔ (دیکھئے صحیح بخاری: ج: ۲: باب الحراب والدرق یوم العید)

(۷) خوشی کے دن طبیعت کو ذرا آزاد چھوڑ دیا کریں کہ آپ کے چہرے پر خوشی کے آثار نمایاں ہوں اور ایسے موقع میں جائز و مناسب تفریحی مشاغل بھی اختیار کیجئے۔

(۸) نکاح، شادی اسی طرح کے دوسرے خوشی کے موقعوں پر دوستوں اور عزیزوں کو کچھ تحفہ بھیجنा بھی درست ہے اس سے تعلقات میں تازگی اور مضبوطی پیدا ہوتی ہے اور راہنمی محبت والفت میں اضافہ ہوتا ہے البتہ تحفہ اپنی حیثیت کے مطابق ہونا چاہئے اس میں نام و نمود سے بچنا ضروری ہے، نیز یہ کہ تھنے، تھاناف بدله کے طور پر نہ ہوں بلکہ خالص اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر ہوں۔ اس کی پوری تفصیل ہدیہ اور تھنے کے بیان میں موجود ہے۔ (نیز دیکھئے نسائی: کتاب النکاح باب الهدیۃ لمن عرس)

(۹) اپنی خوشی میں دوسروں کو بھی شریک کیجئے اسی طرح دوسروں کی خوشی میں خود بھی شرکت کر کے دوستوں اور عزیزوں کی خوشی و مسرت میں اضافہ کریں اور خوشی کے موقع پر مبارکباد بھی دیا کریں۔

حضرت کعب بن مالک رض کی توبہ جب قبول ہو گئی اور مسلمانوں کو معلوم ہوا تو جو درجات ان کے پاس مبارکباد دینے کے لئے آئے اور اٹھا مسرت کرنے لگے یہاں تک کہ حضرت طلحہ رض کی مبارکباد اور اٹھا مسرت سے حضرت کعب رض اس قدر متاثر ہوئے کہ زندگی بھر یاد کرتے رہے۔ حضرت کعب رض نے بڑھا پے

کے زمانہ میں اپنے بیٹے عبد اللہ کو اپنی آزمائش اور توبہ کا واقعہ سنایا تو خصوصیت کے ساتھ حضرت طلحہ رض کے اظہارِ مسرت کا ذکر کیا اور فرمایا کہ میں طلحہ رض کی مبارکباد اور جذباتِ مسرت کو کبھی نہیں بھول سکتا۔ (صحیح بنخاری: کتاب المغازی باب حدیث کعب بن مالک ۲/۶۳۶)

حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کے نکاح پر اس کو مبارکباد دیتے تو یوں فرماتے:

(بَارَكَ اللَّهُ لَكَ وَبَارَكَ عَلَيْكَ وَجَمَعَ بَنِكُمَا فِي خَيْرٍ)

”تیرے لئے اللہ مبارک کرے (اور تمہیں خوش حال رکھے) اور تم پر برکت نازل فرمائے اور تم دونوں کو خیر و خوبی کے ساتھ جمع رکھے۔“ (ابوداؤد، ترمذی: کتاب النکاح باب مایقال للمتزوج)

(۱۰) جب کوئی عزیز یادوست کسی دور دراز سفر سے آئے تو اس کا استقبال کرنا چاہئے اس کے واپس آنے اور اپنے مقصد میں کامیاب ہونے پر خوشی کا اظہار کیجئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ توبک سے واپس تشریف لائے تو مسلمان مرد اور بچے آپ کے استقبال کے لئے ثانیہ الوداع تک پہنچے۔ (دیکھئے ابو داؤد: کتاب الجہاد: ج ۲: باب فی التلقی)

اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کرمه سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے تو مسلمان مرد، عورتیں، بچے اور بچیاں سب ہی آپ کے استقبال کے لئے نکل آئے اور بچیاں خوشی سے گیت گاری تھی جیسا کہ اس کا بیان شعر کے بیان میں گزر چکا ہے۔

## ہنسنے اور مسکرانے کا بیان!

خوشی اور بُنی کے موقع پر ہنسنایا مسکرانا بھی انسانی فطرت کا تقاضا ہے، یہ کوئی خوبی کی بات نہیں کہ آدمی مجلس اور ملاقاتوں کے دوران ترش رور ہے حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب صحابہ کرام رض سے ملتے تھے تو ہمیشہ مسکرا کر ملتے تھے۔ اس کی وجہ سے باہمی الافت، محبت اور خلوص میں اضافہ ہوتا ہے اور مسکرا کر ملنا کا رثواب اور صدقہ بھی ہے چنانچہ حضرت ابوذر رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(تَبَسَّمُكَ فِي وَجْهِ أَخِيكَ لَكَ صَدَقَةٌ) (ترمذی: باب البر والصلة باب ماجاء في صالح المعروف)

”اپنے (مسلمان) بھائی کے سامنے تیر مسکرانا (بھی) تیرے لئے صدقہ ہے۔“

حضرت عبداللہ بن حارث رض کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مسکرانے والا کوئی اور

نہیں دیکھا۔ (ترمذی، مشکوٰۃ: باب الصحک)

حضرت جریر رض کا بیان ہے کہ جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دیکھتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیتے۔

(بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

حضرت جابر بن سمرة رض فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس نماز فجر پڑھتے وہاں سے اس وقت تک نہیں اٹھتے جب تک سورج طلوع نہ ہو جاتا پھر جب سورج طلوع ہو جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو جاتے اور (نماز فجر کے بعد سے اشراق تک) اس دوران صحابہ کرام صلی اللہ علیہ وسلم زمانہ جاہلیت کی باقی (بھی) کیا کرتے تھے اور (زمانہ جاہلیت کے خرافات اور حماقتوں کو یاد کر کے) ان پر ہنسا بھی کرتے تھے (ان خرافات اور حماقتوں کو سن کر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی بسم فرماتے تھے (یعنی مسکراتے تھے)۔ (مسلم)

ترمذی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ اس دوران صحابہ کرام صلی اللہ علیہ وسلم اشعار (بھی) پڑھتے اور سنت۔ (دیکھئے مشکوٰۃ: باب الصحک)

قہقهہ اور کھلکھلا کر ہنسنا اور ہنسنے میں حد سے تجاوز درست نہیں!

یہاں یہ بات بھی یاد کھنی چاہئے کہ ہنسنے میں حد سے تجاوز ہر وقت ہنسی مذاق کرنا کھلکھلا کر ہنسنا اور قہقہے لگانا بھی ناپسندیدہ ہیں۔ اب اس سے متعلق بھی چند حدیثوں کو پڑھ لیجئے:

(۱) حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ ابو القاسم (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر تمہیں وہ کچھ معلوم ہو جائے جو مجھے معلوم ہے تو یقیناً تمہارا رونا زیادہ اور ہنسنا کم ہو جائے گا۔ (بخاری، مشکوٰۃ: باب البرکاء والخوف)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد میں امت کے لئے یہ ہدایت ہے کہ وہ موت اور آخرت کی ہولناکیوں کو یاد رکھیں اور اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی خشیت کو مسلط کریں اور یہی احساسات رونے اور فکر آخرت کے باعث ہوتی ہیں، نیز مسلمانوں کو چاہئے کروہ جاہل اور غافل لوگوں کی طرح بہت زیادہ ہنسی مذاق اور بہت زیادہ راحت

وآرام سے اجتناب کریں۔

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت سے وہ فرماتی ہیں کہ:

(مَارَأَيْتُ النَّبِيًّا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَجِعًا قَطْ ضَاحِكًا حَتَّى أَرَى مِنْهُ لَهْوَاتِهِ  
إِنَّمَا كَانَ يَتَبَسَّمُ) (بخارى، مشكوة: باب التبسم والضحك)

”میں نے نبی کریم ﷺ کو کبھی پوری طرح کھل کر بہتے ہوئے نہیں دیکھا کہ آپ کے دہن مبارک کا اندر وہی حصہ (تالو یا حلق کا کوایا مسوڑہ) مجھے نظر آیا ہو لس آپ تو مسکراتے تھے۔“ آپ ﷺ کی عادت شریفہ مسکرانا ہی تھی البتہ کبھی کبھی جب ہنسی کا غلبہ ہو جاتا تو آپ اس طرح بھی مسکراتے تھے کہ دہن مبارک کسی قدر کھل جاتے تھے چنانچہ بعض روایات میں ہے:

(ضَحِكَ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ)

”آپ کو ایسی بھی آئی کہ اندر کی داڑھیں ظاہر ہو گئیں۔“ (ما خوذ از معارف الحدیث: ۲۰۲/۶)

(۳) حضرت ابوسعید خدری رض سے روایت ہے کہ ایک دن نبی کریم ﷺ نماز کے لئے (مسجد میں) تشریف لائے تو آپ رض نے لوگوں کو اس حال میں دیکھا کہ گویا وہ محل کھلا کر ہنس رہے ہیں (یہ حالت چونکہ غفلت کی علامت تھی اس لئے) آپ رض نے (ان کی اصلاح حال کے لئے) فرمایا خبردار اگر تم لذتوں کو توڑنے والی چیز یعنی موت کو زیادہ یاد کرو تو وہ تم کو اس (طرح غافل لوگوں طرح ہنسنے) سے باز رکھے جس کو میں دیکھ رہا ہوں لہذا موت کو زیادہ یاد کیا کرو۔ حقیقت یہ ہے کہ قبر پر کوئی ایسا دن (یعنی کوئی ایسا وقت) نہیں گزرتا جس میں وہ یہ نہ پکارتی ہو کہ میں مسافرت کا گھر ہوں، میں تہائی کا گھر ہوں، میں مٹی اور کٹیڑے مکوڑوں کا گھر ہوں اور (اس کے بعد آپ نے فرمایا) جب کسی (حقیقی) مؤمن بندہ کو دن کیا جاتا ہے تو زمین (خوشی سے باغ باغ ہو کر) کہنے لگتی ہے مر جا خوب آئے اور اپنے گھر ہی آئے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ تم میرے نزدیک ان لوگوں میں سب سے زیادہ پیارے تھے جو میرے اوپر چلتے تھے اور آج تم میرے پرد کر دیئے گئے ہو اور میرے پاس آگئے ہو تو اب تم دیکھو گے کہ (تمہاری خدمت اور راحت رسانی کے لئے) میں تمہارے ساتھ کام سلوک کرتی ہوں۔ آپ رض نے فرمایا پھر وہ زمین اس بندہ

کے لئے حدِ نگاہ تک وسیع ہو جاتی ہے اور اس کے لئے جنت کی طرف سے ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ اور جب کوئی فاسق، بدکار یا کافر آدمی فن کیا جاتا ہے تو زمین (غصبناک ہو کر) اس سے کہتی ہے کہ جتنے آدمی میرے اوپر چلتے تھے ان سب سے زیادہ مبغوض مجھے تو ہی تھا اور آج تو میرے حوالے کر دیا گیا ہے اور میرے قبضے میں آگیا ہے اب تو دیکھے گا کہ میں تمہارے ساتھ کیا معاملہ کرتی ہوں آپ ﷺ نے فرمایا پھر وہ زمین ہر طرف سے اس کو چھپتی ہے یہاں تک کہ اس سے اس کی پسلیاں ادھر سے ادھر ہو کر ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر ہم کو اس کا نقشہ دکھایا، اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ ستر اڑد ہے اس پر مسلط کر دیئے جاتے ہیں جن میں ایک بھی اگر زمین پر پھنس کار مارے تو رہتی دنیا تک وہ زمین سبزہ نہ اگائے گی، پھر یہ اڑد ہے اس کو برابر کاٹتے اور نوچتے رہیں گے یہاں تک کہ (قیامت کے روز) اس کو حساب کے لئے لے جایا جائے گا۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ قبر جنت کے باغچوں میں سے ایک باغچہ ہے یادو زخ کے گڑھوں میں سے آگ کا ایک گڑھا ہے۔ (ترمذی، مشکلۃ: باب البرکاء والخوف)

### عيادت اور بیمار پر پسی کا بیان!

بیمار کی عیادت میں بیمار کی تیمارداری، غنخواری، خدمتِ گزاری اور اس کی بیماری کی حالت کو پوچھنا سب شامل ہیں۔ عیادت ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان بھائی کا دینی حق ہے اور مریض کی غنخواری، خیرخواہی اور تعاون سے غفلت بر تادر اصل اللہ تعالیٰ سے غفلت ہے۔

نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث میں یوں آیا ہے کہ:

”قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے آدم کے بیٹے۔ میں بیمار تھا اور تو نے میری عیادت نہیں کی بندہ کہے گا کاے میرے پروردگار! آپ ساری کائنات کے رب بھلا میں آپ کی عیادت کیسے کر سکتا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میر افلاں بندہ بیمار پڑا تو نے اس کی عیادت نہیں کی اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے وہاں پاتا (یعنی میری خوشنودی اور میری رحمت کا مستحق قرار پاتا)۔“ (مسلم، مشکلۃ)

حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جب کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے یا اس سے ملاقات کے لئے جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (دنیا و آخرت کے لحاظ سے) تم اچھے، تمہارا چلنا اچھا اور تم نے جنت میں ٹھکانا بنالیا۔“ (ترمذی، مشکلہ)

حضرت ثوبان رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

”جب کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے تو وہ واپس آنے تک جنت کے باغ میں ہوتا ہے۔“ (مسلم، مشکلہ: کتاب الجہنم)

نیز نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص اچھی طرح وضو کرے اور ثواب کی نیت سے مسلمان بھائی کی عیادت کرے تو اس کو ساٹھ برس کی مقدار کے برابر جہنم سے دور کیا جاتا ہے۔ (ابوداؤد، مشکلہ)

نیز فرمایا: ”جب کوئی مسلمان کسی بیمار مسلمان کی صبح کو عیادت کرتا ہے تو ستر ہزار فرشتے شام تک اس کے لئے دعا کرتے ہیں اور جب وہ شام کو عیادت کرتا ہے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے دعا کرتے ہیں اور اس کے لئے جنت میں ایک باغ ہوتا ہے۔“ (ترمذی، ابوداؤد، مشکلہ)

عیادت اور بیمار پر سی کے آداب!

(۱) جب آپ کسی مسلمان کے پاس جائیں تو اس سے اس کی صحت اور زندگی کے بارے میں تسلی کی باتیں کریں اور اس کے دل کو خوش کریں (مثلاً یہ کہ تمہاری حالت بہتر ہے ان شاء اللہ تعالیٰ جلد تدرست ہو جاؤ گے اس کے سامنے ایسی باتوں سے گریز کریں جن کی وجہ سے وہ اپنی زندگی یا صحت سے ما یوس ہو جائے)۔ (ترمذی، ابن ماجہ، مشکلہ)

(۲) مریض کے لئے ممکن تعاون پیش کرے اگر اسے مال کی ضرورت ہے اور آپ اس کی مالی مدد کر سکتے ہیں تو بغیر مانگے اس سے مالی تعاون کریں اگر کسی اچھے ڈاکٹر و طبیب کو جانتے ہوں تو اس کی طرف اس کی توجہ دلائیں اگر آپ خود ڈاکٹر اور طبیب ہوں تو اس کا علاج نہایت ہمدردی سے کریں۔

(۳) مریض کے لئے صحت کی دعا کیجئے اگر کوئی دم یاد ہے تو اس پر دم بھی کریں۔

جب کوئی آدمی بیمار ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اپنا دہنہ اتھاں کے جسم پر پھیرتے اور پھر یہ دعا پڑھتے:  
 (أَذْهَبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاءٌ كَشِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقْمًا) (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

حضرت عثمان بن ابی العاص ؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے درد کی شکایت کی جوان کے بدن کے کسی حصہ میں تھا تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا تم اس جگہ اپنا ہاتھ رکھو جہاں تکلیف ہے اور تین دفعہ کہو "بِسْمِ اللَّهِ" اور سات دفعہ کہو "أَعُوذُ بِعَزْلَةِ اللَّهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا أَجْدُو وَأَحَذِرُ" حضرت عثمان بن ابی العاص ؓ کہتے ہیں کہ میں نے ایسا ہی کیا تو اللہ تعالیٰ نے میری تکلیف دو فرمادی۔ (مسلم، مشکوٰۃ)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

"نَبِيٌّ كَرِيمٌ ﷺ جَبْ خَوْدِ بِيَارٍ هُوَتَ تُوْ مُعَوِّذَاتٍ (یعنی سورۃ الفلق اور سورۃ الناس) پڑھ کر اپنے او پر دم فرمایا کرتے تھے اور دست مبارک کو اپنے جسم پر پھیرتے، پھر جب آپ کو وہ بیماری لاحق ہوئی جس میں آپ ﷺ نے وفات پائی تو میں وہی مُعَوِّذَات پڑھ کر آپ پر دم کرتی جن کو پڑھ کر آپ ﷺ دم کیا کرتے تھے اور آپ ﷺ کا دست مبارک آپ کے جسم پر پھیرتی۔" (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

مُعَوِّذَات سے مراد بظاہر "قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ" اور "قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ" ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ دعائیں مراد ہوں جن میں اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کی جاتی ہے جو آپ بیماروں پر اکثر دم کیا کرتے تھے۔ (معارف الحدیث)

حضرت عبد اللہ بن عباس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا پڑھ کر حضرت حسن و حسین ؓ کو اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتے تھے:

(أُعِيدُ كُمَابَكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَةِ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّهَامَةٍ وَعَيْنٍ لَّامَةٍ)

اور آپ ﷺ (ان سے) فرماتے کہ تمہارے جدا مجدد ابراہیم علیہ السلام اپنے دونوں صاحبزادوں اسماعیل اور اسحق پر ان کلمات سے دم کرتے تھے۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

حضرت ابوسعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ جبراہیل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس آئے

اور کہا کہ ”اے محمد! کیا آپ بیمار ہیں؟“ آپ ﷺ فرمایا کہ ہاں تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے یہ الفاظ پڑھ کر آپ ﷺ کو دم کیا۔

(بِسْمِ اللَّهِ أَرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِنُكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ أَوْعَيْنَ حَاسِدٌ اللَّهُ يَشْفِيْكَ  
بِسْمِ اللَّهِ أَرْقِيْكَ) (مسلم، مشکوٰۃ)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو کسی مسلمان کی عیادت کرے پھر وہ سات بار یہ دعا کرے ”أَسْأَلُ اللَّهَ الْعَظِيْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ أَنْ يَشْفِيْكَ“ تو اس مریض کو شفادی جاتی ہے مگر یہ کہ اس کی موت ہی آچکی ہو۔ (ابوداؤد، ترمذی، مشکوٰۃ)

(۲) مریض کے ساتھ زیادہ دریتک نہ بیٹھئے اور نہ شور و غل کیا جائے البتہ اگر مریض آپ کا کوئی بے تکلف دوست یا عزیز ہو اور وہ خود آپ کو بٹھائے رکھنے یا آپ کی خدمت گزاری کا خواہشمند ہو یا ضرورت مند ہو تو آپ ضرور اس کا دل خوش کیجئے۔

(۵) مریض کے رشتہ داروں اور متعلقین سے بھی مریض کا حال پوچھئے اور ان سے ہمدردی کا اظہار کیجئے۔  
(۶) مریض کے گھر عیادت کے لئے جائیں تو اہر اہر دیکھنے، نظر دوڑانے اور اوپنی اوپنی بالتوں سے پرہیز کریں۔

(۷) مریض سے اپنے لئے بھی دعا کرایا کریں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”جب تم کسی مریض کے پاس جاؤ تو اس سے اپنے لئے دعا کی درخواست کیا کرو کیونکہ مریض کی دعا ایسی ہے جیسے فرشتوں کی دعا۔“ (ابن ماجہ، مشکوٰۃ)  
فرشتے چونکہ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور حکم پا کر ہی دعا کرتے ہیں اس لئے ان کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مریض کی دعا کو بھی اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے۔

رنج، غم اور خوف و ہراس کے آداب!

مصادیب، بیماری، شکست، مالی و جانی نقصان میں دین اسلام نے جو ہدایات دی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے:

(۱) جس طرح خوشی و سرسرت کے اظہار میں بے اعتدالی منوع ہے اسی طرح رنج و غم میں بے اعتدالی منوع ہے۔

(۲) جب کسی رنج و غم کی خبر سنیں یا کوئی نقصان ہو جائے یا کسی ناگہانی مصیبت میں خدا خواستہ گرفتار ہو جائیں تو فوراً ”إِنَّ اللَّهَ وَإِنَّا لِيَهُ رَاجِعُونَ“ ہم خاص اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

مطلوب یہ ہے کہ ہمارے پاس جو کچھ بھی ہے سب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے، اسی نے دیا ہے اور وہی لینے والا ہے ہم بھی اُسی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں، ہم ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہیں اس کا ہر کام مصلحت، حکمت اور انصاف پر منی ہے وہ جو کچھ کرتا ہے کسی بڑے خیر کے پیش نظر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَنَبْلُونَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ طَ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ وَإِنَّا لِيَهُ رَاجِعُونَ ۝ أُولَئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوةٌ مُّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُهَنَّدُونَ﴾

”اور ہم ضرور تم کو آزمائیں گے کچھ خوف و خطرہ اور بھوک سے، مالوں اور جانوں کے نقصان، پھلوں (اور جانوں) کی کمی سے اور خوشخبری دیجئے ان لوگوں کو جو صبر کرنے والے ہیں وہ جن کا حال یہ ہے کہ جب ان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں ”إِنَّ اللَّهَ وَإِنَّا لِيَهُ رَاجِعُونَ“ یہی لوگ ہیں جن پران کے رب کی طرف سے بڑی عنایات اور رحمت ہو گئی اور یہی لوگ ہیں جو راہ ہدایت پر ہیں۔“ (بقرہ: ۱۵۳ تا ۱۵۷)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس مسلمان پر کوئی مصیبت آئے (اور کوئی چیز نبوت ہو جائے) اور وہ اس وقت وہ کہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے یعنی ”إِنَّ اللَّهَ وَإِنَّا لِيَهُ رَاجِعُونَ، اللَّهُمَّ أَجِرْنِي فِي مُصِيبَتِي وَآخْلُفْ لِي خَيْرًا مِّنْهَا“ ہم خاص اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں اور ہم سب اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں اے اللہ! مجھے میری مصیبت میں اجر عطا فرم اور (جو چیز مجھ سے لے لی گئی ہے) اس کے بجائے اس سے بہتر مجھے عطا فرم۔

(ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ) جب میرے پہلے شوہر ابو سلمہ کا انتقال ہوا تو میں نے دل میں کہا کہ میرے شوہر ابو سلمہ سے کون مسلمان اچھا ہو سکتا ہے؟ وہ سب سے پہلے مسلمان تھے جنہوں نے اپنے تمام

گھر بار کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی طرف ہجرت کی (لیکن رسول اللہ ﷺ کی تعلیم کے مطابق) میں نے ان کی وفات کے بعد یہ (مذکورہ) کلمات کہے تو اللہ تعالیٰ نے ابو سلمہ کی جگہ رسول اللہ ﷺ مجھے نصیب فرمائے۔ (صحیح مسلم، مشکوٰۃ: کتاب الجنازہ باب یا یقال عند من حضره الموت)

یہ کلمات صرف کسی کی موت کے ساتھ خاص نہیں بلکہ اگر مال جاتا رہے یا شکست ہو جائے یا کوئی زخمی ہو جائے یہاں تک کہ دیا اور چراغ بھی بجھ جائے یا جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے یا کانٹا چبھ جائے پھر بھی اللہ تعالیٰ کے حضور مذکورہ بالا کلمات کہیں۔

حضرت ابو ہریرہ  سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "إِذَا انْقَطَعَ شَسْعُ أَحَدٍ كُنْ فَلْيَسْتَرْجِعْ فَإِنَّهُ مِنَ الْمَصَابِ" جب تم میں سے کسی کی جوتی کا تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ "أَنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ" پڑھے کیونکہ یہ بھی مصیبتوں میں سے (ایک مصیبت) ہے۔ (یہی، مشکوٰۃ: کتاب الجنازہ باب البرکاء علی المیت)

(۳) مصائب سے نہ گھبرائیں اور نہ مصیبت کے وقت شکایت اور ناشکری کے الفاظ زبان پر لا میں بلکہ صبر، تحمل اور وقار کے ساتھ مصیبتوں کو برداشت کریں۔ اگر مصائب میں جزع و فزع کے بجائے بنہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے اور صبر کرے تو یہی مصیبتوں نعمت بن جاتی ہے اور اللہ اس کی وجہ سے اس کے درجات کو بلند فرماتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ  سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(مَنْ يُرِدَ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُصْبِبُ مِنْهُ)

"جس شخص کے لئے اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ فرماتا ہے اس کو کسی مصیبتوں میں بٹلا کر دیتا ہے۔"

(موطا امام مالک، صحیح بخاری، ترغیب: ۲۸۳/۲)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس مسلمان کو کوئی بھی مصیبتوں پہنچتی ہے حتیٰ کہ اگر اسے ایک کانٹا بھی چبھ جاتا ہے (اور وہ اس پر صبر کرتا ہے) تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف فرمادیتا ہے۔ (بخاری، مسلم، ترغیب: ۲۸۵/۲)

اللہ تعالیٰ جس شخص کو جتنی سخت آزمائش اور مصیبتوں میں بٹلا کر دیتا ہے (اگر وہ صبر کرے) اللہ تعالیٰ

اتنا ہی بڑا صلہ و ثواب اس کو دے دیتا ہے۔ ۱

نیز اللہ تعالیٰ جب کسی قوم اور شخص سے محبت کرتا ہے تو اس کو مزید نکھارنے اور کندن بنانے کے لئے آزمائش میں مبتلا کر دیتا ہے۔ ۲ اور حدیثوں میں یہ بھی آیا ہے کہ کسی شخص کے لئے روزِ آخرت میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی خاص اور عالی مقام مقرر ہوتا ہے اور وہ اس مقام تک کسی عمل کی وجہ سے نہیں پہنچ سکتا مگر اللہ تعالیٰ اس کو مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے (اور پھر اس پر صبر کی توفیق بھی عنایت فرماتا ہے) تو وہ اس (عظیم) مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ ۳ بلکہ اگر اللہ تعالیٰ کے کسی بندے کو کاشا بھی چھپ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔ ۴ اس کا ایک درجہ بلند کر دیتا ہے اور ایک خطاطعاف فرمادیتا ہے۔ ۵ (تفصیل کے لئے دیکھئے الترغیب والترہیب: ح: ۳: باب الترغیب فی الصبر .... ص ۲۷۰ تا ۳۰۲ نیز اسی کتاب کے ”صبر کا بیان“ میں بھی اس کی کچھ تفصیل موجود ہے۔)

(۶) کسی بھی چھوٹی اور بڑی مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر جئے اور اس سے نجات پانے کے لئے نفی نمازیں اپنی وسعت اور استطاعت کے مطابق صدقہ کر جئے، نیزاپنی کو تاہیوں اور گناہوں پر بھی نظر ڈالنے گناہوں سے توبہ کر جئے۔ اور اس بات کو خوب جان لیں کہ نفع و نقصان کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے اور مصیبتوں کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دور نہیں کر سکتا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يُنْفَعُكَ وَلَا يُضُرُّكَ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِنَ الظَّالِمِينَ ۵۰ وَإِنْ يَمْسِسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ جَ وَإِنْ يَرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَأَرْ أَدِلْعَضِيلِهِ﴾

”اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ ان کو نہ پکارو جو تم کو نفع پہنچا سکتے ہیں اور نقصان پس اگر تم ایسا کرو گے تو بے شک تم طالبوں میں سے ہو جاؤ گے اور اگر اللہ تھیں کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا کوئی نہیں جو اس کو دور کر سکے اور اگر وہ تم کو بھلائی پہنچانا چاہے تو کوئی اس کے فضل کو روکنے والا نہیں۔“ (سورہ یونس: ۱۰۷)

۱۔ رواہ الترمذی و ابن ماجہ کے ندانی الترغیب۔ ۲۔ رواہ احمد کے ندانی الترغیب۔ ۳۔ رواہ ابو یعلی و ابن حبان فی صحیحہ

کذافی الترغیب۔ ۴۔ بخاری، مسلم کذافی الترغیب۔ ۵۔ رواہ مسلم کذافی الترغیب۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذْ سَعَيْتُمُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ طَإِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ﴾<sup>۵۰</sup>

”اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔“ (سورہ بقرہ: ۱۵۳)

حضرت خدیفہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کو جب کوئی مصیبت پہنچت تو (نفل) نماز پڑھتے۔ (ابوداؤد، مسلم: باب الطوع)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(إِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِئُ ظُلْمًا، غَضَبَ الرَّبِّ وَتَدْفَعُ مِيتَةَ السَّوْءِ)

”صدقة و خیرات اللہ تعالیٰ کے غضب کو خنثا کرتا ہے اور بری موت کو دور کرتا ہے۔“

(ترمذی، مسلم: باب فضل الصدقة)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(بَادِرُوا بِالصَّدَقَةِ فَإِنَّ الْبَلَاءَ لَا يَتَخَطَّلُهَا)

”صدقة میں جلدی کرو کیونکہ صدقہ دینے سے بلا و مصیبت نہیں بڑھتی (یعنی صدقہ کرنے سے بلا کمیں اور مصیبتوں کلتی ہیں)۔“ (مسلم: باب الانفاق)

(۵) کسی تکلیف اور حادثے پر اظہار غم ایک فطری امر ہے البتہ اس بات کا پورا پورا خیال رہے کہ غم اور مصیبت کی انتہائی شدت میں بھی زبان سے کوئی ناقص بات نہ لکھے اور نہ گریباں پھاڑا جائے، نہ گالوں پر طماںچے مارے جائیں اور نہ سرو سینہ کو پینچا جائے اس طرح کی تمام حرکتیں شریعت مطہرہ میں منوع ہیں البتہ آنسو بہانا یا فریاد کرنا جس میں ناشکری و شکایت کی آمیزش نہ ہو اور بلا پہنچنے چلائے رونے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”أَنَّابِرِي مَمِنْ حَلَقَ وَصَلَقَ وَخَرَقَ“، جو کوئی (موت اور غم کی وجہ سے) سرمنڈائے اور چلا چلا کر رونے اور کپڑے پھاڑے (اور جاہلیت کے ان طریقوں سے

اظہارِ غم کرے) تو میں اس سے بری ہوں۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ: باب البارکا علی المیت)

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

(لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُودَ شَقَّ الْجُيُوبَ وَدَعَى بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ)

”جو شخص (موت اور غمی کے موقع پر) اپنے رخساروں پر طما نچے مارے اور گریبان چھاڑے اور اہل جاہلیت کے طریقے پر واویا کرے تو وہ ہم میں سے نہیں (یعنی وہ ہمارے طریقہ پر نہیں)۔“  
(بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

حضرت سعد بن ابی وقارؓ قریب الموت تھے اور ان کے اردو گرد آدمیوں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی نبی کریم ﷺ نے جب ان کی یہ حالت دیکھی تو رونے لگے جب لوگوں نے آپ ﷺ کو روتے ہوئے دیکھا تو وہ بھی روئے لگے پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

لوگو! اچھی طرح سن لو اللہ تعالیٰ آنکھ کے آنسو اور دل کے رنج و غم پر سزا نہیں دیتا اور (زبان کی طرف اشارہ کر کے آپ ﷺ نے فرمایا) لیکن اس کی (غلطی کی) وجہ سے سزا بھی دیتا ہے اور رحم بھی کرتا ہے۔ (یعنی مصیبت اور غم کی وجہ سے زبان سے ناشکری یا اس کے دین کے بارے میں بے ادبی کے جو الفاظ انکھیں یا چلا چلا کروئے تو یہ سزا کا مستحق بن جاتا ہے اگر ”اللہ وانا الیه راجعون“ پڑھے اور استغفار پڑھے اور ایسے کلمے پڑھے جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا وسیلہ نہیں تو اسی زبان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ رحم فرماتا ہے۔ (دیکھئے مشکوٰۃ بحوالہ صحیح بخاری و صحیح مسلم)

میت پر گریہ فطری ہے نوحہ اور ماتم ناشکری ہے!

بہر حال کسی کی موت پر اس کے رشتہ داروں، دوستوں اور متعلقین کا رنجیدہ ہونا اور اس کے نتیجہ میں آنکھوں سے آنسو بہنا اسی طرح بے اختیار گریہ کے دوسرا آثار کا ظاہر ہو جانا بالکل فطری بات ہے اور یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس کے دل میں محبت اور درمندی کا جذبہ موجود ہے جو انسانیت کا ایک قیمتی اور پسندیدہ جذبہ ہے اس لئے شریعت نے اس پر پابندی نہیں لگائی بلکہ ایک درجہ میں اس کی تحسین اور قدر افزائی کی ہے لیکن شریعت مطہرہ نے اختیاری طور پر چینے، چلانے، دھاڑیں مار مار کروئے، سر اور منہ

پئی کی سخت ممانعت فرمائی ہے کیونکہ یہ مقامِ عدبیت اور رضا بالقناط کے بالکل خلاف ہے۔ دوسرے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل و فہم کی جو بیش بہانگت عطا فرمائی ہے اور حادث کو برداشت کرنے کی جو خاص صلاحیت بخشی ہے نوحہ، ماتم اور گریبان چاک کرنا یا شکایت جیسے کلمات کا لسان اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کی ناقدری ہے۔ تیسرا یہ کہ اس سے اپنے اور دوسروں کے رنج و غم میں اضافہ ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے صاحزادے حضرت ابراہیم نے جب وفات پائی تو آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہرہ ہے تھے اور آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابراہیم ہم تیری جدائی سے مغموم ہیں لیکن ہماری زبانوں سے وہی نکلے گا جورب کی مرضی ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے مشکلاۃ بحوالہ بخاری، مسلم)

(۶) اگر مصیبت ایسی ہو جو محنت طلب ہو مثلاً شکست ہوئی یا کسی مشکل میں پھنس گیا یا کوئی مالی و جانی نقصان ہوا تو ایسی مشکلات اور مصائب کے اسباب پر نظر کریں ایسی مشکلات اور مصائب سے نکلنے کے لئے ایسی تدابیر بھی کریں جو شریعت مطہرہ کے مطابق ہوں اور اس کے لئے محنت بھی کریں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُعِيرُ بِقُوَّمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُ وَأَمَّا بَنَفْسِهِمْ﴾

”بے شک اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی روشن میں تبدیلی نہ کرے۔“ (سورہ رعد: ۱۱)

(۷) رنج و غم میں ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کیا کریں۔ دکھ اور درد میں ایک دوسرے کا ساتھ دیجئے۔ اس کا بیان مسلمان کے حقوق میں گزر چکا ہے۔

(۸) پریشانی کے حالات کے متعلق چند دعاؤں کو بھی یاد رکھئے۔ اور ان دعاؤں کو اللہ تعالیٰ سامنے گڑا گڑا کر مانگتے رہئے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی دعا!

حضرت یوسف علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں اپنے پروردگار سے یہ دعا کی تھی:

﴿لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ﴾ (سورہ الانبیاء: ۸)

”تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو بے عیب ہے بے شک میں ہی اپنے اوپر ظلم کرنے والا ہوں۔“

شدت غم و فکر کے وقت کی دعا!

حضرت عبداللہ بن عباس رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ غم و فکر کے وقت یہ دعا کرتے:

(لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْعَظِيمُ الْحَلِيمُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَرَبُّ الْأَرْضِ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ)

”اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں جو عظیم اور بربار ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں جو آسمانوں، زمین اور اور عرشِ کارب (اور مالک) ہے۔“ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ: باب الدعوات فی الاوقات)

نانوے بیماریوں اور غمتوں کی دوا!

جس شخص نے ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ“ کہا تو (یہ) اس کے لئے نانوے بیماریوں (اور غمتوں) کی دوا ہے جس میں سب سے ہلکی بیماری غم ہے۔ (حاکم، طبرانی عن ابن حصن حسین) نیز اس روایت کو یہیقہ نے حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت کیا ہے۔ (مشکوٰۃ)

حضرت ابو موسیٰ اشتری رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ میں تمہیں وہ کلمہ نہ بتاؤں جو جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔ میں نے عرض کیا کہ ہاں یا رسول اللہ! ضرور بتائیے آپ رض نے فرمایا ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ“۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ: کتاب الدعوات) ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ“ کا مطلب ہے کہ: ”کسی کام کے لئے سعی و حرکت اور اس کے کرنے کی قوت بس اللہ تعالیٰ ہی سے مل سکتی ہے۔ دوسرا مطلب جو اس کے قریب قریب ہے وہ یہ کہ گناہ سے باز رہنے کی طاقت اور اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت کی قوت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے عطا ہوتی ہے۔ اس کلمے کے مفہوم میں یہ بھی شامل ہے کہ ”ضرر و نقصان، بیماری اور فقر کو دفع کرنے اور گناہ سے بچنے کی حفاظت نفع، عزت اور ہر خیر حاصل کرنے کی قوت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔

### ہر تنگ اور ہر غم سے نجات کا علاج!

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”جو شخص استغفار کی پابندی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر تنگ سے رہائی اور ہر خیال و غم سے نجات دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے روزی دے گا جہاں سے اس کو گمان بھی نہ ہو گا۔“ (احمد، ابو داؤد، ابن ماجہ، مشکلۃ: باب الاستغفار) اس کی پوری تفصیل توبہ کے بیان میں دیکھئے۔

نیز تنگی اور ہر خیال و غم اور خطرات سے نجات کے لئے ”مناجاة الفقیر“ کو پڑھ لیجئے۔

(۹) جب کسی کو مصیبت میں مبتلا دیکھیں تو دل ہی دل میں یہ دعا پڑھیں:

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي عَافَنِي مِمَّا بَتَّلَكَ اللَّهُ بِهِ وَفَضَّلَنِي عَلَى كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِيلًا  
”اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے مجھے اس مصیبت سے بچائے رکھا جس میں تم بنتا ہوا اور اپنی بہت سی مخلوقات پر مجھے فضیلت بخشی۔“ (ترمذی، ابن ماجہ، مشکلۃ: باب الدعوات فی الاوقات)

خوف و ہراس کے وقت کیا کیا جائے؟

(۱۰) اگر دشمنان اسلام کی قتل و گارتگری، ظلم و بربریت اور فتنہ و فساد کی ہیئت ہو یا قدرتی عذابوں کی بتاہ کاریوں کا خوف ہو تو ایسے خوف و ہیئت کی حالت میں اصل اسباب کی کھونج لگائیں سطحی تدبیروں اور کھوکھلے نعروں پر وقت ضائع کرنے کی بجائے کتاب و سنت کی بتائی ہوئی حقیقی تدبیروں پر اپنی ساری قوتیں مرکوز کریں۔

(۱۱) پہلی تدبیر تو یہ کریں کہ گناہوں اور کوتاہیوں پر نادم ہو کر سچی توبہ کریں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا أَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتُ أَيْدِيهِنَّمْ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ﴾

”اور تم پر جو کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ تمہارے ہی کرو تو توں (اور کوتاہیوں) کا نتیجہ ہے اور اللہ تعالیٰ تو بہت سی خطاؤں سے درگزر کرتا رہتا ہے۔“ (سورہ سوری: ۳۰)

(ب) پورے دین اسلام پر اخلاص کے ساتھ چلنے کا عزم کریں اور پورے دین پر چلیں اور اس بات پر یقین رکھیں کہ جو کام اور جو بات اور زندگی کی جوانان بھی دین اسلام سے ہٹی ہوئی ہے وہ شیطانی را ہے اور شیطانی بات و کام ہے اس پر چل کر مسلمان بھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذْ خُلُوْفِي السَّلَمِ كَافَّةً طَوَّلَتِبِعُوا خُطُواتِ الشَّيْطَنِ إِنَّهُ لَكُمْ عَذَّبٌ﴾

مُبِينٌ ۝ ۵۰

”اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اوشیطان کے قدموں پر مت چلو بے شک وہ تمہارا کھلا ہوا شمن ہے۔“ (بقرہ: ۲۰۸)

(ج) کوشش کریں کہ نفس پرستی عیاشی اور معاصی سے معاشرے کو پاک کیجئے اور اپنی اجتماعیت کو مضبوط بنائیں اجتماعی قوت کے ذریعے فتنہ و فساد کو مٹانے اور پوری ملت اسلامیہ میں خوف آختر پیدا کرنے کی کوشش کریں اور جہاد کے لئے جس قدر اور جس قسم کی جسمانی اور اسلحہ کی تیاری کی ضرورت ہو اس میں بھی کوتاہی نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو یاد رکھیں کہ:

﴿وَأَعِدُّوَاللَّهُمَّ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ﴾

”اور ان (دشمنان اسلام) کے لئے جس قدر ہو سکے تیار رکھو تو۔“ (سورہ انفال: آیت ۶۰)

(د) جب دشمنوں سے خوف لاحق ہو تو یہ دعا پڑھیں:

اللَّهُمَّ إِنَّا نَجْعَلُكَ فِي نُحُورِهِمْ وَنَعُوذُ بِكَ مِنْ شُرُورِهِمْ

”اے اللہ! ہم ان دشمنوں کے مقابلے میں تجھے سینہ سپر کرتے ہیں اور ان کے شر و فساد سے بچنے کے لئے تیری پناہ لیتے ہیں۔“ (ابوداؤد،نسائی،ابن حبان،حاکم حصن حصین)

اور جب دشمن گھیر لے تو یہ دعا مانگیں:

اللَّهُمَّ اسْتُرْعُورَاتِنَا وَامِنْ رَوْعَاتِنَا

”اے اللہ! تو ہماری عزت و آبرو کی حفاظت (اور پرده پوشی) فرما خوف وہ راس اور گھبراہٹ سے محفوظ رکھ۔“ (بزار،احمد ریکھنے مکملوہ: باب الدعوات فی الاقات و حصن حصین)

نیز حصین میں علامہ جزری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جو شخص دشمن یا کسی اور انسان کے خوف میں بنتا ہو تو ”سورہ لائیف فریش“ پڑھنا ہر شر و خوف سے امان کا باعث ہو گا یہ عمل مجرب ہے۔ خوف وہ راس، آندھیوں، طوفانوں اور بارش کی شدت وزیادتی کی دعاوں کو حصین اور مناجاة الفقیر میں دیکھ لیجئے۔

### مصیبت زده کی تعزیت اور ہمدردی!

موت یا ایسی ہی کسی اور مصیبت اور شدید حادثے کے وقت مصیبت زده کو تسلی دینا، اس کو صبر کی تلقین کرنا اور اس کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرنا اور اس کے غم کو ہلکا کرنے کی کوشش کرنا یہ سب امور تعزیت میں شامل ہیں مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہوں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(مَنْ عَزَّى مُصَابَةَ الْمُؤْمِنِ مِثْلُ أَجْرِهِ)

”جس شخص نے کسی مصیبت زده کی تعزیت کی تو اس کو اتنا ہی اجر ملے گا جتنا مصیبت زده کو ملتا ہے۔“ (ترمذی، ابن ماجہ، مشکلۃ: کتاب الجنائز)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

(مَأْمُونٌ مُؤْمِنٌ يُعَزِّي أَخَاهُ بِمُصِبَّتِهِ إِلَّا كَسَاهُ اللَّهُ سُبْحَانَهُ مِنْ حُلَلِ الْكِرَامَةِ يَوْمَ الْقِيمَةِ)

”جو بھی مسلمان اپنے (کسی مسلمان) بھائی کی مصیبت کی تعزیت کرے گا تو اللہ سبحانہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کو بزرگی اور عزت کا لباس پہنانے گا۔“ (ابن ماجہ: ابواب ماجاء فی الجنائز)

جب کسی مسلمان کے گھر میں کوئی تازہ حادثہ ہو چکا ہو تو وہ اس صدمے کی وجہ سے ایسے حال میں نہیں ہوتے کہ کھانا پکانے کا اہتمام کر سکیں اس لئے ان کے ساتھ ہمدردی کا تقاضہ یہ بھی ہے کہ اس دن ان کے عزیز دوست یا محلہ کے لوگ ان کے کھانے کا اہتمام کریں۔ (حضرت) عبداللہ بن جعفر رض سے روایت ہے کہ جب (ان کے والد) ماجد حضرت جعفر (بن ابی طالب رض) کی شہادت کی خبر آئی تو نبی کریم ﷺ نے (اہل بیت سے) فرمایا:

(اصْنُعُ الَّذِينَ حَجَفَرُ طَعَامًا فَقَدَّا تَاهُمْ مَا يَشْغَلُهُمْ)

”جعفر کے گھروں کے لئے کھانا تیار کرو کیونکہ انہیں ایک ایسا حادثہ پیش آیا ہے جو انہیں کھانے پکانے کی طرف توجہ نہیں کرنے دے گا۔“ (ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ، مشکلۃ: باب البر کاء علی المیت)

خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ مصیبت زده اور میت کے گھروں کو تسلی دلائیں، ان کو صبر

کی تلقین کریں، ان کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کریں، ان کی مصیبت کو حتی الوسع کم کرنے کی کوشش کریں اور ان کی میت کے کفن دفن کے انتظام میں دوڑ دھوپ کریں، ان کے لئے کھانے کا اهتمام کریں اور مصیبت زده کی تعزیت میں اس کو خط بھی لکھ سکتے ہیں چنانچہ حضرت معاذ رض کے بیٹے کے انتقال کے موقع پر خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جو تعزیت نامہ میں بھیجا تھا اس کو معارف الحدیث میں طبرانی کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے۔

### سفر کے آداب!

(۱) زندگی کا کوئی اعتبار نہیں معلوم نہیں سفر سے واپس لوٹنا بھی نصیب ہو گایا نہیں لہذا طویل سفر پر جاتے وقت تمام امانتیں لوٹادیں چاہئیں یا گھروالوں کو ان کی تفصیلات بتا دینی چاہئیں۔ ہمیشہ امانتوں، قرضوں اور دوسراے معاملات جن میں کسی کا کوئی حق نہیں ہے اس کو تحریر میں لا کر حفاظت سے رکھا کریں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”جس مسلمان بندہ کے پاس کوئی ایسی چیز (مثلاً امانت، قرض) ہو جس کے بارے میں وصیت کرنی چاہئے تو اسے چاہئے کہ وہ دوراً تین بھی ایسے حال میں نہ گزارے کہ اس کے پاس اس کے بارے میں تحریر شدہ وصیت موجود نہ ہو۔“ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ باب الوصایا)

دوراتوں سے مراد قلیل عرصہ ہے یعنی کم سے کم عرصہ بھی ایسا نہیں گز ناچاہئے جس میں امانتوں، قرضوں اور لین دین کے بارے میں وصیت نامہ لکھا ہوانہ رکھا ہو کیونکہ انسان کا کوئی بھروسہ نہیں کہ کس لمحہ موت آجائے اور وہ صیت نامہ کی عدم موجودگی میں کسی کی حق تلفی کا وباں اس دنیا سے لے کر رخصت ہو جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص وصیت کی حالت میں مر گیا (یعنی اس حالت میں مر گیا کہ امانتوں، قرضوں، اپنے معاملات اور مالیت کے بارے میں جو وصیت کرنی چاہئے تھی وہ اس نے صحیح طریقے سے کی) تو اس کا انتقال را مستقیم اور شریعت پر چلتے ہوئے ہوا اور اس کی موت تقویٰ اور شہادت والی موت ہوئی اور اس کی مغفرت اور بخشش ہوگی۔ (ابن ماجہ، مشکوٰۃ باب الوصایا)

(۲) طویل سفر پر جانا ہو تو بیوی، بچوں کے لئے کھانے، پینے اور ضروریات کا مناسب انتظام کر کے جانا چاہئے

کیونکہ خاوند پر لازم ہے کہ وہ اپنی حیثیت کے مطابق بیوی، بچوں کے کھانے پینے کے خرچے کا انتظام کرے جیسا کہ اس کا بیان بیوی کے حقوق اور اولاد کے حقوق میں گزرنچا ہے۔

(۳) دور کا سفر تہائیں کرنا چاہئے کم از کم تین آدمی ساتھ ہونے چاہئیں اس سے انسان بہت سے خطرات سے محفوظ رہتا ہے اور سامان کی حفاظت اور دوسرا ضروریات میں بھی سہولت رہتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر لوگ تہائی (کے سفر میں) جو (نقضان و خطرات) ہیں ان کو جانتے ہوتے جو میں جانتا ہوں تو رات کو کوئی سوارا کیلئے سفر نہ کرتا۔ (صحیح بخاری، مشکلۃ: کتاب الجہاد باب آداب السفر)

ایک روایت میں نبی کریم ﷺ نے یہ ترغیب دی ہے کہ سفر میں کم سے کم تین سوار ہونے چاہئیں۔ (دیکھئے مشکلۃ بحوالہ موطا امام مالک، ترمذی، ابو داؤد)

پہلی روایت میں ”سوار“ اور ”رات“ کی قید اور دوسرا ضروری میں سوار کی قید اس لئے لگائی گئی ہے کہ سوار کو پیادہ کی بہ نسبت زیادہ خطرہ رہتا ہے خصوصاً رات میں۔ سفر میں کم از کم اگر تین ساتھی ہوں تو اس میں ایک فائدہ تو یہ ہے کہ وہ جماعت سے نماز ادا کریں گے۔ دوسرا یہ کہ اگر ایک ساتھی کو کسی ضرورت سے کہیں جانا پڑا یا بھیجا گیا یا مثلاً تین ٹرک ساتھ جا رہے ہیں اور ایک ٹرک کی کوئی چیز ٹوٹ گئی فی الحال وہ جانے کے قبل نہ رہا کسی کاریا و گین میں تین سوار ہیں اور وہ خراب ہو گئی تو ان میں سے اگر ایک ساتھی چلا بھی گیا تو دو ساتھی سامان کی حفاظت اور ایک دوسرے کی دل بستگی کا ذریعہ بنیں گے۔ اسی طرح سفر کے دوران جب ایک سے زائد ساتھی ہوں تو اس میں بہت سے فوائد اور بہت سے خطرات سے حفاظت ہے لہذا سفر میں تین یا کم از کم دو ساتھی تو ضرور ہونے چاہئیں۔ (بخاری: کتاب الجہاد باب سفر الاشین)

(۴) عورت کو ہمیشہ کسی محروم (خاوند، بیٹی یا باپ) کے ساتھ سفر کرنا چاہئے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تہائی اختیار نہ کرے اور کوئی عورت بغیر محروم کے (کوئی) سفر نہ کرے۔“ (بخاری، مسلم، ریاض الصالحین: باب نمبر ۱۷)

احیاط اسی میں ہے کہ عورت خاوند اور باپ، بیٹی کے بغیر کوئی سفر نہ کرے خواہ زیادہ دیر کے لئے ہو

یا تھوڑی مدت کے لئے، دور کا سفر ہو یا زدیک کا کیونکہ عورت کا اپنے شوہر کے بغیر تھا سفر کرنے میں فتنہ و فساد کا خوف بہر صورت موجود ہے۔

(۵) اگر سفر میں تین ساتھی ہوں تو ان میں ایک کو اپنا امیر بنالینا چاہئے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”جس وقت تین آدمی سفر کر رہے ہوں تو وہ ان میں سے ایک کو اپنا امیر مقرر کر لیں۔“ (ابوداؤد، مشکوٰۃ: کتاب الجہاد باب السفر)

(۶) سفر پر روانگی سے قبل قضاۓ حاجت سے فارغ ہونا چاہئے اور باوضو ہو کر جانا چاہئے اگر مکروہ وقت نہیں تو دور کعت نفل بھی پڑھ لینی چاہئے۔ (مجموع الزوائد: ۲۸۳ تا ۲۸۴)

(۷) گھر سے نکلنے وقت یہ دعا پڑھئیے:

بِسْمِ اللَّهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ

”میں نکلتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ، بھروسہ کیا میں نے اللہ تعالیٰ پر گناہوں سے پھرنا اطاعت اور نیکی کرنے کی قوت اللہ ہی کی طرف سے ہے۔“!

جب کوئی شخص یہ دعا پڑھے تو اس وقت اس کو (اللہ کی طرف سے) کہا جاتا ہے کہ: اے اللہ! کے بندے تجھے راہِ راست دکھائی گئی اور تیری کفایت کی گئی اور تو (تمام برائیوں اور شرور سے) محفوظ رہا پس (یہ سن کر) شیطان اس سے دور ہو جاتا ہے اس کو دوسرا شیطان کہتا ہے کہ تو اس شخص پر کیسے قابو پا سکتا ہے جسے راہِ راست دکھائی گئی جس کی کفایت کی گئی اور جو محفوظ رہا۔ (ابوداؤد، ترمذی، مشکوٰۃ: باب الدعوات فی الاوقات)

گھر سے نکلنے کے وقت اور سفر پر جانے سے متعلق نبی کریم ﷺ سے طویل دعا میں بھی منقول ہیں جو ہمت والے لوگ ہیں وہ اس کے لئے کتاب الاذکار، حصن حصین اور مشکوٰۃ جیسی کتابوں کو پڑھ لیں۔ یہاں صرف ایک چھوٹی سی دعا نقل کر دیتا ہوں وہ یہ ہے جب گھر سے کوئی شخص سفر کے ارادے سے نکلے تو مذکورہ بالادعا کے بعد یہ دعا بھی پڑھ لے:

اللَّهُمَّ أَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ وَالْخَلِيفَةُ فِي الْأَهْلِ

ای مطلب یہ ہے کہ گناہ سے بازاں اور طاعت کا بجالا نال اللہ تعالیٰ کی مدعا و توفیق کے بغیر ممکن نہیں۔ اسی طرح مصائب و فحشان سے بچنا اور سکون وطمینان اور نفع کا مانا اور ہر کسی کام کے لئے سعی و حرکت اور اس کے کرنے کی قوت و طاقت اس اللہ ہی سے مل سکتی ہے۔

”اے اللہ! تو ہی سفر میں ہمارا ساتھی (اور نگہبان) ہے اور ہمارے پیچھے تو ہی ہمارے اہل و عیال (اور مال و جایزاد) کی دیکھ بھال اور نگرانی کرنے والا ہے۔“ (مسلم، ترمذی، متنقلہ، حصن حسین)

(۸) جب کسی سواری پر سوار ہونے لگیں اور رکاب یا پائیڈان میں قدم رکھیں تو ”بسم اللہ“ کہیں جب جانور یا گاڑی کی سیٹ پر بیٹھ جائے تو الحمد للہ کہیں پھر قرآن کی یہ آیت پڑھ لیجئے:

﴿سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَبِّنَا لَمْ نُنَفِّلْبُوْنَ ۵۰﴾

یعنی ”پاک ہے وہ ذات جس نے اس (سواری) کو ہمارے مسخر کر دیا اور ہم ایسے نہ تھے کہ اس کو قابو میں کرتے اور بے شک ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔“ (زخرف: ۱۲-۱۳)

بھری سواری میں بیٹھیں یا ہوائی جہاز جب ہوا میں اڑتے تو یہ دعا پڑھئے:

﴿بِسْمِ اللّٰهِ مَاجِرٌ هاؤ مُرْسَهَا إِنَّ رَبِّي لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ۵۰﴾

”اللہ تعالیٰ کے نام سے اس کا چلنا ہے اور ٹھہرنا بھی بے شک میرا رب ضرور بخشنے والا مہربان۔“ (سورہ ہود: ۳۱)

جب سواری پر بیٹھ جائیں تو پھر تین بار ”سبحان اللہ“ اس کے بعد تین بار ”الحمد للہ“ اور تین بار ”اللہ اکبر“ پڑھئے۔ پھر اس کے بعد یہ دعا پڑھ لیجئے:

سُبْحَانَكَ إِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْلِيْ فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الدُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ

”اے اللہ! تو پاک ہے بے شک میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا پس تو مجھے بخش دے کیونکہ تیرے سوا کوئی بھی گناہوں کو بخشنے والا نہیں۔“

حضرت علیؑ کی خدمت میں سواری لائی گئی انہوں نے مذکورہ بالا ترتیب کے ساتھ دعا میں پڑھیں جب آخری دعا کے خط کشیدہ الفاظ یعنی ”الآنست“ کہہ دیے تو حضرت علیؑ مسکراۓ کسی نے پوچھا کہ اے امیر المؤمنین! آپ کیوں مسکراۓ؟ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ نے اسی طرح کیا جس طرح میں نے کیا پھر (آخر میں) آپ ﷺ مسکراۓ۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کس وجہ سے مسکرا رہے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: تیرا پروردگار (اللہ سبحانہ و تعالیٰ) اپنے

بندے سے خوش ہوتا ہے جب وہ کہتا ہے کہ ”رَبِّ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي“، تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ بندہ جانتا ہے کہ گناہوں کو میرے سوا کوئی نہیں بخش سکتا۔ (احمد، ترمذی، ابو داؤد، مشکوٰۃ: باب الدعوات فی الاوقات)

(۹) سوار ہوں یا پیدل جب بلندی پر چڑھیں تو ”اللہ اکبر“ کہیے اور جب نیچے اتریں تو ”سبحان اللہ“ پڑھیے۔ (بخاری، مسلم، ریاض الصالحین: باب نمبر: ۱۷۱)

**اگر کسی قوم سے خوف ہو تو یہ دعا پڑھیے!**

اللَّهُمَّ إِنَّا نَجْعَلُكَ فِي نَحْرُورِهِمْ وَنَعُوذُ بِكَ مِنْ شُرُورِهِمْ

”اے اللہ! ہم تجھے ان کے سامنے کیے دیتے ہیں اور ان کی شرارتیوں سے تیری پناہ مانگتے ہیں۔“ (ابوداؤدنسائی، ریاض الصالحین)

**رات میں ضرر سے حفاظت کی دعا!**

أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّنَاءَمَاتِ مِنْ شَرِّ مَا حَلَّ

”میں اللہ تعالیٰ کے کامل کلمات کے ساتھ مخلوق کے شر اور برائی سے پناہ مانگتا ہوں۔“

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ”جو شخص کسی منزل پر اترے پھر یہ مذکورہ دعا پڑھے تو اس کو اس جگہ سے کوچ کرنے تک کوئی چیز نقصان نہیں پہنچائے گی۔“ (صحیح مسلم، مشکوٰۃ: باب الدعوات فی الاوقات)

ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ جو شخص مذکورہ بالا کلمات کو شام کے وقت تین مرتبہ پڑھ لے تو اسے اس رات میں (کسی بھی زہر یا جانور) کا زہر ضرر نہیں پہنچائے گا۔ (مظاہر حق، شرح مشکوٰۃ)

(۱۰) سفر میں اپنے لئے، اپنے اہل و عیال، دوست احباب اور ساری امت مسلمہ کے لئے دین و دنیا کی بھلائی کے لئے دعائیں کرنی چاہئے کیونکہ جائز اور درست مقصد والے سفر میں دعا بہت زیادہ قبول ہوتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: تین دعائیں قبول کی جاتی ہیں جن کی قبولیت میں کوئی شک نہیں (۱) مظلوم کی دعا (۲) مسافر کی دعا اور (۳) باپ کی اپنے بیٹے کے لئے دعا۔ (ابوداؤد، ترمذی، ریاض الصالحین: باب ۱۷۲)

(۱۱) سفر میں دوسرے ساتھیوں کی سہولت اور آرام کا خیال رکھیں، ان کے ساتھ تعاون کریں اور سفر میں

سواری اور سواری کے جانوروں کے آرام و اسائش کا بھی خیال رکھنا چاہئے۔ (دیکھئے ریاض الصالحین: باب نمبر: ۱۶۸ تا ۱۶۹)

(۱۲) جب وہ ضرورت اور کام جس کے لئے سفر کیا گیا ہے وہ پورا ہو جائے تو پھر جلد واپس آ جانا چاہئے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سفر عذاب کا نکٹرا ہے جو تمہارے کھانے پینے اور سونے میں خلل ڈالتا ہے لہذا جب تم میں سے کوئی اپنے سفر کی ضرورت پوری کر لے تو اپنے گھر لوٹنے میں جلدی کرے۔ (بخاری، مسلم: باب نمبر: ۱۷۵)

اس حدیث میں سفر کی بطور خاص دو پریشانیوں کا جوڑ کر کیا گیا ہے کہ سفر کے دوران نہ تو وقت پر اور نہ طبیعت کے موافق کھانا، پینا ملتا ہے اور نہ آرام و چین کی نیند نصیب ہوتی ہے وہ محض مثال کے طور پر بیان ہوئے ورنہ سفر میں تو نہ معلوم کتنے ہی امور فوت ہوتے ہیں مثلاً قرابت داروں کے حقوق بروقت ادا نہیں ہوتے اور گھر والوں کو جدائی کی پریشانی رہتی ہے، اسی طرح سفر میں خود اس کو اور ان کے گھر والوں کو بہت سی پریشانیاں برداشت کرنی پڑتی ہیں اس لئے اچھا یہ ہے کہ جوں ہی ضرورت پوری ہو جائے یا جس کام کے لئے گیا ہے وہ پورا ہو جائے تو پھر جلد واپس آ جانا چاہئے کیونکہ سفر بہر حال تکلیف اور بے اطمینانی کی چیز ہے۔

(۱۳) سفر کے دوران گانے بجائے سے پرہیز کیجئے۔ گانا بجانا سفر کے بغیر بھی ہر حالت میں جائز نہیں لیکن چونکہ سفر کے دوران لوگ اپنے آپ کو ان چیزوں سے بہلا تے ہیں اس لئے اس کا ذکر یہاں خصوصیت کے ساتھ کیا گیا کہ گانے بجائے سے دل نہ بہلا یا جائے البتہ بغیر بین باجے کے درست اشعار مثلاً نعمت پڑھ سکتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس قافلہ کے ساتھ فرشتے نہیں ہوتے جس میں ( بلا ضرورت کوئی ) کتنا اور جرس ( یعنی گھنٹاں اور گھنٹروں ) ہوں۔ (مسلم، مشکوہ: باب ادب السفر)

جب گھنٹروں اور گھنٹی کے بارے میں آپ ﷺ نے اس قدر سخت الفاظ استعمال فرمائے اور ان چیزوں سے رحمت کے فرشتوں کا دور ہونا بیان فرمایا تو جو لوگ بین باجے، گانے بجائے، گلی وی اور ناق گانوں میں مشغول ہو کر سفر کرتے ہیں تو ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ کیا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ ہی حفاظت فرمائے۔ آمین

(۱۴) جب مسافر سفر سے لوٹے اور اپنے علاقے اور شہر کو دیکھئے تو یہ مختصر دعا پڑھے:

آئُبُونَ تَائِبُونَ عَابِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ

”هم سفر سے واپس ہونے والے ہیں، تو بہ کرنے والے ہیں اپنے رب کی بندگی کرنے والے اور  
حمد کرنے والے ہیں۔“ (مسلم، ریاض الصالحین: باب نمبر ۷۷)

(۱۵) سفر سے آنے کے ساتھ ہی اچانک گھر میں داخل نہیں ہونا چاہئے بلکہ گھر والوں کو تیاری کا تھوڑا موقع  
دینا چاہئے۔ اور اپنی قربی مسجد میں دور کعت نفل پڑھنی چاہئے۔ حضرت کعب بن مالک رض سے روایت  
ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر سے واپس آتے پہلے مسجد میں تشریف لاتے اور دور کعت (نفل) نماز پڑھتے  
تھے۔ (بخاری، مسلم، ریاض الصالحین: باب نمبر: ۷۸)

نیز دوسری حدیثوں میں نبی کریم ﷺ نے یہ ہدایت فرمائی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب تم میں  
سے کوئی طویل عرصہ کے بعد گھر آ رہا ہوا گروہ (اپنی آبادی میں) رات کے وقت پہنچ تو اپنے گھر میں داخل  
نہ ہو جب تک کہ بیوی زیناف بالوں کو صاف نہ کر لے اور بیوی پر اگنڈہ بالوں میں کٹھنی نہ کر لے۔ (دیکھئے  
مشکلہ: باب ادب السفر بحوالہ بخاری، مسلم)

اور نبی کریم ﷺ کا اکثر معمول یہ تھا کہ آپ ﷺ سفر سے چاشت کے وقت واپس آتے اور جب  
آپ ﷺ سفر سے واپس آتے تو پہلے مسجد میں تشریف لے جاتے وہاں بیٹھنے سے پہلے دور کعت نماز پڑھتے  
پھر لوگوں سے ملاقات کرنے کے لئے وہاں بیٹھ جاتے۔ (بخاری، مسلم، مشکلہ: باب ادب السفر)

(۱۶) سفر کے وقت مسافر کو رخصت کرنا چاہئے اور کچھ دور تک اس کے ساتھ چنان بھی چاہئے رخصت کرتے  
وقت اس سے دعا کی درخواست بھی کریں کیونکہ مسافر کی دعا قبول ہوتی ہے بلکہ خود نبی کریم ﷺ نے حضر عمر  
فاروق رض کو فرمایا جبکہ سفر پر جارہے تھے کہ اے بھائی! مجھے بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا۔

اس کو بھی خیر و عافیت کی کوئی نیک دعا کرنی چاہئے اگر ہو سکے تو وہ دعا کریں جو نبی کریم ﷺ نے  
مسلمانوں کے لشکر کو رخصت کرتے ہوئے کی ہے وہ دعا یہ ہے:

أَسْتَوْدِعُ اللَّهَ دِينَكُمْ وَأَمَانَتَكُمْ وَخَوَاتِيمَ أَعْمَالَكُمْ

”میں تمہارے دین کو تمہاری صفت امانت کو اور تمہارے خاتمه والے اعمال کو اللہ تعالیٰ کے سپرد

کرتا ہوں۔“ (ابوداؤد، مشکوٰۃ: باب الدعوات)

(۱۷) اگر کوئی معزز یا محبوب شخص یا کوئی رشته دار طویل مدت کے بعد سفر سے واپس آ رہا ہو یا کوئی دوست اور رشته دار کسی مبارک سفر جیسے حج اور جہاد کے سفر سے واپس آ رہا ہو تو اس کا استقبال کرنا چاہئے بلکہ اس کے چھوٹے بچوں اور بھائیوں کو بھی اس کے سامنے استقبال کے لئے لے جانا چاہئے۔ حضرت عبداللہ بن جعفر رض کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلّم سفر سے واپس تشریف لاتے تو آپ صلی اللہ علیہ و سلّم کے اہل بیت اپنے بچوں کو آپ کی خدمت میں استقبال کے لئے لے جاتے چنانچہ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ و سلّم جب سفر سے واپس تشریف لائے (اور مدینہ کے قریب پہنچ) تو مجھ کو آپ صلی اللہ علیہ و سلّم کی خدمت میں پیش کیا گیا آپ صلی اللہ علیہ و سلّم نے مجھے اٹھالیا اور اپنے آگے سوار کر لیا، پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دونوں بیٹوں میں سے ایک بیٹے (یعنی حضرت حسن رض) یا حضرت حسین رض کو لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ و سلّم نے ان کو اپنے پیچھے بٹھا لیا۔ (بخاری دیکھئے مشکوٰۃ: باب ادب السفر)

(۱۸) حضرت جبیر بن مطعم رض سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلّم نے مجھے فرمایا۔

”جبیر کیا تھے یہ بات پسند ہے کہ سفر میں نکلو تو اپنے سب ساتھیوں سے بڑھ کر اچھے حال میں رہو اور سب سے زیادہ تمہارے پاس زادراہ رہے میں نے عرض کیا کہ میرے ماں، باپ آپ پر قربان ہوں میں ضرور چاہتا ہوں آپ صلی اللہ علیہ و سلّم نے فرمایا کہ تم یہ پانچ سورتیں سفر میں پڑھا کرو۔

(۱) ﴿قُلْ يَا يَهُوَ الْكَفَرُون﴾ (۲) ﴿إِذَا جَاءَهُ نَصْرُ اللَّهِ﴾ (۳) ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ (۴) ﴿قُلْ

﴿أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ (۵) ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾

ہر سورت بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع اور ”قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ“ کے ختم پر بھی ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ (اس طرح بسم اللہ چھ مرتبہ ہو جائے گی) حضرت جبیر رض کا بیان ہے کہ میں غنی اور زیادہ مال والا تھا جب سفر میں نکلتا تھا تو اپنے ساتھیوں میں سب سے زیادہ بدحال ہوتا تھا اور میرا زادراہ (یعنی راستے کا خرچ) بھی سب سے کم ہو جاتا تھا جب سے میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلّم سے سفر میں ان سورتوں کے پڑھنے کا علم حاصل کیا اور برابر ان کو سفر میں پڑھنے لگا تو سفر سے واپس آنے تک اپنے ساتھیوں میں سب سے زیادہ اچھے حال میں رہتا اور میرا زادراہ بھی سب سے

زیادہ رہتا۔ اے نیزاً گردنیں یادشمن کے علاوہ کوئی چیز (بھوک، سواری کے گم ہو جانے) کا خوف ہو تو ﴿لایلف قریش﴾ کا پڑھنا ہر برائی اور تکلیف سے حفاظت کا سبب ہے اور یہ ابو الحسن قزوینی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے جو بہت بڑے ولی اللہ تھے اور یہ بات مجرب اور آزمائی ہوئی ہے۔ (دیکھئے حسن حسین: دوسری منزل جمعہ ۷۲۷)

نیز قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت بھی حفاظت کے لئے مفید ہے۔ ۲

﴿وَمَا قَدْرُوا اللَّهُ حَقّ قَدْرِهِ وَالْأَرْضُ جَعِيْعًا قَبْصَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّمَوَاتُ مَطْوِيَّتٌ بِيَمِينِهِ

سُبْحَنَهُ وَتَعَلَّى عَمَّا يُشَرِّكُونَ﴾

”اور ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر نہ کی جیسا کہ اس کی قدر کرنے کا حق تھا حالانکہ (وہ ایسی عظمت، قدرت اور طاعت کا مالک ہے کہ) قیامت کے دن ساری زمین اس کی مٹھی میں ہوگی اور (ساتوں) آسمان لپٹے ہوئے اس کے دامنے ہاتھ میں ہونگے وہ پاک اور برتر ہے اس شرک سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔ (سورہ زمر: ۶۷)“ اس کے ساتھ اگر آیتہ اکرستی بھی پڑھ لی جائے تو یہ حفاظت کے لئے زیادہ بہتر ہے۔  
اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمين۔

دارالویمان

۱ دیکھئے مجمع الزوائد: ج ۱۳۳۱ تا ۱۳۳۰ -

۲ دیکھئے حسن حسین: منزل دوم (جمعہ) ص: ۲۸۳۔ بحوالہ طبرانی و ابو یعلیٰ ابن سینی عن حسین بن علی









